نسیمِ سخن

حکیم حافظ محمد اکرم راشد

(ایم۔اے عربی، گولڈ میڈلسٹ)

(سکول، کالج اور مدارس کے طلبا و طالبات کے لیے انمول تقاریر)

مصنف

حکیم حافظ محمد اکرم راشدؔ

ایم۔اے عربی (گولڈ میڈلسٹ)

حُسنِ ادب، فیصل آباد

ASIAN RESEARCH INDEX

ARI ID: 1689956677855

''جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں''

نام کتاب: نسیمِ سخن (تقاریر)

نام مصنف: حکیم حافظ محمد اکرم راشدؔ 0300-8755606

کمپوزنگ: محمد حامد جیلانی، حافظ نعیم اکرم عطاری

پروف ریڈنگ: حکیم محمد وسیم اکرم، حافظ غلام جیلانی

نظر ثانی و تصحیح: پروفیسر اکرام تائب

سرورق: اُمِ زعیمہ بنت حافظ محمد اکرم راشد

معاونت: محمد بلال رضا عطاری، سید حیدر عباس بخاری،

حاجی ولی محمد، ارشد علی چوہان ایڈووکیٹ، شہروز ذوالفقار رحمانی

مشاورت: حافظ محمد فہیم اکرم، حکیم قاضی جاوید اقبال

محمد امین بھٹی، عرفان ریاض

تحریک: اکبر علی، غلام مرتضےٰ، مرزا محمد اکرم، ذکاء اللہ بھٹی

ناشر: حسنِ ادب فیصل آباد

سنِ اشاعت: 2022ء

قیمت: -/500

ملنے کا پتا: صوفی کتاب گھر جناح چوک عارف والا

فون: 0301-6642152

OPEN ACCESS

CC BY

ECO FRIENDLY

Licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

انتساب

مرشدِ گرامی قدر

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت

حضرت علامہ مولانا محمد جلال الدین جیون شاہی، قادری

چشتی، اویسی، نقش بندی

کے نام

جن کی وساطت سے ناچیز اس اہل ہوا کہ اس کتاب کے ذریعے

علم دوست حضرات کی خدمت کر سکے اور آپ کے روحانی فیض کو عام کر سکے

اور

اپنے لختِ جگر

عزیزم محمد نسیم اکرم عطاری کے نام

جس نے جوانی میں توبہ کر کے اسلاف کی یاد تازہ کر دی

آئینہ اکرم راشد

نام: محمد اکرم

قلمی نام: حکیم حافظ محمد اکرم راشد

ولدیت: حافظ اللہ یار (مرحوم)

تاریخ پیدائش: یکم جنوری ۱۹۶۲ء

جائے پیدائش: چک نمبر 37/EB عارف والا

تعلیم: ایم۔اے عربی (گولڈ میڈلسٹ) BZU ملتان

ایم۔اے اسلامیات، ایم ایڈ (ایجوکیشن)، دورۂ قرآن

فاضل درس نظامی، فاضل اردو، فاضل عربی، فاضل طب و جراحت

پیشہ: درس و تدریس (ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر)

موجودہ مصروفیت: تصنیف و تالیف کتب۔ خطابت و امامت

رہائش: مکان نمبر 82 رحیم ٹاؤن، بورے والا روڈ عارف والا

رابطہ نمبر: 0300-8755606

تصنیفات: نگارشاتِ راشد (مجموعہ مقالات)

نسیم سخن (مجموعہ تقاریر)

فہرست

کچھ مصنف کے بارے میں	حکیم محمد اقبال اسد	09
نسیمِ سخن اور صاحبِ کتاب	خلیل الرحمٰن شاہ بخاری	10
نسیمِ سخن کی ایک جھلک	ڈاکٹر نوید عاجز	12
تقریظِ اول	میاں اظہر طارق وٹو	14
تقریظ دوم	رانا کوثر خاں	15
تقریظ سوم	رانا محمد اظہر خاں	16
وجہ تالیف		17
والدین کی عظمت		21
علم بڑی دولت ہے		23
علم روشنی ہے		26
خدمتِ خلق		29
رواداری		31
سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عشقِ رسولؐ		33
کتاب بہترین ساتھی		35
جھوٹ کے نقصانات		39
سیرت النّبی محمد مصطفیٰؐ		41
شہدائے کربلا		44
شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ		46
اسلام امن کا پیغام		49
ماں کی شان		51
وقت کی پابندی		53
احترامِ اساتذہ		54
عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی		56
آج کا طالب علم غیر ذمّہ دار ہے		58
دہر میں اسمِ محمد سے اُجالا کر دے		60
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد		61

وقت کے لمحے موتی ہیرے	63
آپؐ بحیثیت معلم	65
وقت ایک دولت ہے	68
یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا	70
انصاف قوموں کی زندگی کو توانا رکھتا ہے	72
حُب الوطنی	74
اسلام دہشت گردی نہیں امن چاہتا ہے	77
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی	80
قائد کا فرمان کام، کام اور کام	82
ڈینگی ایک چیلنج	84
صحت مند رویے صحت مند معاشرہ	86
میرا شہر	87
زلزلہ اور ہم	89
لوڈ شیڈنگ کا عذاب	91
جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات	93
یکم مئی: یومِ مزدوراں	95
پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر	97
اینٹی کرپشن	99
یہ وطن تمہارا ہے تم ہو پاسباں اس کے	101
یومِ تکبیر	103
ہو میرا کام غریبوں کی حمایت کرنا	106
دولت ہے جس کے پاس وہی با کمال ہے	108
انصاف کی فراہمی ترقی کا زینہ	111
سائنس آئی بہاریں لائی	113
ٹریفک کے قوانین کی پابندی	118
ٹریفک کے قوانین	121
سر سید احمد خاں	124
زندگی کی بوقلمونیاں اور رنگا رنگ حقائق	127

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی 129
جہالت ترقی کی دشمن ہے 132
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر 134
آؤ ملک سنواریں 137
نظریہ پاکستان اور نسلِ نو 139
یومِ دفاعِ پاکستان 141
فضول خرچی ایک برائی 144
ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں 147
ان کو خبر نہیں کہ لہو بولتا بھی ہے 150
ہم زندہ قوم ہیں 152
چلے چلو کہ منزل ابھی نہیں آئی 154
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے 157
نوجوانوں کے تعاون سے دہشت گردی کا خاتمہ 160
جدائی کے لمحات 162
آج کا طالب علم کل کا رہنما 164
توانائی کے مسائل 166
نوجوانوں کے مسائل 168
پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ 170
اُمید بنو، تعمیر کرو سب مل کر پاکستان کی 173
نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا 175
بچپن مولانا احمد رضاؒ بریلوی 178
فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں 180
آج کے بچے کی خواہشات 182
میری زندگی کا مقصد 184
پاکستان کی جغرافیائی اہمیت 186
ہمیں معلومات سے زیادہ حکمت چاہیے 188
پاکستان سے محبت 190
آؤ وطن آباد کریں 192

میرا بستہ	194
لے ڈوبا مجھے میرا موبائل	196
تلوار سے برتر میرا قلم	199
آج کا طالب علم کل کا معمار	201
میری آواز کو باغی کہہ سکتے ہو تو کہو	203
ہمارا مقصدِ حیات	205
عروجِ آدم خاکی سے یہ انجم سہمے جاتے ہیں	207
کمپیوٹر عصرِ حاضر کی اہم ضرورت	210
محنت کامیابی کی ضمانت ہے	213
میرا ملک پاکستان	215
آؤ چھو لو آسمان	217
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا	219
اتحادِ ملّت	221
قومی اتحاد	223
اقبال کا تصور مردِ مومن	226
کہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں	229
کھیلوں کا کردار پر اثر	232
معاشرے کی تعمیر و ترقی میں طلباء کا کردار	235
آزادی ایک انمول نعمت ہے	237
اقبال کا شاہین	240
میں اِک اور اقبال کے انتظار میں ہوں	242
احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں حالات	245
ملکی ترقی میں نوجوانوں کا کردار	249
بچوں کے مشاغل	251
معاشی ترقی میں تعلیم کا کردار	253
دورِ حاضر میں فنی تعلیم کی ضرورت	255
ٹیلی ویژن کی اہمیت	257
علامہ اقبال کا پیغام خودی	260
تحریکِ پاکستان میں مادرِ ملت کا کردار	263

☆☆☆☆☆☆☆

کچھ مصنف کے بارے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علی رسولہِ الکریم

قانونِ قدرت ہے کہ جب دنیا میں صدق وحقیقت پر خواہش اور نفس پرستی کے غبار اور پردے پڑ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے پیدا کرتا ہے جو صدق وسچائی اور حقیقت کو دنیا میں روشن کردیتے ہیں۔

ایسے ہی میرے تایا زاد حافظ محمد اکرم راشدؔ صاحب کو اللہ تعالیٰ نے گونا گوں صفات سے نوازا ہے۔ عارف والا کے نواحی گاؤں 37 ای بی میں 1962 کے اوائل میں علمی خانوادے میں آنکھ کھولی والدِ محترم حافظ اللہ یار رحمۃ اللہ علیہ عالم باعمل تھے ابتدائی تعلیم اُن سے حاصل کی۔ پانچ سال کی عمر میں والدِ محترم داغِ مفارقت دے گئے۔ اُس کے بعد حقیقی چچا میرے والدِ محترم حضرت علامہ حافظ شیر علی رحمتہ اللہ علیہ نے آغوشِ محبت میں لیا اور علم کی تکمیل تک ساتھ دیا۔ میٹرک کرنے کے بعد علمی پیاس بجھانے کے لئے کراچی گئے وہاں علم کی پیاس بجھاتے ہوئے علم کے سمندر بن گئے۔ فاضل درسِ نظامی، فاضل طب وجراحت، فاضل عربی، فاضل اردو کرنے کے بعد پنجاب گورنمنٹ میں بطورِ مدرس تعینات ہوئے۔ دورانِ سروس ایم۔ اے ایجوکیشن، ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی (گولڈ میڈلسٹ) پاس کیا۔

علمی زندگی میں روزنامہ ایکسپریس، نوائے وقت میں مضامین لکھے اور عوام کی کثیر تعداد نے مضامین کو پسند کیا۔ عارفوالا کے نواحی گاؤں میں ہیڈ مدرس رہے، اب ریٹائر ہو چکے ہیں اور عارفوالا شہر میں بطورِ خطیب خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ حافظ صاحب اپنے حلقہ احباب میں اپنی خوش اخلاقی اور بذلہ سنجی کی وجہ سے بہت مقبول ہیں۔ اِن کی کتاب نسیمِ سخن اُن کے علمی تبحّر کی گواہ ہے اللہ تعالیٰ اُن کی اِس کاوش کو قبول کرے اور مزید اس طرح کے گلدستے پیش کرنے کی سعادت نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ اُن کی عمر میں بھی برکت عطا فرمائے۔ آمین

گر قبول افتد زہے عِزّ وشرف

خادم الفقرا

حکیم قاضی محمد اقبال اسدؔ

"نسیمِ سخن" اور صاحبِ کتاب

حافظ محمد اکرم راشدؔ سے میرے دیرینہ اور دیر پا تعلقات ہیں، یہ ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اِن کے بزرگوں کے دینِ اسلام کے میدان میں لگائے ہوئے شجر سایہ دار مسحور کن ماحول پیش کر رہے ہیں اور تشنگانِ علم کی پیاس بجھانے کے لیے دورانِ سفر طلباء کے راستے میں آنے والی جہالت اور کم علمی کی تپش اور دھوپ کو رفع کرنے میں مثالی کردار ادا کر رہے ہیں۔ میں نے صرف کتاب اور صاحبِ کتاب کے بارے میں چند سطور ضبط تحریر میں لانے کے لیے اپنے قلم کو اذنِ خرام دینا ہے۔موصوف قلم کے میدان کے شاہسوار ہیں، ندائے حق کی ادارت ہو، منظور العارفین کی تدوین ہو، یا منظور العارفین ٹرسٹ کا قیام ہو، موصوف پیش پیش نظر آتے ہیں، آپ ہمارے ادارے منظور العارفین ٹرسٹ کے ساتھ قلب و اذہان کی جملہ قویٰ کے ساتھ وابستہ رہے ہیں۔مُرورِ ایّام کے ساتھ پیرانہ سالی اور ضعف کا شکار ہو کر کچھ عرصہ سے گوشہ نشین ہیں تاہم تحریر سے عشق کی حد تک لگاؤ کی بنا پر کوئی نہ کوئی شاہ پارہ تخلیق کرتے رہتے ہیں۔آپ کالم نویس ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم خوش نویس بھی ہیں عارفوالا اور اس کے مضافات میں خطاطی کے حوالے سے ان کا ایک نام ہے۔دنیوی اور دینی تعلیم کے امتزاج کے حامل ہیں اور اپنی ایک شناخت رکھتے ہیں۔سرکاری ادارہ میں رئیس مدرسہ کے فرائض سرانجام دے چکے ہیں۔

مذہبی خدمات کے حوالے سے اِن کی خدمات مہرِ نیم روز کی طرح واضح ہیں۔مرکزی جامع مسجد N- بلاک عارفوالا کی امامت اور خطابت کے فرائض بحسن و خوبی سرانجام دے رہے ہیں۔صاحب ورع اور تقویٰ ہونا اِن کی شخصیت کا ایک اہم جزو ہے، علاقے کے اہم جرائد اور اخبارات میں ان کے مقالات زیورِ طباعت سے مزیّن اور مرصع ہو چکے ہیں۔مسلک حق اہلِ سنت سے ان کی وابستگی اور قلبی لگاؤ اِن کا طُرّہ امتیاز ہے۔جیّد عالم دین ہیں تنظیم المدارس کے امتحان میں ممتاز مع اشرف کے ساتھ واضح کامیابی کے بعد بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے ایم۔اے عربی میں طلائی تمغہ (گولڈ میڈل) حاصل کر کے پاکپتن میں بالعموم اور عارفوالا میں بالخصوص فضائے علم و معرفت میں اپنے طائرِ خوش الحان کو محوِ پرواز کر چکے ہیں جو باشندگانِ علاقہ کے لیے ایک

فخر کی بات ہے۔
''نسیم سخن'' آپ کی ان تقاریر کا مجموعہ ہے جو انھوں نے وقتاً فوقتاً طلباء کے لیے تحریر کی ہیں۔ مختلف موضوعات پر مشتمل یہ مجموعہ عوام النّاس کے لیے اور طلباء و طالبات کے لیے بالخصوص ایک نعمتِ غیر مترقبہ سے کم نہ ہے۔ آپ نے تقریر اور تحریر کے شائق طلباء کے لیے یادگار تحریریں ''نسیم سخن'' کی صورت میں مرتب کی ہیں۔ اِن میں طلباء و طالبات کے لیے نہ صرف وہ مقابلہ کے میدان کے لیے مواد فراہم کر رہے ہیں بلکہ دینی حوالے سے اِن نونہالانِ وطن کی تربیّت بھی ملحوظِ خاطر ہے۔ یہ تقاریر مختلف اوقات میں مختلف موضوعات پر انعقاد پذیر مقابلہ جات میں مختلف پوزیشن حاصل کر چکی ہیں۔ یہ تقاریر جو ''نسیم سخن'' کے نام سے موسوم ہیں یہ تمام طبع زاد ہیں اور ان میں اصلاح معاشرہ کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ اِس کے علی الرغم کتاب کی صورت میں اتنے موضوعات کا یکجا مجلّد ہونا محال نہیں تو ناممکن ضرور ہے۔ الفاظ کی بناوٹ، تراکیب کا استعمال، مقفعّ مسجع عبارتیں اور استعارہ کا استعمال موصوف کی اِس فن میں مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ راقم اِن کے اس فن سے عرصہ دراز سے واقف ہے، کیونکہ ہمارا لڑکپن، عالمِ شباب، اور اب عالمِ پیری بھی اکٹھا گزر رہا ہے۔ اور ان کا شمار معاصرین خوش خصال میں ہوتا ہے۔
''نسیم سخن'' طلباء و طالبات کے لیے ایک انمول تحفہ ہے، اس کا مطالعہ طلباء کو دیگر کتب سے مقالات کے حوالے سے ان شاء اللہ العزیز بے نیاز کر دے گا اور اِن کا یہ تحریری کام اِن کے نام کو بھی زندہ رکھے گا۔ اِن کے لئے نیک جذبات کا اظہار کرتے ہوئے دست بدعا ہوں کہ اِن کے زورِ قلم میں اللہ تعالیٰ اور روانی عطا فرمائے۔

=اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ=

سید خلیل الرحمٰن شاہ بخاری
امیرِ اہلسنت (پنجاب) پاکستان

نسیم سخن کی ایک جھلک

تقریر ایک ایسا فن ہے جس سے انسان اپنا مافی الضمیر موثر انداز میں پیش کرنے کے قابل ہوتا ہے۔تاریخ عالم گواہ ہے کہ تقریر پر ملکہ رکھنے والے سیاست دانوں نے ملکوں کی قیادت سنبھالی اورعوام کی ذہن سازی میں اپنا کردار ادا کیا۔سامعین سے خطاب کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ مبارک باد کے مستحق ہیں مولانا اکرم راشؔد جو فنِ تقریر میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔انھیں سیاسی علائق سے سروکار نہیں۔اُن کے خطابات نسلِ نو کی روحانی تربیت سے متعلق ہیں۔

چوں کہ وہ درس وتدریس سے وابستہ رہے اور اب عارف والا کی ایک مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔اس لیے ان کی تقاریر کے موضوعات روحانی، اصلاحی اور ملکی فلاح کے علم بردار ہیں۔انھوں نے اپنے اس مجموعے نسیم سخن میں سو سے زائد موضوعات پر اپنی تقاریر جمع کر دی ہیں۔ان کے موضوعات کا دائرہ ملکِ پاکستان، دین اسلام، نظامِ تعلیم اور فرد کی اصلاح سے لے کر سماجی مسائل تک پھیلا ہوا ہے جس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے تہذیبی تشخص کو نسلِ نو تک منتقل کرنے کے لیے کتنے فکر مند ہیں۔

راشؔد صاحب کا یہ مجموعہ تقریر ایک طرف فرد کو ملک کا ذمہ دار شہری بنانے کا نصاب اپنے اندر سموئے ہوئے ہے تو دوسری طرف سکول کے طلبا و طالبات کے لیے تقریری مقابلہ جات کی ضرورت پوری کرتا نظر آتا ہے۔انھوں نے اپنے اس گلدستہ تقاریر کو منفرد اور برمحل اشعار سے مزین کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث کے حوالوں سے جو درجہ استناد عطا کیا ہے وہ یقیناً قابلِ داد ہے۔

وہ اپنی بات کی اہمیت واضح کرنے کے لیے عملی زندگی کی مثالوں کا استعمال کرتے ہیں۔ اتحاد کے بارے میں بیان کرتے ہوئے انھوں نے ستاروں سے کہکشاؤں کے بننے کی مثال دی

ہے۔ان کی مثالیں عناصر فطرت سے ماخوذ ہیں۔کہیں کہیں وہ انسانی تاریخ سے بھی مثالیں دیتے نظر آتے ہیں۔ان کا سب سے زیادہ انحصار سیرت النبیؐ سے اخذ شدہ مثالوں پر ہے۔

راشؔد صاحب کا طرزِ بیان استدلالی نوعیت کا ہے جس میں مذہب کے روحانی اثر و نفوذ کے ساتھ عقل و خرد کی روشنی کا عکس بھی جلوہ ریز ہے۔ان کا اسلوب سادہ اور رواں ہے۔اگر طلبا کی ذہنی سطح کو پیشِ نظر رکھا جائے تو یہ یقیناً مشکل اور پیچیدہ ہے کیوں کہ وہ عربی و فارسی کے الفاظ کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ان کی تحریر کی ایک اور صفت فصاحت ہے۔انھوں نے ایک ہی بات کو مختلف پیرائے میں بیان کر کے کلام میں جوش پیدا کیا ہے۔مختصر طور پر ان کا اسلوب شستہ، شائستہ اور شگفتہ الفاظ سے عبارت ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ موضوعات کا اس قدر وسیع اجتماع اور موزوں انتخاب راشؔد صاحب کی علم دوست اور خیر جُو شخصیت کا آئینہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ اصلاحِ نفس اور فلاحِ معاشرہ کا ضامن بھی ہے جس پر مصنف کلماتِ ستائش و تحسین کے مستحق ہیں۔اللہ پاک ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کی اس کاوش کو قبول سے ہم کنار کرتے ہوئے پذیرائی بخشے۔

ڈاکٹر نوید عاجز
صدرِ شعبہ
اردو گورنمنٹ فریدیہ گریجوایٹ کالج
پاک پتن

تقریظ اول

حافظ محمد اکرم راشد کا تعلق ایک علمی گھرانے سے ہے اور اپنی وراثت کو جو علم کی صورت انھیں اپنے آبا وٗاجداد سے ورثے میں ملی ہے، تشنگانِ علم کو منتقل کرنے کے لیے ہمیشہ مستعد رہتے ہیں۔ موصوف عارف والا کی ایک مرکزی مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اِن کا تحریری کام مختلف جرائد میں گاہے بگاہے چھپتا رہتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''نسیم سخن'' جو تقاریر کا مجموعہ ہے یہ ایک عظیم کام ہے۔ آپ کی ایک اور کتاب قبل ازیں ''نگارشاتِ راشد'' کے نام سے زیورِ طباعت سے مزین ہو کر منظرِ عام پر آ چکی ہے۔ آپ نے انتہائی محنت، لگن اور خدمتِ خلق کے جذبے سے سرشار ہو کر نسیم سخن (جو تقریروں کا مجموعہ ہے) کو عوام الناس کے لیے بالعموم اور طلبا کے لیے بالخصوص مدون کیا۔ تقریباً تقریروں کا یہ مجموعہ فی البدیہہ تحریروں پر مشتمل ہے جو موصوف کی اس فن سے کماحقہٗ آگہی پر شاہد ہے۔ ان میں سے اکثر تقریریں گزشتہ دور میں انعقاد پذیر ہونے والے سرکاری سطح کے مقابلہ جات میں پوزیشنیں حاصل کر چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے۔

میاں اظہر طارق وٹو
اسسٹنٹ کمشنر، عارف والا

تقریظِ دوئم

زیرِ نظر کتاب ''نسیم سخن'' نظروں سے گزری۔ یہ ایک مجموعہ تقریر ہے اور خدمتِ خلق کے جذبہ کے تحت اس کو مدون کیا گیا ہے۔ اس میں طلبا و طالبات کی ضروریات کو خصوصی طور پر پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ طلبا کے لیے ترغیبی انداز اختیار کیا گیا ہے۔ تقاریر میں اختصار اور جامعیت کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ گزشتہ ادوار میں مقابلہ جات میں متعدد مرتبہ پوزیشنیں حاصل کرنے والا حافظ محمد اکرم راشدؔ کا یہ مجموعہ تقاریر ''نسیم سخن'' آئندہ بھی ضرور کفایت کرے گا۔ اس میں موجود مواد تشنگانِ علم کی پیاس بجھانے میں ممد و معاون ثابت ہوگا۔ ایک جگہ پر اتنی تقاریر کا مل جانا ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔

حافظ محمد اکرم راشدؔ سے میرا دیرینہ تعلق ہے۔ یہ ایک علم دوست انسان ہیں۔ خاندانی شرافت اور علم کی بہاریں انھیں ورثے میں ملی ہیں۔ ان کی طبع میں حلم و بردباری ہے۔ اپنی تمام تر خصوصیات کو عوام الناس میں بالعموم اور طلبا میں بالخصوص منتقل کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ یہ دینی علوم کا حظِ وافر رکھنے کے ساتھ ساتھ ایم۔اے، ایم۔ایڈ بھی ہیں اور ایم۔اے عربی میں گولڈ میڈلسٹ بھی ہیں۔ آپ ایک گورنمنٹ ہائی سکول سے بطور رئیس مدرسہ ریٹائر ہوئے ہیں۔ فی الوقت جامع مسجد این۔ بلاک عارف والا میں بطور خطیب فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ عارف والا اور اس کے مضافات میں بطور خوش نویس بھی ان کی شناخت ہے۔ قبل ازیں ''نگارشاتِ راشدؔ'' کے نام سے مختلف مضامین و مقالات پر مشتمل ان کی کتاب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آچکی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کدو کاوش کو قبول فرمائے۔

رانا کوثر خاں
چیف ایگزیکٹو آفیسر (ایجوکیشن)
ڈسٹرکٹ ایجوکیشن اتھارٹی، پاک پتن

تقریظ سوئم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہِ الکریم

مُوصوف ایک علمی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ دینی علوم کے حوالے سے ان کے بزرگوں کی خدمات اظہر من الشمّس ہیں ۔ اِن کی کتاب ''نسیم سخن'' ایک علمی خزانہ ہے اِس میں طلبا و طالبات کے لیے متعدد تقاریر شامل کی گئی ہیں۔ جو اپنی نظیر آپ ہیں حافظ محمد اکرم راشؔد نے دیگر کتب اور مضامین سے خوشہ چینی کی بجائے فی البدیہہ مواد پیش کرنے کی مساعی جمیلہ کی ہے۔ اِن کی تحریر میں چاشنی اور ندرت ہے۔ اِن کی تقاریر جو''نسیم سخن'' کے نام سے زیورِطباعت سے مرصّع ومزیّن ہورہی ہیں عام قاری کے لیے بالعموم اور طلبا و طالبات کے لیے بالخصوص ممد ومعاون ثابت ہوں گی۔ ادارہ کے مقابلہ جات ہوں یا ضلعی اور ڈویژن لیول کے مقابلہ جات ''نسیم سخن'' میں شامل شدہ تقاریر کفایت کریں گی ۔ یہ طلباء کے لیے نعمت مترقبہ سے کم نہ ہے۔ موصوف کا ادبی دنیا میں ایک نام ہے اِن کو دیکھ کر متقدمین ادباء کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ دورانِ ملازمت بھی ادبی پروگرام کے حوالے سے محکمہ تعلیم میں اِن کی تحریریں محوِ گردش رہی ہیں۔ اور انعام واکرام کی حقدار گردانی گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اِن کو مزید ایسے شاہ پارے پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رانا محمد اظہر خاں

چیف ایگزیکٹو آفیسر (ایجوکیشن)

ڈسٹرکٹ ایجوکیشن اتھارٹی، رحیم یار خاں

وجہ تالیف

انسان ہر میدان میں عروج کا خواہاں دکھائی دیتا ہے۔ زوال نام سے خائف ہے، معاشی، معاشرتی، سیاسی یا روحانی میدان ہو خواہش اُس کی یہی ہوتی ہے کہ ان سب پر اُسی کا قبضہ ہو اور دیگر حضرات اِن میادین میں اُس کی دریوزہ گری کریں، تحریر ہو، تقریر ہو، خطابت ہو، کتابت ہو، سب میدان اپنے نام کرنا چاہتا ہے۔ لیکن یہ قانون قدرت ہے کہ ملتا وہی ہے جس کے لیے **لیس للانسان الا ماسعی** کے مصداق وہ جہدِ مسلسل کرتا ہے۔ انسانی شخصیت میں جو شعبے نکھار پیدا کرتے ہیں وہ خطابت اور تحریر ہیں، مقالات و خطابت میں، انسان اپنا مافی الضمیر یا تو اپنی زبان کی حرکت سے بیان کرتا ہے اور یا پھر قلم کو اذنِ خرام دے کر قرطاس ابیض پر کچھ رقم کر کے تخیلات و تصورات کو منصۂ شہود پر لا کر کرتا ہے۔ ایّام زیست و حیات کے طائر خوش الحان کو محو پرواز رکھنے کے لیے تحریر و تقریر کی فضائے خوشگوار کی اشد ضرورت ہے۔ اسی فضاء میں زندگی کی گاڑی بطریق احسن اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو سکتی ہے۔ ان حقائق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عوام النّاس کے لیے بالعموم اور طلباء کے لیے بالخصوص چند عنوانات پر مشتمل مضامین کا انتخاب کیا ہے جو طلباء میں فصاحت و بلاغت کے ساتھ ساتھ اُن کی معاشرتی زندگی میں بھی ممد و معاون ثابت ہوں گے۔ نیز ان کے لیے تحریر و تقریر کے میدان میں مہمیز ثابت ہوں۔ یہ چنگاری کافی عرصے سے اس وجودِ خاکی میں سلگ رہی تھی کہ کوئی تو ذریعہ ایسا سامنے آئے جس سے نونہالانِ وطن کے دماغ کے دریچوں کو جنبش دی جا سکے اور اُن کی تخلیقی صلاحیتوں کو اُجاگر کیا جا سکے۔ اِس میں جو خارجی عوامل میرے لیے مہمیز ثابت ہوئے وہ گورنمنٹ مڈل سکول نمبر 1 عاف والا اور مثالی زکریا سکول عارف والا کے در و دیوار ہیں۔ یہ جملہ تقاریر میں نے اپنے چار سالہ دورانیہ جو محترم محمد اصغر صاحب اور محمد سلیم صاحب پرنسپل صاحبان مثالی زکریا عارف والا کے ساتھ گزارا میں رقم کیں۔ اِن حضرات کے تعاون سے تحریر میں چاشنی پیدا ہوتی گئی اور میرا حوصلہ بڑھتا گیا۔ ان میں اکثر تقاریر ایسی ہیں جو مقابلوں میں شامل ہو کر امتیازی پوزیشن حاصل کر چکی ہیں۔ اِس وقت اگر میں پروفیسر محمد اکرام تائب صاحب کا ذکر نہ کروں تو انصاف نہ ہو گا۔ انہوں نے کتاب کی تدوین میں دامے،

درمے،قدمے، سخنے ہرلحاظ سے تعاون کی یقین دہانی بھی کروائی اور یہ حوصلہ افزاء ماحول بھی پیدا کیا نیز کتاب کی تصحیح ونظر ثانی میں شب وروز ایک کر کے اغلاط کی واضح نشاندہی کی،احباب کا جمِ غفیر میرے تحریری ذوق سے آشنا تھا اور گاہے بگاہے اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے مجھے متحرک کرتا رہتا تھا۔اس طرح ان کی کاوش بھی اس کتاب ''نسیم سخن'' کے منصۂ شہود پرآنے کا سبب بنی۔سید الف عین اللہ شاہ،حکیم غلام محی الدین،حکیم غلام دستگیر،نظام دین اور محمد شریف طیب صاحب اس سلسلے میں کافی پیش پیش رہے۔

اِس سلسلے میں اگر مرحوم حکیم محمد طفیل عابد جلالی ؔ کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ بہتر نہ ہوگا مرحوم میرے عم زاد تھے اللہ تعالیٰ انہیں جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔اُن کی تحریر میں ایک ندرت تھی۔اور میری تحریر کی مشاطگی میں اُن کا وافر حصّہ موجود ہے یہ شاید اُنہی کی رفاقت تھی جو میرے لیے عزت کا باعث بنی اور محترم برادران حاجی نیاز احمد،میاں سراج احمد بھٹی نے بھی کافی حوصلہ افزائی کی۔

المختصر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو تو تمام کوششیں بے کار ہو جاتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فضل اور میرے بزرگوں کی دعائیں شامل حال ہوئیں تو ناچیز اس اہل ہوا کہ یہ علمی ، ادبی سرمایہ پیشِ خدمت کر سکے۔

واضح رہے کہ پہلے مضامین اور تقاریر ایک ہی جلد میں طبع ہو رہے تھے۔اب تقاریر کو ''نسیم سخن'' کے عنوان سے علیحدہ طباعت کے مراحل سے گزارا جارہا ہے تاکہ قاری دونوں کتابوں کا مطالعہ آسانی سے کرسکے اور اس کی ضخامت طبع نازک پر بارِ گراں ثابت نہ ہو۔اس سلسلہ میں جناب ڈاکٹر نوید عاجز صاحب کی تجویز کارگر ثابت ہوئی۔اُن کا بھی کتاب کی مشاطگی میں حظِ وافر موجود ہے۔

خاکِ پائے صاحبدلاں

حکیم حافظ محمد اکرم راشد

خطیب محمدی مسجد،این بلاک،عارف والا

ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر

گورنمنٹ ہائی سکول 143 ای۔بی عارف والا

نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے
وہی جہاں ہے ترا جس کو تو کرے پیدا
یہ سنگ و خشت نہیں جو تری نگاہ میں ہے

علامہ محمد اقبالؔ

والدین کی عظمت

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر گفتگو کرنی ہے وہ ہے ''عظمتِ والدین''

صاحبِ صدر!

والدین ایک عظیم نعمت ہیں، ان کا وجود مسعود رحمت ہی رحمت ہے۔ ان کی موجودگی اولاد کے لیے باعثِ برکت ہے، ان کی رضاء میں اللہ کی رضا ہے، ان کی ناراضی میں خدا کی ناراضی ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ جس نے یہ دیکھنا ہو کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ راضی ہے یا ناراض تو وہ اپنے والدین کا چہرہ دیکھ لے اگر والدین خوش ہیں تو رب تعالیٰ بھی خوش ہے اگر والدین ناراض ہیں تو رب تعالیٰ بھی ناراض ہے۔

صدرِ محترم!

قرآنِ پاک میں نصِ قطعی سے ثابت ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرو، ان کا احترام کرو، اُن کے ساتھ اچھے طریقے سے گفتگو کرو، ان کو اُف تک نہ کہو، والدین ایک ایسی ہستی ہیں کہ یہ اولاد کا کبھی بھی بُرا نہیں سوچتے، ان کے لیے مشکلات برداشت کرتے ہیں، پریشانیوں کو سینے سے لگاتے ہیں، اُن کی اعلیٰ تعلیم وتربیت کا انتظام کرتے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

والدین کے چہرہ کو دیکھنا ایک عبادت ہے اللہ تعالیٰ مقبول حج کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ حدیث پاکؐ میں ہے کہ کسی شخص نے پوچھا کہ مجھ پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے آپؐ نے فرمایا کہ تیری ماں، پھر پوچھا گیا آپؐ نے فرمایا کہ تیری ماں، پھر پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ تیرا باپ۔

معزز سامعین!

ماں کے بارے میں کہا گیا کہ ''جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے'' ماں ایک ایسی نعمت غیر مترقبہ ہے کہ جس کا بدل دنیا میں ناممکن ہے۔ ماں آنکھوں کو طراوت بخشتی ہے، دل کو سکون بخشتی ہے،

روح کو تازگی بخشتی ہے۔قلب کو اطمینان کی دولت سے مالا مال کرتی ہے، ہمیشہ اولاد کے لیے اس کے ہاتھ بغرض دُعا بلند رہتے ہیں، شیر خوارگی سے لے کر تادم زیست اگر باحیات ہو تو خیر سگالی کے جذبات سے اس کا دل معمور رہتا ہے۔

یُوں مری اوقات سے بڑھ کر خدا سے مل گیا
جو نہ ملنا تھا مجھے ماں کی دُعا سے مل گیا

صدرِ ذی وقار!

والدین ایک ایسی عظیم ہستی ہیں کہ وہ زندگی عطا کرنے اور دنیا میں آنے کا سبب بنتے ہیں، انہی کے صدقے دنیا کی نعمتوں سے مستفیض ہونے کا موقع ملتا ہے، انہی کی وجہ سے کائنات کی رنگینیاں انسان کا مقدر بنتی ہیں۔

جنابِ صدر!

والدین اور اساتذہ کرام کا وجود نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں ہے۔ والدین زمین پر لانے کا سبب بنتے ہیں اور اساتذہ کرام زمین سے آسمان پر لے جانے کا سبب بنتے ہیں۔ انسان کے ساتھ ہر ایک طرف سے حسد کیا جا سکتا ہے لیکن اساتذہ اور والدین کبھی حسد نہیں کرتے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ جہاں بھی پہنچ جائے ہمارا شاگرد اور بیٹا ہے۔ اس کائنات رنگ و بو میں والدین کا وجودِ مسعود ایک عظیم نعمت ہے۔

بلندیوں کا بڑے سے بڑا نشان چھوا
اٹھایا گود میں ماں نے تب آسمان چھوا

والسلام

علم بڑی دولت ہے

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باﷲ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْن۔صَدَقَ اللہ الْعَظِیْم

صاحب صدر معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو! آج مجھے جس موضوع پر تقریر کرنے کا موقع فراہم کیا گیا ہے وہ ہے: ”علم بڑی دولت ہے“

صدرِ ذی وقار!

انسان حسن و جمال میں ایک دوسرے کے برابر ہوسکتا ہے، رنگ و روپ میں ایک دوسرے کے برابر ہوسکتا ہے۔ قد کاٹھ میں ایک دوسرے کے برابر ہوسکتا ہے، گفتار و رفتار میں ایک دوسرے کی برابری کرسکتا ہے تحریر و تقریر میں یکسانیت کا امکان ہے، مال و دولت میں ہم پلہ ہوسکتا ہے، سونے چاندی کے ڈھیر کے پیمانے برابر ہو سکتے ہیں، قوت و سطوت میں برابری ہوسکتی ہے لیکن علم ایک ایسی دولت ہے جس میں جاہل اور عالم برابر نہیں ہو سکتے جس کے ترازو کا پلڑا علم کے وزن سے بھاری ہو جاتا ہے پھر دنیا کی کوئی شے اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اس کے پلڑے کو اُوپر اٹھانا تو در کنار اس کی برابری کا تصور تک نہیں کر سکتا۔

معززسامعین!

یہ صرف میں نہیں کہہ رہا کہ علم بڑی دولت ہے، بلکہ تاریخ اسلام کی نامور ہستیوں نے کہا۔ صالحین نے کہا کہ علم بڑی دولت ہے، متقین نے کہا کہ علم بڑی دولت ہے، اولیاء نے کہا کہ علم بڑی دولت ہے، ابدال نے کہا کہ علم بڑی دولت ہے، قطب نے کہا کہ علم بڑی دولت ہے، غوث نے ہزاروں کے مجمعے میں پیغامِ توحید پہنچا کر کہا کہ علم بڑی دولت ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ نے اپنے آپ کو تپتی ریت پر لٹا کر کہا کہ علم بڑی دولت ہے، خبیب رضی اللہ عنہٗ نے خود کو سولی پر چڑھا کر کہا کہ علم بڑی دولت ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی شجاعت نے کہا کہ علم بڑی دولت ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کی سخاوت نے کہا کہ علم بڑی دولت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کی عدالت نے کہا کہ علم بڑی دولت ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی صداقت نے کہا کہ علم بڑی دولت ہے، حضرت محمد ﷺ نے ”رب زدنی علما“ کی صدا لگا کر کہا کہ علم بڑی دولت ہے، ان سب نے اس لیے کہا کہ خود

خدا نے قرآن میں نازل فرما کر کہا کہ علم بڑی دولت ہے۔

صدرِ ذی وقار!

جن ہستیوں نے علم کے حصول کی خاطر اپنے آپ کو وقف کر دیا وہ آسمانِ علم و دانش آفتاب نصف النہار کی طرح چمکے، دو جہاں کی نعمتیں، سعادتیں، فضیلتیں، عظمتیں سمٹ کر ان کے دامنِ تطہیر میں آ گئیں۔ حدیث سنانے والے محدث بنے تو علم سے، تحقیق کرنے والے محقق بنے تو علم سے، تفسیر بیان کرنے والے مفسّر بنے تو علم سے، فلسفے کی گتھیاں سلجھانے والے فلسفی بنے تو علم سے، ماہرِ نفسیات منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے تو علم سے۔

جنابِ صدر!

علم ایک ایسی قوت ہے کہ اس کی بدولت انسان شہرت عام اور بقائے دوام کا اعزاز حاصل کر لیتا ہے اور اس کا نام رہتی دنیا تک زندہ رہتا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، سر سید احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابغۂ روزگار ہستیوں کے نام محض علم و فضل کی بدولت زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

رہتا ہے نام علم سے زندہ ہمیشہ داغؔ
اولاد سے تو بس یہی دو پشت چار پشت

معزز حاضرین!

حضور اکرمؐ نے فرمایا رات میں ایک گھڑی علم کا پڑھنا پوری رات جاگنے سے بہتر ہے۔ آپؐ نے فرمایا:۔ علم عبادت سے بہتر ہے۔ پھر فرمایا گود سے لے کر گور تک علم حاصل کرو۔ آپؐ نے فرمایا:۔ علم حاصل کرنا نماز، روزہ، حج اور جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔ جہاں علم کے دنیوی فائدے ہیں وہاں آخرت میں بھی جو چیز کام آئے گی وہ علم ہی ہوگا، محبت رسولؐ ہوگی، معرفت ہوگی، شناخت ہوگی، شعور ہوگا کیونکہ اگر کوئی شخص علم جیسی صفات سے متصف ہوگا تو وہ اپنے تمام سوالوں کے جواب قبر میں بھی ، حشر میں بھی احسن طریقے سے دے سکے گا۔

جو پایہ علم سے پایا بشر نے
فرشتوں نے بھی وہ پایہ نہ پایا

جنابِ صدر!

نبی کریمؐ کے پاس ایک شخص کھڑا ہوتا ہے اور آپؐ کو اس کے بارے میں آگاہ کیا جاتا ہے کہ اس کی موت کا وقت قریب ہے صرف ایک ساعت باقی رہ گئی ہے۔ آپؐ اس شخص کو اس کی موت کی بابت آگاہ فرماتے ہیں تو وہ بیقرار ہو جاتا ہے عرض کرتا ہے یا رسول اللہؐ کوئی ایسا عمل بتائیے جو میرے لیے زیادہ مناسب ہو۔

آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ نفل ادا کرو، آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ ذکر کرو، آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ شبِ بیداری کرو، آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ جہاد کرو، آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ سر قلم کر دو، آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ صدقہ خیرات کرو، آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ نماز پڑھو حالانکہ نماز کی اہمیت جملہ عبادات میں اظہر من الشّمس ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا "اشتغل بالتعلم" علم حاصل کرنے میں مشغول ہو جاؤ، وہ شخص ایک ساعت کے بعد انتقال کر گیا۔ راوی نے کہا ہے کہ اگر علم سے افضل کوئی اور چیز ہوتی تو حضورؐ اس وقت میں اس کے کرنے کا حکم فرماتے۔ اس سے یہ بات مترشّح ہوتی ہے کہ علم سب سے بڑی دولت ہے اور سب سے زیادہ افضل ہے۔

معزز سامعین!

اس کائناتِ رنگ و بو میں جو رنگینیاں نظر آ رہی ہیں وہ علم و آگہی کی بدولت ہیں۔ علم کے حصول کی خاطر زندگی گزارنے والے شخص آسماں پر ستاروں کی طرح چمکتے ہیں، علم دوست عناصر پر مشتمل معاشرہ حقیقی فلاحی معاشرہ ہوتا ہے، ایسے معاشرہ کا ماحول امتیازی ہوتا ہے، ایسے معاشرے کے باسی اور مکین عروس گیتی کے گیسوؤں میں مشاطگی کی بدرجہ اتم صلاحیت رکھتے ہیں۔

اس وقت ہماری حکومت کی توجہ تعلیم کی طرف ہے جو قابل صد مبارکباد ہے، طلباء کی فیسیں معاف کر دی گئی ہیں، کتابوں کی فراہمی مفت کر دی گئی ہے طلباء کی حوصلہ افزائی کے لیے گاہے بگاہے مختلف وظائف کا اعلان کر دیا جاتا ہے، بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے طلباء کو انعامات سے نوازا جاتا ہے، تدریسی میدان میں اچھی کارکردگی کے حامل اساتذہ کرام کو خصوصی انعامات دیے جاتے ہیں، یہ ایک احسن قدم ہے۔ صحت مند گھر، صحت مند محلّہ، صحت مند معاشرہ، صحت مند قوم اور صحت مند ملک کے قیام اور استحکام کے لیے اس لازوال دولت سے مالا مال ہونا انتہائی ناگزیر ہے۔

والسلام

علم روشنی ہے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہارِ خیال کرنا ہے وہ ہے: ''علم روشنی ہے''

معزز سامعین!

علم روشنی ہے، علم نور ہے علم ایک خزانہ ہے، یہ ایسے جملے ہیں کہ جو ان کے مفہوم کو اپنے ذہن کے دریچوں میں، قلب و اذہان کے کونے کھدرے میں جگہ دے وہ یکتائے روزگار بن جاتا ہے۔ علم کی روشنی جہالت کی تاریکی کا خاتمہ کر دیتی ہے اور علم کی ناخدائی سے بحرِ جہالت میں ہچکولے کھانے والی ناؤ کو کنارے لگانے میں کامران ہو جاتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

جہاں علم کی روشنی کی کرنیں پہنچیں وہ سرزمین بقعۂ نور بن گئی، وہ خزاں رسیدہ دل و دماغ بہار آشنا ہو گئے، وہ پژمردہ شعور، شعوری دنیا کے حکمران بن گئے، وہ خس و خاشاک پیدا کرنے والی سرزمین حاملِ گل و گلزار ہو گئی، منحوس تصور کیے جانے والے بوم جو جہالت کا مرقّع تھے اُن کا وجود عنقا ہو گیا، علم کے شاہینوں نے قصرِ سلطانی کے گنبد کو چھوڑ کر جبالِ شامخہ میں اپنا مسکن بنانا شروع کر دیا۔ علم کے طائر لاہوتی نے اپنی پرواز بلند کرنا شروع کر دی۔

صدرِ محترم!

علم واقعی ایک روشنی ہے جس گھر میں اس کی قندیلیں روشن ہوں وہ گھر اعلیٰ و ارفع ہوتا ہے، جس معاشرے میں صاحبِ علم حضرات موجود ہوں وہ معاشرہ صحت مند معاشرہ کہلاتا ہے، جس قوم میں اربابِ علم و دانش موجود ہوں وہ قوم دیگر اقوام سے بدر جہا بہتر ہوتی ہے، وہ ملک کے ماتھے کا جھومر ہوتی ہے، وہ اپنی سلطنت کے لیے رحمت ہوتی ہے وہ قوم اللہ کا ایک انعام ہوتی ہے، اُس قوم کے افراد آسمانِ علم و دانش کے درخشندہ و تابندہ ستارے ہوتے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

علم ایک ایسا نور اور روشنی ہے جس سے جہالت کے اندھیرے دور ہوتے ہیں اور انسان کے دل و دماغ عرفان و آگہی سے منور ہوتے ہیں، علم کی بدولت انسان حق و باطل اور خیر و شر میں فرق کرنا سیکھتا ہے، علم کی بدولت دل و دماغ کی خوابیدہ صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں اور علم ہی کی وجہ سے انسان کے رہن سہن اور طرز زندگی میں تہذیب و شائستگی پیدا ہوتی ہے، اس میں تعصب اور تنگ نظری کی بجائے فراخ دلی اور رواداری، خودغرضی کی بجائے ایثار، غرور و نخوت کی بجائے عجز و انکسار حرص اور لالچ کی بجائے صبر و قناعت، حسد کی بجائے محبت اور اخوت جیسے اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔

جنابِ صدر!

علم ایک ایسی قوت اور روشنی ہے جس کی بدولت انسان شہرت عام اور بقائے دوام کا اعزاز حاصل کر لیتا ہے اور اس کا نام رہتی دنیا تک زندہ رہتا ہے۔ ارسطو، بقراط، افلاطون، بوعلی سینا، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، سر سید احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ جیسے ناموروں کے نام آج محض علم و فضل کی بدولت زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ رہیں گے ان کے فیض کا سلسلہ آج بھی جاری ہے اور جاری رہے گا۔

رہتا ہے نام علم سے زندہ ہمیشہ داغؔ
اولاد سے تو بس یہی دو پشت چار پشت

صدرِ محترم!

علم ایک نور ہے۔ قرآنِ پاک نے جہاں آدم علیہ السلام کے مسجودِ ملائکہ ہونے کا ذکر کیا ہے وہاں یہ بھی ذکر کیا کہ اس کا سبب علم و حکمت کی مستنیر کرن تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو علم اشیاء سے نوازا۔ جہاں طالوت کی بادشاہت کا ذکر کیا وہاں اس کا راز یہ بتایا کہ یہ بادشاہت بھی علم و آگہی کا سبب تھی، فرمایا اسے علم اور جسم میں خوب کشادگی عطا کی، اگر یوسف علیہ السلام کے سیاہ و سفید کے مالک ہونے کی بات ہوئی تو وہاں ذکر علم و دانش کا ہی ہوا۔ ان جملہ آیات ربّانی سے یہ بات مترشّح ہوتی ہے کہ علم کے نور اور روشنی کا ہالہ جہاں بھی پہنچا وہاں کے ذرّے ذرّے کو منور کر دیا۔

جنابِ صدر!

علم شرفِ انسانیت کا موجب، قیادت قوم کا سبب اور تسخیر ارض و سماء کا ذریعہ ہے۔ علم سے

ہی جبالِ شامخہ کی سینہ شگافی کی جارہی ہے،علم سے ہی ہمارے ہوا باز فضاء میں قلابازیاں لگارہے ہیں علم سے ہی ہمارے گلستان ہستی میں بہار آچکی ہے،علم سے ہی ہمارے کھیت وکھلیان لہلہارہے ہیں،علم سے ہی ہمارے مسیحا خدمتِ خلق میں مصروف ہیں،علم کی روشنی سے ہی ہمارے ہسپتال ویران ہیں،علم کی روشنی سے ہی ہمارے کھیل کے میدان آباد ہیں،علم سے ہی ہمارے واعظ کی دستار کا شملہ اونچا ہے،علم سے ہی ہمارے قاضی ومنصف کے دلائل میں وزن ہے،علم کی روشنی سے ہی ہمارے معلم کے طریقہ تدریس میں تاثیر ہے،علم ہی کی بدولت ہرسو بہار ہی بہار ہے۔

معزز سامعین!

صرف میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ علم ایک روشنی ہے،علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مغرب کی یخ بستہ راتوں میں تہجد کے نفل ادا کرکے کہا کہ علم ایک روشنی ہے،طارق بن زیاد نے اندلس کے ساحل پر کشتیوں کو جلا کر کہا کہ علم نور ہے،ابنِ خلدون نے مقدمہ ابنِ خلدون لکھ کر تاریخ رقم کرکے کہا کہ علم روشنی ہے،جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُخوت کی آواز اٹھا کر کہا کہ علم ایک روشنی ہے،داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ،فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ،خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے توحید و رسالت کی آواز لگا کر کہا کہ علم ایک روشنی ہے،حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ،حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ،حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ،حضرت انس رضی اللہ عنہ نے صفہ کے چبوترے پر سبق سنا کر کہا کہ علم ایک روشنی ہے،حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں نیزوں کے سائے میں سجدہ ادا کر کے کہا کہ علم ایک روشنی ہے،منصور نے سولی پر چڑھ کر کہا کہ علم ایک روشنی ہے،ہاں ہاں تو صاحبِ صدر حضرت محمدؐ نے رب زدنی علما کی صدا لگا کر کہا کہ علم ایک روشنی ہے۔

صدرِ ذی وقار!

آج ہم اگر اپنا سر فخر سے بلند کرنا چاہتے ہیں،آج ہم اگر دیگر اقوام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا چاہتے ہیں،آج اگر ہم معاشی طور پر،اقتصادی طور پر،روحانی طور پر مضبوط ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں علم وحکمت کے آفتاب و ماہتاب سے اپنے گھر کے آنگن کو روشن کرنا پڑے گا۔

جو پایہ علم سے پایا بشر نے
فرشتوں نے بھی وہ پایہ نہ پایا

والسلام

خدمتِ خلق

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''خدمت خلق''

صاحب صدر!

خدمت خلق ایک ایسا جذبہ ہے جس سے معاشرہ میں اخوت، ہمدردی اور بھائی چارہ کار جحان پروان چڑھتا ہے، مرجھائے ہوئے چہرے کھل اُٹھتے ہیں، افسردہ دلوں میں خوشی ومسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

صدرِ ذی وقار!

خدمتِ خلق کا جذبہ رکھنے والا شخص کبھی حالات کے تھپیڑوں سے گھبراتا نہیں، جملہ امور کی انجام دہی سے سرخرو ہوتا ہے، پژمردہ دلوں کی ہمدردیاں اس کے ساتھ ہوتی ہیں اور یوں وہ ہر میدان میں کامیابی وکامرانی کے گھوڑے دوڑاتا ہوا آگے بڑھتا جاتا ہے۔

جنابِ صدر!

خدمتِ خلق حقوق العباد میں سے ہے، اور حقوق العباد کی ادائیگی اسلامی عبادات کا ایک اہم جزو ہے، حقوق اللہ کی معافی کا امکان بہر حال موجود ہے لیکن حقوق العباد کی ادائیگی کے بارے میں بازپرس ہوگی۔

صاحبِ صدر!

خدمتِ خلق کے لیے انفاق فی سبیل اللہ کی عظیم صفت سے متصف ہونا انتہائی ناگزیر ہے،

مال خرچ کرنے سے عوام النّاس کے قلوب میں مخیّر حضرات کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور یوں محبت کی فضاء پروان چڑھتی رہتی ہے۔

جنابِ صدر!

خدمتِ خلق کے مختلف انداز ہوتے ہیں، والدین کی خدمت، اساتذہ کی خدمت، ضعیف حضرات کی خدمت، کمزوروں اور ناداروں کی خدمت، بے کسوں اور کسمپرسوں کی خدمت، اصدقاو اقربا کی خدمت، ہمسائیوں اور عزیزوں کی خدمت، یہ سب خدمت خلق سے ہی ہے۔

لیکن جنابِ صدر!

وہ لوگ قسمت کے سکندر ہیں، مقدر کے دھنی ہیں جو طلباء کی خدمت کرتے ہیں، تو ان کے علمی میدان میں تحصیل علم کے راستے میں آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں، ان کی دامے، درمے، سخنے ہر لحاظ سے مدد کرتے ہیں، اور ان کے عروج میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

جنابِ صدر!

مخیّر اور سخی حضرات کا جس طرح دنیا میں مقام و مرتبہ ہے اسی طرح آخرت میں بھی وہ اعلیٰ و ارفع مقام پر وہ متمکن و فائز ہوتے ہیں مخیّر حضرات زندگی میں بھی مسرت و شادمانی کی بہاریں لوٹتے ہیں اور آخرت میں بھی حور و غلمان ان کے منتظر رہتے ہیں۔ فرمان رسالت مآبؐ ہے۔

بخیل ارچہ باشد زاہد بحر و بر
بہشتی نہ باشد بحکم خبر

آخر میں ان لوگوں کے لیے دعا گو ہوں جنھوں نے طلبا کی معاونت فرمائی اور ان کو علم و معرفت کی شاہراہ پر گامزن کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔

والسلام

رواداری

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کی سعادت حاصل ہو رہی ہے وہ ہے: ''رواداری''

جنابِ صدر!

رواداری ایک ایسی اخلاقی صفت ہے، ایک ایسی صفتِ صالحہ ہے، ایک ایسی عادتِ حسنہ ہے۔ جو اس صفت سے متصف ہوتا ہے۔ اس کے خیالات پاکیزہ ہو جاتے ہیں، اس کے تصورات میں ہم آہنگی ہو جاتی ہے۔ اس کی نشست و برخاست اور قیام وقعود میں توازن پیدا ہو جاتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

رواداری سے گلشنِ ہستی میں بہار آ جاتی ہے، قوت رواداری سے طائرِ غور و فکر کی اڑان بلندی پر ہوتی ہے۔ رواداری کا مظاہرہ کرنے والے افراد معاشرے کے ماتھے کا جھومر ہوتے ہیں، رواداری کے شجر بار آور کے نیچے اُگنے والا نہال بھی انفرادی خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔ رواداری کے گلشن میں خس وخاشاک نہیں اگتے سودمند خودرو پودوں کا اضافہ ہوتا ہے۔

جنابِ صدر!

رواداری ایک انسان کی دوسرے انسان سے محبت کا نام ہے، ایک فرد کا دوسرے فرد سے خوشگوار رابطے کا نام ہے، ایک شخص کی دوسرے شخص کے ساتھ پائیدار شناسائی کا نام ہے، روادار لوگوں سے ہر کوئی قربت کا متمنی و آرزومند ہوتا ہے، رواداری کا مظاہرہ کرنے والے افراد میدانِ اخوت ومودّت کے شاہسوار ہوتے ہیں۔ رواداری کا مظاہرہ کرنے والے افراد جہاں کہیں بھی ہوتے ہیں، آفتاب و ماہتاب کی طرح نور فشاں رہتے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

رواداری صرف یہ نہیں کہ ظاہری اعضاء اس کی نشاندہی کریں۔ ظاہری اعضاء کی حرکت کو دیکھ کر اندازہ لگایا جائے کہ شخص روادار ہے، چہرے کی بشاشت اور چمک کو دیکھ کر باور ہو جائے

کہ یہی رواداری ہے، کسی شخص کی نشست و برخاست سے یہ اندازہ لگانے میں دیر نہ لگے کہ رواداری اس کو کہتے ہیں، وہ شخص ہر دلعزیز ہے اس لیے رواداری کی جملہ خصوصیات کا حامل ہے۔

صدرِ محترم!

حقیقی رواداری یہ ہے کہ جذبات کا اظہار ظاہری اور باطنی طور پر یکساں ہو، رواداری کا اظہار تصنّع اور بناوٹ سے مبّرا ہو، ملمعّ کاری کا شائبہ تک نہ ہو، نمود و نمائش اور ریا کاری نام کی کوئی چیز نہ ہو، رواداری کی حقیقی صفت سے متصف شخص ملک و قوم کا ایک عظیم سرمایہ ہوتا ہے۔

جنابِ صدر!

رواداری دراصل ایسی نیکی کا نام ہے، جو دنیا میں بھی فلاح کا باعث ہو اور اخروی زندگی میں بھی نامۂ اعمال میں وزن پیدا کرے، یہ ایک ایسی نیکی ہے جس سے مدمقابل کو قلبی و ذہنی طمانیت نصیب ہوتی ہے، رواداری گھر میں ہو تو گھر جنت کا نمونہ بن جاتا ہے، رواداری گلشنِ معاشرہ میں ایسا پھول کھلانے کا سبب بنتی ہے جس کے گرد و نواح کی فضا معطر ہو جاتی ہے۔

صدرِ محترم!

رواداری کے زیور سے جو مرصعّ و مزیّن ہوتا ہے، رواداری کی خلعتِ فاخرہ جس نے زیب تن کی ہوتی ہے۔ رواداری کا تاج جس نے اپنے سر پر سجایا ہوتا ہے، بحرِ رواداری میں جس نے ناخدائی کا فریضہ سرانجام دیا ہوتا ہے۔ رواداری کی تاثیر جس کی روح تک اثر کر چکی ہوتی ہے، تو جنابِ انسانیت اس پر ناز کرتی ہے۔

جنابِ صدر!

قرآن کے حکم ''پرہیز گاری اور نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو نافرمانی اور گناہوں کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو'' کی رو سے رواداری ویسے ہی نیکی ہے اور یہ ایک ایسی نیکی اور بھلائی ہے کہ دیگر حسنات اور مصالح کے سوتے اسی سے پھوٹتے ہیں۔ اس انارکی، پریشانی، اقربا پروری، رشوت ستانی کے دور میں جو نفرتوں اور دشمنیوں کا دور ہے رواداری کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

والسلام

سیدنا صدیقؓ اکبر کا مقامِ عشقِ رسولؐ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لا تحزن ان اللہ معنا

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو! آج مجھے جس عنوان پر لب کشائی کرنی ہے وہ ہے:''سیدنا صدیق اکبر کا مقامِ عشقِ رسول''

نبیؐ کا اور خدا کا مدح گو صدیقؓ اکبر ہے
نبیؐ صدیق اکبر کا، خدا صدیقؓ اکبر کا
لٹایا راہِ حق میں گھر کئی بار اس محبت سے
کہ لٹ لٹ کر حسؔن گھر بن گیا صدیقؓ اکبر کا

صدرِ ذی وقار!

عقل سے ماوراہو کر کسی کو چاہے کا نام عشق ہے۔عشق محبت کی انتہاء کو کہتے ہیں، جہاں محبت کی انتہا ہوتی ہے وہاں سے عشق کی ابتداء ہوتی ہے۔کوئی کسی سے مالی منفعت کے حصول کے لیے عشق کرتا ہے،کسی کی محبت کی انتہا سیم وزر کے لیے ہوتی ہے،کسی کا عشق دنیاوی غرض وغایت کے لیے ہوتا ہے۔کسی کے جسم وجان سے اُٹھنے والی محبت کی مہک جیسے ہی خواہش کی تکمیل ہوئی، ختم ہوتی ہے۔

صدرِ ذی وقار!

عشق ومحبت کا معیار ہر ایک کا اپنا ہی ہوتا ہے۔شاگرد استاد سے جب عشق کرتا ہے تو اس کی حصول علم کے راستے میں آنے والی جملہ رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں۔اس کے دماغ کے آنگن میں علم وحکمت کے پھول کھلنا شروع ہو جاتے ہیں، اس کے گلستانِ علم وادب میں بہار آجاتی ہے، مرید

جب اپنے پیر سے محبت کرتا ہے تو اس کے لیے سلوک کی منازل آسان ہو جاتی ہیں۔

معزز سامعین!

اسی دنیا و مافیہا میں ایک ایسی ہستی ہے جس نے اولاد سے محبت نہیں کی، جس نے مال و زر سے محبت نہیں کی، جس نے دنیا کی دل لبھانے والی اشیاء سے محبت نہیں کی، جس نے فضاؤں کی سرسراہٹ سے محبت نہیں کی، جس نے آبشاروں کی گڑگڑاہٹ سے محبت نہیں کی، جس نے گلستانوں میں مرغ نغمہ خوانوں سے محبت نہیں کی جس نے فضاء میں محو پرواز ہما و شاہباز سے عشق و محبت کی پینگیں نہیں بڑھائیں۔

صاحبِ صدر!

جس نے حور و قصور سے محبت نہیں کی جس نے ماں باپ سے بھی عشق و محبت نہیں کی، جس نے اپنے جسم و جان سے بھی اتنی محبت نہیں کی جتنی آمنہ کے لال سے محبت کی جتنی مدینے کے تاجدار سے محبت کی، جتنی سرورِ دو جہاں سے محبت کی، جتنی نبی آخر الزماںؐ سے محبت کی۔

صاحبِ صدر!

یہ کون ذات تھی، یہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے، یہ **ان اللہ معنا** میں شامل تھے، یہ رسولؐ کے جاں نثار ساتھی تھے، یہ نورِ مجسمؐ کے وفا شعار دوست تھے، یہ شبِ اسریٰ کے دولہا کے غمگسار رفیق تھے، یہ تاجدارِ صداقت تھے۔

معزز سامعین!

حضورؐ معراج سے واپس تشریف لائے کفار نے تکذیب کی، آپ رضی اللہ عنہ نے تصدیق کی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرمؐ کے یارِ غار کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صدیق بلکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ کو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نبی کریمؐ سے والہانہ محبت اتنی پسند آئی کہ انبیاء کرام علیہ السلام کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے مرتبے کو سب سے بلند کر دیا۔

رسل اور انبیا کے بعد جو افضل ہو عالم سے
یہ عالم میں ہے کس کا مرتبہ، صدیقؓ اکبر کا

والسلام

کتاب بہترین ساتھی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کرنی ہے وہ ہے: ''کتاب بہترین ساتھی''

صدرِ ذی وقار!

کتابوں سے محبت عظیم لوگوں کا شیوہ ہوتا ہے، کتابوں سے محبت کرنے والا آسمانوں کی بلندیوں پر پرواز کرتا ہے، کتابوں کا مطالعہ کرنے والا کبھی تنہائی کا شکار نہیں ہوتا، کتب بینی ایسا شوق وذوق ہے جس سے جہالت کے بادل چھٹ جاتے ہیں اور مطلع دل و دماغ پر صاحبِ علم و دانش کا آفتاب و ماہتاب چمکنا شروع ہو جاتا ہے۔

جنابِ صدر!

کتب کی رفاقت ایک ایسی رفاقت ہے کہ جو اپنے ہم نشیں کو بھی تنہائی کا شکار نہیں ہونے دیتی، جو اپنے ہم نشیں کے دل میں خلوتوں اور تنہائیوں کی وحشت کو ختم کر کے محبت و مودّت کے شگوفے کھلاتی ہے، کتب کے مطالعہ سے تاریخِ عالم پڑھنے کا موقع ملتا ہے۔قوموں کے عروج وزوال سامنے آتے ہیں،قوموں کی معاشی،اقتصادی،سیاسی اور روحانی زندگی سے آشنائی ہوتی ہے۔

محترم صدر!

تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ مسلمانوں کو کتب بینی و مطالعہ میں ہمیشہ ایک امتیازی مقام حاصل رہا ہے، مسلمانوں نے ہمیشہ کتابوں سے محبت کی ہے، دسمبر کی زمستانی ہوائیں ہوں، یا جون کی تڑپا دینے والی دھوپ، وقت عصر ہو یا رات کا پچھلا پہر، تدریسی اسباق کی تیاری ہو یا ممبر

رسول پر وعظ کے لیے تقریر کی تیاری، کسی امتحان کی تیاری کرنی ہو یا فکرِ آخرت کی تیاری کتب ہائے خیر سے ذی شعور اور ذی فہم و فراست افراد کی دوستی مثالی رہی ہے۔

جنابِ صدر!

اچھی کتاب ایک بہترین سرمایہ ہوتی ہے۔ دنیا و آخرت کی ساتھی ہوتی ہے، ایک مفکر کا قول ہے" کچھ کتابیں محض چکھنے کے لیے ہوتی ہیں، کچھ نگلنے کے لیے اور صرف چند کتابیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں خوب چبانا اور ہضم کرنا ہوتا ہے، اور انھی کتابوں کی دوستی دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضامن ہوتی ہے۔ کتاب کی دوستی سے مراد علم دوستی ہوتی ہے اور علم دوست انسان گلستانِ ہستی کے رنگا رنگ پھول، صحت مند معاشرے کے ماتھے کا جھومر، بیمار انسانیت کے مسیحا، مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے والے لوگوں کے لیے رفعت و رحمت اور جہالت کے بحرِ بیکراں میں ہچکولے کھاتی ہوئی ناؤ کے ناخدا ہوتے ہیں۔

معزز سامعین!

کتب بینی کا خوگر علم دوست ہی ہوسکتا ہے، کتب بینی سے قاری کی گود علم و معرفت کے خزانے سے بھر جاتی ہے، اس کا دامن دانش و آگہی کے آبِ زلال سے تر ہو جاتا ہے، اس کا ساتھ اسے ابدی زندگی بخشتا ہے۔ بہترین کتاب آخرت کی تیاری میں مدد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ کتاب کا مطالعہ کردار سازی میں اہم کردار ادا کرتا ہے، مطالعہ کا مشغلہ انسان کے لیے نفاست، لطافت، لیاقت اور عبادت کے مواقع فراہم کرتا ہے، مطالعہ کا عادی شخص کئی خباثتوں سے محفوظ و مامون رہتا ہے۔ کتابیں دانش و حکمت کا سرچشمہ ہیں۔

کتابوں میں دنیا کی دانش بھی ہے
اُلوہی اجالوں کی بارش بھی ہے

صدرِ ذی وقار!

جس نے کتاب سے دوستی کی کتاب نے اس کا حق ادا کر دیا۔ ابنِ خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب سے دوستی کر کے مقدمہ ابنِ خلدون تصنیف کی، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب

سے تعلق پیدا کر کے انفاس العارفین لکھی، محی الدین رحمۃ اللہ علیہ ابن عربی نے کتاب سے ناتا جوڑا تو فصوص الحکم لکھی، داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب سے دوستی کی تو کشف المحجوب لکھی، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب سے ناتا قائم کیا تو گلستان اور بوستان لکھیں، حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کتب سے رشتہ ناتا جوڑا تو پیامِ مشرق اور ارمغانِ حجاز تصنیف کیں۔ الغرض جس جس نے بھی کتاب سے تعلق قائم رکھا اللہ تعالیٰ نے اسے میدان علم و دانش کا شاہسوار بنا دیا، آسمانِ علم و آگہی کا آفتاب و ماہتاب بنا دیا۔ کائنات میں ایک مقام عطا فرما دیا، ملک و قوم کے لیے ایک نابغۂ روزگار ہستی بنا دیا اور پھر ان تصنیفات نے انہیں دنیا کا امام بنا دیا۔ وہ کتب کے ساتھ ہمنشینی کی بدولت دنیا میں شمس و قمر بن کر چمکے۔

محترم صدر!

کتاب سے دوستی جینے کا ڈھنگ سکھاتی ہے، کتاب سے دوستی قوموں کی زندگی کے نشیب و فراز سے آگاہ کرتی ہے، ایک اچھی کتاب انسان کی مشکلات میں اس کی مدد کرتی ہے اور پریشانیوں میں اس کی دلداری کا سامان مہیا کرتی ہے، افکار و آلام کے ہجوم میں کتاب انسان کے ذہنی سکون اور تفریح طبع کا بہترین ذریعہ ہے۔ معروف انگریز مصنف سمرسٹ ماہم کا خیال ہے کہ مطالعہ کی عادت اختیار کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے گویا دنیا جہان کے دکھوں سے بچنے کے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ تیار کر لی ہے۔

معزز سامعین!

کتب بینی ذہنی تسکین کے علاوہ انسانی قلب و دماغ کو بھی منور کرتی ہے، کتابیں ہمیں بصیرت عطا کرتی ہیں۔ خیالات میں وسعت پیدا ہوتی ہے، علم میں اضافہ ہوتا ہے، عقل و دانش کی تکمیل ہوتی ہے، اخلاق کی اصلاح ہوتی ہے۔ کتاب ایک ایسی معلم ہے جو بلا معاوضہ اور بلا خوف و خطر انسان کو تعلیم دے کر اس کے ذہنی افق کو روشن اور وسیع کرتی ہے۔

صدرِ ذی وقار!

کتاب کے اجتماعی اثرات کی اہمیت اور بھی زیادہ ہے، اقوام عالم کی تاریخ گواہ ہے کہ جس نے کتاب سے اپنے تعلق کو بحال رکھا دنیا کی بادشاہت، مال و دولت، ہیرے جواہرات لونڈی بن

کر اس کے گھر کی دہلیز پر آ گئے، بعض کتابیں تو ایسی تھیں جنھوں نے قوموں کی تاریخ ہی بدل ڈالی، قرآنِ پاک جیسی عظیم کتاب نے عرب کے جاہلوں اور گنواروں کو اپنے دور کی بہترین اور ترقی یافتہ قوم بنا دیا، اس نے ان کے اندر ہمت، جرأت، بلند اخلاق اور جہاں بینی پیدا کر دی کہ قیصر و کسریٰ کے ایوان بھی لرز اُٹھے۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

صدرِ محترم!

ڈاکٹر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ قرطبہ کی جامع مسجد میں نماز ادا کر رہے ہوں، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اصلاح قوم کے لیے غور و خوض میں مصروف ہوں، سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ معرکہ بالاکوٹ میں مسلح موجود ہوں، سید مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دین الٰہی کے نام پر فتنہ و فساد کی بھیانک صورتحال سے نمٹنے کے لیے کمر بستہ ہوں، طارق بن زیاد اندلس کے ساحل پر کشتیاں جلانے میں مصروف ہو، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی معرکتہ الآرا کتاب احیاء العلوم کا دیباچہ رقم کر رہے ہوں، حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نوے لاکھ مسلمانوں کو کلمہ پڑھا رہے ہوں، داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے محراب کی سمت کا صحیح تعین کر رہے ہوں، بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، شہدائے کربلا و بدر و حنین، خلفائے راشدین کفر و شرک کی جڑ کاٹ کر توحید و رسالت کے جھنڈے گاڑ رہے ہوں، ہاں ہاں صاحبِ صدر خواہ حضرت محمدؐ اپنی نبوت کا اعلان فرما رہے ہوں سب کے سب کتاب ہی کے مرہونِ منت ہیں اور وہ کونسی عظیم کتاب ہے۔ وہ کتاب قرآن پاک ہے۔ قرآن اگرچہ اللہ کا کلام ہے لیکن پھر بھی کتاب کے نام سے موسوم ہے اور جس نے بھی اس کے ساتھ محبت کی دین و دنیا کی بھلائیاں سمٹ کر اس کے قدموں میں آ گئیں۔ کتاب واقعی ایک بہترین ساتھی ہے اگر معیاری ہو۔

ہم نشینی اگر کتاب سے ہو
اس سے بہتر کوئی رفیق نہیں

والسلام

جھوٹ کے نقصانات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صاحبِ صدر اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع ملا ہے وہ ہے: ''جھوٹ کے نقصانات''

معززسامعین!

جہاں تک کذب بیانی کے نقصانات کا تعلق ہے تو وہ تو شمار سے باہر ہیں چند ایک ہوں تو انہیں احاطہ تحریر میں لایا جا سکتا ہے لیکن ان کی تعداد ریت کے ذرّوں اور سمندری پانی کے قطروں سے بھی زیادہ ہو تو پھر ان کی گنتی مشکل بھی ہے اور ناممکن بھی اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ جھوٹا انسان نہ صرف خود اپنے جھوٹ کی نجاست سے تن، من، دھن کو ناپاک اور غلیظ کرتا ہے بلکہ اس کے جھوٹ کی غلاظت سے اٹھنے والی گھن محلے، معاشرے اور قوم کے خوشگوار ماحول کی پر فضا رونق کو بھی مکدر کر دیتی ہے۔ وہ اپنا اعتماد کھو دیتا ہے، اپنی سماجی زندگی کا حلیہ (بگاڑ لیتا ہے) احباب، اصدقا اور عزیز و اقارب میں اس کی حیثیت مرد بیمار کی سی ہو جاتی ہے۔

صدرِ ذی وقار!

نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمان میں دیگر عیوب پیدا ہو سکتے ہیں لیکن سچا مسلمان کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ آپؐ نے منافقین کی علامتوں میں سے ایک اہم علامت جھوٹ بتائی ہے، بلکہ ایک مقام پر یہ بھی ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کا جھوٹ ثابت ہو جائے تو پھر اس کی گواہی قبول نہیں ہو سکتی۔ یہ اس کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ایک واقعہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے اور وہ بالکل عینی گواہ ہے لیکن جھوٹا ہونے کی بنیاد پر اس کی عینی گواہی بھی قابلِ قبول نہیں ہے۔

معزز حاضرین!

جھوٹے آدمی کی جہاں دنیا برباد ہو جاتی ہے وہاں اُخروی اور ابدی زندگی کی آسائشوں سے بھی وہ محروم ہو جاتا ہے۔ وہ ہستی جو حشرات الارض کو پتھروں کے اندر بھی روزی دیتی ہے۔ وہ ذات جو خالق کائنات ہے، جو سمندروں کی تہوں میں رہنے والے آبی جانوروں کے لیے بھی خورد و نوش کا سامان فراہم کرتی ہے، فضاؤں میں محوِ پرواز طیور کے رزقِ وافر کا اہتمام کرتی ہے۔ جب کسی کی سب امیدیں دم توڑ جائیں تو اس کی امید بندھاتی ہے۔ وہ ہستی جو ماں سے بھی ستر گنا زیادہ اپنے بندے سے پیار کرتی ہے، وہ ہستی جو اپنے گنہگار بندے کی پکار پر ایک نہیں دو دو مرتبہ لبیک کہتی ہے۔ لیکن یہی ذات بابرکات ایک جھوٹے پر لعنت بھیجتی ہے اور وہ پوری زندگی ملعون بن کر گزارتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

تاریخ گواہ ہے جس نے جھوٹ بولا اس کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا، شداد نے جھوٹ بولا، فرعون نے جھوٹ بولا، نمرود نے جھوٹ بولا، سب کے سب صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے۔ جھوٹ ہر ایک کیلئے نقصان دہ ہے لیکن ایک معلم کے لئے اور بھی نقصان دہ ہے۔ اس نے ایک نسل تیار کرنی ہوتی ہے، کسی نے معلم بننا ہوتا ہے، کسی نے سرحدوں کا محافظ بننا ہوتا ہے، کسی نے قانون دان بننا ہوتا ہے، کسی نے منصب قضاۃ پر متمکن ہونا ہوتا ہے، کسی نے انتظامی عہدوں پر فائز ہونا ہوتا ہے کسی نے مبلغ بننا ہوتا ہے، کسی نے منصف بننا ہوتا ہے۔ اگر اس کے خمیر میں جھوٹ کی آمیزش ہوگی تو اس کی پوری زندگی گہنا جائے گی اور وہ جھوٹ کو ہی پروان چڑھاتا جائے گا۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ جھوٹ کی اور جھوٹے کی ہر صورت میں حوصلہ شکنی کی جائے۔

والسلام

سیرت النبی محمد مصطفےٰ ﷺ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو! آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع مل رہا ہے وہ ہے: ''سیرت النبی محمد مصطفےٰ ﷺ''

محترم صدر!

آج سے چودہ سو سال پہلے کائنات گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں مستور تھی۔ ہر طرف جبر وتشدد کی ژالہ باریاں مصروف تباہی تھیں۔ درندگی و بہیمیت کی فضا میں حق پرستی و پرہیز گاری ناپید ہو چکی تھی۔ صنف نازک کی عصمت کا کوئی محافظ نہ تھا۔ ہر طرف آلام ومصائب کے بگولے محو رقص تھے۔ صبح وشام غرباءفقراء کے سروں پر ظلم وتعدی کی تلوار لٹکتی رہتی تھی۔ جہاں تک نظر پڑتی کشت وخون، درندگی و حیوانیت اور خوف و ہراس کا دور دورہ تھا۔ انسانی عقائد ضعف اور اضمحلال کا شکار ہو چکے تھے گویا کفر و ضلالت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا طوفان تھا جس کے تند و تیز تھپیڑوں میں انسانیت کی شکستہ ناؤ ہچکولے کھا رہی تھی۔ بلائے عظیم میں گرفتہ کسی نجات دہندہ کے منتظر تھے۔

آخر خالق کائنات کو سسکتی ہوئی انسانیت پر رحم آیا۔ رب کعبہ نے رشد و ہدایت کے اس آفتاب کو افق فاراں پر طلوع کیا۔ وہ آفتاب صداقت جو ختم المرسلین ہے۔ جو رحمت اللعالمین ہے۔ شافع المذنبین ہے۔ اسلام جس کا دین ہے۔ جس کے نور سے روشن ساری زمین ہے۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اوّل، وہی آخر
وہی قرآں ، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

معزز سامعین!

رسول عربیؐ کیا آئے کائنات میں انقلاب آ گیا۔ یاس وقنوطیت سے پژمردہ چہروں پر امید کی بہار آ گئی، قتل و غارت اور خوف و ہراس کی آندھیاں تھم گئیں۔ صنم ہائے تراشیدہ ریزہ ریزہ ہو گئے۔ عرب وعجم کے ایوانِ ہائے عیش وطرب منہدم ہونے لگے۔ وادئ خزاں میں گلہائے رنگ کے لئے صدق وصفا اور عدل و انصاف نے جنم لیا۔ بندہ صاحب ومحتاج وغنی کا امتیاز مٹ گیا۔ رسالت کی ضیاء پاشیوں سے گمراہی وضلالت کی سیاہی ڈھل گئی۔ رسولِ ہاشمی نے قلب ونظر کو شرک و کفر کے خس وخاشاک سے مبرا ومنزہ کر کے توحید ورسالت کا گہوارہ بنا دیا۔

وہ دانائے سبل ، ختم الرسل ، مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

محترم صدر!

آپ کی قیادت میں ریگستان عرب کے بدّو صفا ہستی پر چھا گئے۔ بحرِ رسالت میں غواصی سے عثمان غنی رضی اللہ عنہ ذوالنورین بنتے ہیں تو کہیں عمر کی وفا شعاریاں انہیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بنا دیتی ہیں۔ درسِ رسالت میں کوئی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بنتا ہے تو کوئی حیدرِ کرار کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔

جس طرف چشم محمّد کے اشارے ہو گئے
جتنے ذرّے سامنے آئے ستارے ہو گئے

آپؐ کی حیاتِ طیبہ کا گوشہ گوشہ فکر وعمل کا لمحہ لمحہ اور کتاب زیست کی ہر سطر آفتاب و ماہتاب سے تابندہ تر ہے۔ آپؐ کی زندگی کے روز وشب اور قول وفعل کا نمونہ ہمارے لئے باعثِ نجات ہے۔ **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ**

حسن یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند ، تو تنہا داری

معزز سامعین!

خیر الامم کی سیرت وکردار ایک کھلی کتاب ہے ہر شخص اس کا مطالعہ کر کے اپنے قلب ونظر کو

روشن کر سکتا ہے۔ کوئی تاجور ہو یا سخنور، امیر ہو یا فقیر، خطیب ہو یا طبیب، ماہی گیر ہو یا عالمگیر اور محتاج و غنی سب کے لئے مشعل راہ ہے۔

دوستو! اُمراء خطہ عرب کے خزانوں کا والی دیکھیں غربا و شعب ابی طالب اور ہجرت مدینہ کو دیکھیں، سپہ سالار غزوات بدر و حنین کا مطالعہ کریں۔ فاتحین فتح مکہ کا نظارہ کریں تو راہ پا سکتے ہیں۔ کیونکہ اس دنیا میں کوئی انسان کامل نہیں۔ کسی کی زندگی اتنی ہمہ جہت اور ہمہ گیر نہیں جتنی رسالت مآبؐ کی۔ دنیا کے بڑے سلاطین، دانشور اور علماء، فلسفہ دان اور ماہرینِ نفسیات آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

تاجدار مدینہ کی نگاہ ناز سے اعلیٰ و ادنیٰ، قلب و نظر اور عقل و شعور یکساں فیضیاب ہوتے ہیں۔

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل، غیاب و جستجُو! عشق، حضور و اضطراب

والسلام

شہدائے کربلا

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''شہدائے کربلا''

اِک لمحہ شہادت کا سو سال سے بہتر ہے
یہ دولتِ ایمانی ہر مال سے بہتر ہے

صدرِ ذی وقار!

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی قدر ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مارا جائے اسے مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہے اور اس کی زندگی کا تمہیں شعور نہیں ہے۔تلوار سے، نیزے سے، یا تیز دھار آلے سے اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہوا مارا جائے تو وہ مردہ نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور مقام پر ارشاد ہے کہ اسے مردہ گمان بھی نہ کرو۔

صدرِ محترم!

جسم بے جان ہے، بے حس وحرکت ہے، سر تن سے جدا ہو چکا ہے، جسم کے ہر عضو سے روح باہر نکل چکی ہے، جسم سے خون بہہ رہا ہے، آنکھیں بے نور ہو چکی ہیں، کانوں سے قوت سماعت چھن چکی ہے، زبان سے قوت گویائی مفقود ہو چکی ہے، جنازہ پڑھایا جا چکا ہے، تدفین ہو چکی ہے لیکن کلمہ گو مسلمان اسے زندہ کہنے کا پابند ہے۔ بلکہ منع کر دیا گیا ہے کہ اسے مردہ گمان بھی نہ کرو، اس نے زندگی کا مقصد حاصل کر لیا ہے۔اس لیے وہ زندہ ہے اور جو مقصد زندگی کے حصول میں ناکام ہے وہ چلتا پھرتا ہے لیکن پھر بھی مردہ ہے۔

معزز سامعین!

شہدائے کربلا نے اپنے دین کی خاطر، اپنے ایمان کی خاطر، اپنی آن کی خاطر، اسلام کے ابدی اصولوں پر کسی قسم کی سودے بازی کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے ٹھکرادیا، اپنے نانا کے دین کو سر بلند کرنے کی خاطر تن من دھن کی بازی لگادی، جانوں کا نذرانہ پیش کیا، اپنی گردنیں کٹائیں لیکن دین اسلام کو سربلند رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔

زِندہ اسلام کو کیا تُو نے ، حق و باطل دِکھا دیا تو نے
جی کے مرنا تو سب کو آتا ہے ، مر کے جینا سکھا دِیا تو نے

صدرِ محترم!

شہدائے کربلا نے بالخصوص حضرت امام حسینؓ نے کفر وشرک کے خلاف ، بد دیانتی کے خلاف ، دھوکہ فریب کے خلاف، اقربا پروری کے خلاف، نجاست کے خلاف، کثافت کے خلاف آواز اٹھائی اور آنے والی نسلوں کو سبق دیا کہ اگر حقیقی زندگی چاہتے ہو۔ اگر سرخروئی چاہتے ہو، اگر دنیاوی اور اخروی کامیابی چاہتے ہو، اگر ذہنی سکون چاہتے ہو، اگر عبادت میں راحت چاہتے ہو تو غیر اسلامی عادات سے کنارہ کش ہو جاؤ اور اپنی خواہشات کی قربانی سے بھی دریغ نہ کرو۔ بقول مولانا محمد علی جوہر:

قتلِ حسینؓ اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

صدرِ محترم!

آج بھی ہمیں اسی جذبے کی ضرورت ہے جو آج سے چودہ سو سال قبل شہدائے کربلا میں تھا۔ یزیدی طاقتیں آج بھی اسلام کے خلاف سینہ سپر ہو چکی ہیں۔ آج بھی ظلم واستبداد کے بادل ہمارے سروں پر منڈلا رہے ہیں۔ آج بھی حسینی کردار اپنانے کی ضرورت ہے۔ حضرت امام حسینؓ کی شہادت ہمیں یہ درس دیتی ہے کہ

چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر
پھر بھی یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

والسلام

شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''شہادت حضرت امام حسینؑ''

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؓ، ابتدا ہے اسمٰعیلؑ

جنابِ صدر!

حضرت امام حسینؓ حضرت رسول کریمؐ کے نواسے حضرت علیؑ کے لختِ جگر حضرت فاطمہؓ کے جگر گوشے اور حضرت امام حسنؓ کے بھائی تھے۔ یہی حسنین کریمینؓ سرور کائناتؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون تھے۔ محبوبِ خداؐ ان کے لیے اپنے سجدے طویل فرماتے ان کا رونا آپؐ پر گراں گزرتا۔ حضرت حسینؓ کے متعلق آپؐ نے ارشاد فرمایا حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں۔ خدا اسے دوست رکھے جو حسین کو دوست رکھے۔

عزیز ساتھیو!

حضرت حسینؓ نے میدانِ کربلا میں بے مثال شجاعت، بہادری اور ایثار و قربانی کا مظاہرہ کیا آپؓ نے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے خون سے شجرِ اسلام کو سینچا۔ آپؐ نے اسلام کی حرمت اور بقا کی خاطر اپنا سر تو کٹوا دیا مگر باطل کے سامنے جھکے نہیں آپؓ نے دنیا کے سامنے صبر و رضا اور قربانی کا ایسا نمونہ پیش کیا جس کی نظیر رہتی دنیا تک مشعل حق بن کر جگمگاتی رہے گی۔

یا حسینؓ ابن علیؑ سب پر ترا احسان ہے
وہ ترا ممنون ہے جو با ضمیر انسان ہے

جنابِ صدر!

یزید لعین ہر قیمت پر حضرت امام حسینؓ سے بیعت لینا چاہتا تھا مگر سیدنا حسینؑ یزید کو خلافت کے اہل نہیں سمجھتے تھے۔ آپؓ تدبر، تقویٰ اور علم و حلم کے جس اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور پوری امت مسلمہ کی نظریں آپ پر لگی ہوئی تھیں، خلافت کے لیے عدالت و تقویٰ کے جس معیار کی ضرورت تھی آپ بطریق احسن اس کی ضرورت پر پورا اترتے تھے آپؓ کا مؤقف تھا کہ صرف اہل شام کی بیعت پوری امت پر لازم نہیں ہوسکتی۔ مگر کوفہ والوں کے اکثر آپؓ کے پاس خطوط آ رہے تھے۔ یزید بزور طاقت آپؓ سے بیعت لینے کا خواہاں تھا ایسے حالات میں یزید کے غلبہ کو روکنا آپؓ اپنا فرض سمجھتے تھے اور اس میں کسی قسم کی سستی اور غفلت کو گناہ سمجھتے تھے۔

عزیز طلباء سفر کربلا میں کوفہ پہنچنے پر معلوم ہوا کہ لوگوں کے دل پھر گئے ہیں بزور طاقت ان کو غداری پر مجبور کیا گیا ہے اور یزید کا تسلط پوری طرح لاگو ہو گیا ہے یزیدی لشکر کے مکمل غلبہ کے بعد آپؓ نے اپنے نانا جان کی امت کو انتشار و افتراق سے بچانے کے لیے بڑے بھائی حضرت امام حسنؓ کی پیروی کرتے ہوئے یزیدی لشکر کے سالار کو تین تجاویز پیش کیں۔

1) یزید کے پاس جانے دو میں خود اس سے معاملہ طے کرلوں گا۔

2) سرحد کی طرف نکل جانے دو کفار سے جہاد کرسکوں۔

3) مجھے اور میرے اہلِ خانہ کو واپس مدینے جانے دیا جائے۔

عبید اللہ ابن زیاد نے شمر کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے آپؑ کی بات کو تسلیم نہ کیا بلکہ غیر مشروط طور پر بیعت کرنے یا لڑنے کی دھمکی دی۔

جنابِ صدر!

تاریخ حیران ہے کہ ایک ایسا غریب الوطن قافلہ جس میں معصوم بچے بھی ہیں، نوخیز نوجوان اور باحیا اور باپردہ عورتیں بھی ہیں۔ موت کی وادی میں قدم رکھ چکی ہیں اور سالار قافلہ، صبر و رضا کا پیکر، حیدرِ کرار کا لختِ جگر، کائنات کا حسن، عظمتِ اسلام کا تابندہ ستارہ کربلا کی سرزمین پر پڑاؤ ڈال چکا ہے۔ جس شخص کی رگوں میں خونِ پیغمبری گردش کر رہا ہو وہ کیسے دباؤ میں آسکتا ہے یا خوفزدہ ہو سکتا ہے۔ آپؓ اتباعِ سنت کے داعی اور شریعت کا منبع تھے آپؓ کے فیصلے کو اقتدار کی ہوس یا لالچ قرار دینا ایک بہت بڑا بہتان ہے اور بزدلی خیال کرنا آپؓ کی شان پر حملہ ہے اور جو بھی ایسا خیال

کرے گا وہ اپنی آخرت برباد کرے گا۔

عزیز بھائیو 10 محرم 61 ہجری کو گلشن نبویؐ کا یہ پھول بوقت عصر خوشنما ڈالیوں سے نوچ لیا گیا۔اس کی پاکیزہ اور نرم پتیوں کو پراگندہ ہاتھوں سے مسل دیا گیا۔خیموں کو آگ لگا دی گئی اس دن تک 72 نفوسِ قدسیہ نے جامِ شہادت نوش کیا۔عفت مآب بیبیوں کو قیدی بنا لیا گیا۔امتِ مسلمہ کی تاریخ کا سیاہ ترین دن رقم ہوا۔

قتلِ حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

جنابِ صدر!

حق و باطل کی جنگ ازل سے ابد تک جاری رہی ہے اور جاری رہے گی مگر شہادت حسین حق کا استعارہ بن گئی۔حسینؓ شہید ہو کر آج بھی زندہ ہے اور یزید جیت کر بھی ہمیشہ کے لیے مارا گیا۔ اس کا نام ونشان تک مٹ گیا۔حق کے لیے تگ و دو کرنے والوں کے لیے اسوہ شبیری آج بھی درست سمت دے رہا ہے کہ حق کے لئے سر کٹ تو سکتا ہے مگر ظلم کے سامنے جھک نہیں سکتا۔

عزیز ساتھیو! آؤ شہادت حسینؓ کے موقع پر عہد کریں کہ ہم باطل کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے ہم حق سے کبھی علیحدہ نہیں ہوں گے۔ظالم کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن جائیں گے مظلوموں کے ساتھی بنیں گے جس طرح آپؓ نے دورانِ جنگ تلواروں کی چھاؤں میں بھی نماز ترک نہ کی ہم بھی نماز کے پابند ہو جائیں گے تو اس سے یقیناً آپ کو خوشی ہوگی۔آپؓ کے نیازمند اور چاہنے والوں کا یہی طریقہ ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اسوۂ حسینؓ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ زیاد کی وہ جفا رہی
جو رہا تو نام حسینؓ کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

والسلام

اسلام امن کا پیغام

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز سامعین اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کی سعادت حاصل ہو رہی ہے وہ ہے: ''اسلام امن کا پیغام''

صدرِ ذی وقار!

اسلام کے معنی سلامتی کے ہیں، اسلام کو سچے دل سے قبول کرنے والا سلامتی میں ہوتا ہے، اسلام کے جملہ احکام سلامتی کا ہی درس دیتے ہیں۔ اس پر عمل پیرا شخص میدان امن و آشتی میں نہ صرف داخل ہوتا ہے بلکہ امن و آشتی کا پیامبر بن جاتا ہے۔

جنابِ صدر!

حدیث نبویؐ ہے کہ ''**المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ**'' مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے دیگر مسلمان محفوظ رہیں، کسی کو اس کی زبان سے گزند نہ پہنچے کسی کے جسم کے عضو سے اس کو جسمانی یا روحانی پریشانی نہ ہو، اسلام کی ابدی تعلیمات امن و آشتی کے پیغام سے مملو ہیں۔

صدرِ محترم!

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی طمانیت اور سکون کا خواہاں ہوتا ہے۔ اس کی خوشی اور مسرت کا متمنی ہوتا ہے، اس کی تکلیف دور کرنے میں اس کا ممد و معاون ہوتا ہے۔ اس کے مسائل کے حل میں کوئی لمحہ ضائع نہیں کرتا۔

جنابِ صدر!

ایک حقیقی مسلمان، مسجد میں ہو، عدالت میں ہو، فیکٹری یا کارخانے میں ہو، بازار یا دربار میں ہو، دکان یا مکان میں ہو، سفر و حضر میں یا کھیت و کھلیان میں ہو، ہمہ وقت امن و آشتی کا

مجسمہ نظر آتا ہے۔اس کے خدوخال بھی امن سکون کا نمونہ فراہم کررہے ہوتے ہیں۔

جنابِ صدر!

اسلام کی تعلیمات جس خطہ ارضی میں پہنچیں، وہاں ظلم واستبداد کے بادل چھٹ گئے،قہر و غضب کے طوفان ختم ہوگئے،عداوت وخصومت کے جھگڑ چلنا بند ہوگئے، پریشانیوں کا خاتمہ ہوگیا، انارکی اور کساد بازاری کے جملہ اقسام صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔

صدرِ محترم!

ارشادِ باری تعالیٰ ہے ومن داخل کان آمنا ہو یعنی اس میں جوداخل ہواامن پا گیا۔ذکراگر چہ مقام ابراہیم کا ہے لیکن مقامِ ابراہیم اسلامی شعار میں سے ہے یعنی جوبھی اسلام کی طرف اور اسلامی تعلیمات کی طرف آیاوہ امن پا گیا۔ اسلام کے ابدی اصولوں کی خلعتِ فاخرہ جس نے زیب تن کی،اس کی بے چینیوں کوسکون مل گیا، وہ محبت واخوت کی مثال بن گیا،اس کی روح کو طمانیت اوردماغ کوطراوت نصیب ہوگئی،اس کے سر پرخوش بختی اور حرماں نصیبی کا تاج سج گیا،اس کے در پرسکون واطمینان نے دستک دی۔

جنابِ صدر!

اسلام کے ارکان خمسہ کواگر بنظر غائر دیکھا جائے توامن وسکون کا پیغام دیتے نظر آتے ہیں، نماز ہو،روزہ ہو،حج ہو،زکوٰۃ ہوسب کے سب اس بات کے متقاضی ہیں کہ دیکھنا کہیں کسی کا دل نہ دکھ جائے ، دیکھنا کہیں تمہارا بھائی تمہاری کسی ادا سے بے سکون نہ ہو جائے۔ دیکھنا کہیں تمہارا مسلمان بھائی کسی کے امن کوغارت نہ کردے۔

صدرِ ذی وقار!

اسلام واقعی امن کا پیغام ہے اور دہشت گردی سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں،صوفیائے کرام نے اسلام کے اخلاقِ حسنہ کے ذریعے اس کی اشاعت کی اور ثابت کیا کہ اسلام کے زیور سے مرصّع ہونے والا شخص امن وآشتی کا گھوارہ بن جاتا ہے۔

دین یہ سارا تو صُلح و آشتی کا نام ہے
دوستو! اسلام تو اک امن کا پیغام ہے

والسلام

ماں کی شان

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معززاساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''ماں کی شان''

صدرِ ذی وقار!

ماں کا نام جب زبان پر آتا ہے تو جسم کا لواں لواں سراپا ادب واحترام بن جاتا ہے۔ دل میں ماں کی محبت کی شمع روشن ہو جاتی ہے، تمام بدن عجز وانکساری کے جذبات سے معمور ہو جاتا ہے، روح انسانی طراوت اور تازگی محسوس کرتی ہے اور زندگی کی گاڑی شاہراہ حسن وجمال پر رواں دواں ہو جاتی ہے۔

صدرِ محترم!

ماں کیا ہے، ماں ایک گلشنِ حیات کا تر وتازہ گل سرسبز ہے جس پر کبھی پژمردگی نہیں چھاتی، ماں ایک ایسا بارآور شجر سایہ دار ہے جو کبھی خزاں آشنا نہیں ہوتا، ماں ایک ایسی شمع مستنیر ہے جس کا روح پروانوں کی طرح طواف تو کرتی ہے لیکن جل کر راکھ نہیں ہوتی۔

محترم صدر!

ماں ایک صنف نازک ہے، جو ایک وقت میں اپنے باپ کی گود میں ہوتی ہے، جس پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ بھائی اس کے سر پر دستِ شفقت رکھتا ہے، زندگی کے حسین وجمیل لمحات وہ بیوی بن کر بھی گزارتی ہے۔ لیکن وہ ساعتیں جو اسے مناصبِ رفیعہ پر متمکن کرنے کا باعث بنتی ہیں وہ صرف اسے ماں بن کر ہی حاصل ہوتی ہیں۔

معزز سامعین!

قرآن وحدیث عظمتِ ماں کے شاہد ہیں، تمام رشتے مقدس ہوتے ہیں۔ والد کا رشتہ عظیم ہوتا ہے، یہ گھر کا سربراہ ہوتا ہے، سارے گھر کی ذمہ داری اس پر ہوتی ہے، بچوں کی تربیت کا مرحلہ ہو، خاندانی امور اپنانے کی بات ہو، باہمی لین دین ہو، عزیز واقارب کے ساتھ تعلقات کی بات ہو یہ جملہ امور والد

کے گرد ہی گھومتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے جنت ماں کے قدموں تلے ہی رکھی ہے۔

صدرِ ذی وقار!

ماں کا مقام بڑا بلند ہے، کائنات کی تمام رنگینیاں، تمام رعنائیاں، زمین پر کشتِ زعفران بنے ہوئے کھیت، فلک پر محوِ پرواز قلابازکی قلابازیاں، یہ سب کی سب ایک ماں کی مرہونِ منت ہیں۔ کیونکہ انجینئر ہو، کوئی سیاستدان ہو کوئی صنعتکار ہو، سب کے سب ماں ہی کے شجرِ سایہ دار کے نیچے محوِ استراحت ہیں۔

محترم صدر!

کوئی معلم بنا تو کسی ماں کا بیٹا تھا، کوئی مجاہد بنا تو اس کے کانوں میں بھی ماں کی لوریوں کی صدائے بازگشت تھی، کوئی مسیحا بنا تو اس کی ماں کا ہی ہاتھ تھا، کوئی رستم زماں بنا تو اس کے اعضاء بھی کسی ماں کے شیرِ شیریں سے قوی تھے۔ کوئی منصف اور جج بنا تو وہ بھی کسی ماں کا لختِ جگر تھا۔

صدرِ عالیشان!

کوئی سکندر بنا تو ماں ہی کی بدولت، جناب اس دنیا میں اگر کوئی منصبِ عدالت پر فائز ہوا، اگر کوئی منصب شجاعت پر فائز ہوا، اگر کوئی منصب صداقت پر متمکن ہوا، اگر کوئی ولی بنا ہو، اگر کوئی صحابی کے مرتبے تک پہنچا ہو ان سب کے خمیر میں ماں ہی کی ممتا شامل ہے۔ اور ان سب کے جھولوں کو کسی نہ کسی ماں نے جھلایا ہے۔

جنابِ صدر!

یہ بات درست ہے کہ عورت ولی بھی بنی ہے صحابیہ کے منصبِ رفیعہ کا تاج بھی اس نے سر پر سجایا ہے لیکن نبی نہیں بنی۔ نبوت کا ارفع منصب اسے نہیں ملا۔

جنابِ صدر!

یہ درست ہے لیکن یہ بھی درست ہے کہ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر سوائے حضرت آدم علیہ السلام کے کسی نہ کسی ماں کے شکمِ اطہر میں رہے اور پھر بعد میں نبوت کے عظیم انعام سے نوازے گئے۔

جنابِ صدر!

آج کائنات کا ذرّہ ذرّہ ماں کی عظمتِ شان کی گواہی دے رہا ہے۔

سارے جسم و جاں پہ اُس کی ماں کا ہی احسان ہے
سب کو ہے تسلیم راشدؔ ماں کی اعلیٰ شان ہے

والسلام

وقت کی پابندی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معززاساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہارِخیال کرنا ہے وہ ہے: ''وقت کی پابندی''

صدرِ ذی وقار!

کائنات کی رنگینیاں، کائنات کی رعنائیاں، کائنات کی دلآویزیاں، کائنات کا حسن و جمال۔ یہ سب وقت کی پابندی کی مرہونِ منت ہیں، دن رات کی تبدیلی، موسموں کا آنا جانا، گلستان ہستی میں بہار کی آمد یہ ہمہ قسم کی بوقلمونیاں نظام الاوقات سے وابستہ ہیں۔

جنابِ صدر!

ستاروں کی چمک وقت پر ہوتی ہے، بدرو ہلال کی چاندنی کے لیے وقت مقرر ہے، آفتاب کی دمک کا ایک وقت مقرر ہے، آبشاروں کی کھڑاکھڑاہٹ کا اپنا ایک وقت ہے، گلِ نرگس کی شگفتگی وقت پر ممکن ہے، لالے کی حنابندی وقت پر ہوتی ہے، مظاہرِ فطرت کی مشاطگی قدرت وقت پر کرتی ہے۔

صدرِ ذی وقار!

جو وقت کی قدر کرتا ہے، وقت کو ضائع ہونے سے بچاتا ہے، وقت کی پابندی اپنی عادت ثانیہ بنالیتا ہے، وقت کی پابندی اس کی زندگی کا حصہ بن جاتی ہے، وقت کے میدان کا شاہسوار بن جاتا ہے، وقت کے گلشن میں موجود گل سرسبز سے اس کی سانسیں معطر ہو جاتی ہیں، وہ چرخِ علم و دانش پر آفتابِ نصف النہار کی طرح چمکتا ہے۔

جنابِ صدر!

دنیا میں جس نے بھی کمال حاصل کیا وقت کی قدر کر کے کیا، وقت کی پابندی نے اس کے افقِ حیات پر قوس قزح بنا دی، آج ہم بھی کوئی مقام، کوئی مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو وقت کی قدر کرنا ہوگی اور وقت کی پابندی سے ہی ہماری ترقی ممکن ہے۔

یہ طاقت ہے یہ عظمت ہے یہ فتح و کامرانی ہے
جہاں میں عقل مندوں کی یہی راشد نشانی ہے

والسلام

احترام اساتذہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''احترامِ اساتذہ''

صدرِ ذی وقار!

اساتذہ کا مقام و مرتبہ ہر شخص سمجھتا ہے کہ کیا ہے، اساتذہ کا وجود و مسعود بنی نوع انسان کے لیے ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے، اساتذہ تعمیرِ شخصیت میں بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں، اساتذہ کی محبت وشفقت ایک طالب علم کو مقامِ ارفع واعلیٰ پر متمکن کر دیتی ہے، اساتذہ کا ساتھ میدانِ حیات کی ہر رکاوٹ ختم کر کے منزل مقصود تک رسائی آسان کر دیتا ہے۔

محترم صدر!

اس معاشرے کے اہم رکن بنانے میں کردار اساتذہ کا ہی ہوتا ہے، ادارے کا اہم سربراہ تشکیل دینے میں اساتذہ کی شخصیت شاملِ حال ہوتی ہے، اہم سیاستدان بن کر عوام النّاس کی خدمت کرنے میں کسی نہ کسی استاد کا رول ہوتا ہے، جو اسے اس مقامِ رفیعہ پر پہنچاتا ہے، زمین کی پیائش سے لے کر آسمان کی بلندیوں پر محو پرواز ہونے کے لیے بھی کسی نہ کسی استاد محترم کی مساعی جمیلہ سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔

جنابِ صدر!

کامیابیوں کے حسین وجمیل راستے انھی خوش نصیبوں کا انتظار کرتے ہیں جن کے دلوں میں اساتذہ کا احترام ہوتا ہے، بدنصیب لوگ وہی ہوتے ہیں جن کے دلوں میں اساتذہ کی محبت و

احترام نہیں ہوتا۔اساتذہ کا خلوص نیت سے احترام کرنے والے قلاش و نادار لوگوں کے لیے عہد ہمایوں زیادہ فاصلے پر نہیں ہوتا۔

معزز سامعین!

معلم طالب علم کا روحانی باپ ہوتا ہے، حقیقی باپ اسے آسمان سے زمین پر لاتا ہے جبکہ روحانی باپ اسے زمین کی گہرائیوں سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں پر لے جاتا ہے، اس کے معیار کو بلند کرتا ہے، استاد کے احترام کی بدولت انسان اعلیٰ وارفع منازل کے حصول میں کوئی رکاوٹ محسوس نہیں کرتا، استاد کا احترام کرنے والے لوگ معاشرے کے ماتھے کا جھومر ہوتے ہیں۔

صدرِ محترم!

آج اگر ہم نے اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنا ہے، اپنے معاملات درست کرنے ہیں، اپنے اندر اخلاقی بے راہ روی کا خاتمہ کرنا ہے، اپنی تنزلی کو ترقی میں بدلنا ہے، اپنے خیالات کو سنوارنا ہے، اپنے مشنِ حیات میں رنگا رنگ گل کھلانے ہیں، اپنے آنگن میں بادِ نسیم کے جھونکوں سے مستفید ہونا ہے، اپنے کھیتوں کو لہلہاتے ہوئے دیکھنا ہے تو ادب و احترام کا دامن تھامنا ہوگا، کیونکہ اساتذہ اور بزرگوں کا ادب ہی مسرت و شادمانی کا باعث ہے۔

خموش اے دل! بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

صدرِ ذی وقار!

دنیا کی ہر چیز جو آنکھوں کو بھلی لگتی ہے اس میں کسی نہ کسی استاد کا دستِ شفقت نظر آتا ہے، کسی نہ کسی معلم کی محبت شامل ہے، کسی نہ کسی مدرس کی مہربانی شامل ہے، کسی نہ کسی راہنما کی راہنمائی شامل ہے، جب ہر چیز کی موجودگی ایک عظیم استاد کی مرہون منت ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا شکر کیوں نہ ادا کریں اور وہ صرف اور صرف احترام سے ہی ہوسکتا ہے۔

جو راشدؔ مرتبہ چاہو جھکو استاد کے آگے
یہ طے ہے بے ادب کو تو کبھی منزل نہیں ملتی

والسلام

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والعصر ان الانسان لفی خسر . الا الذین امنو وعملو الصلحت ط

صدرِ ذی وقار اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع ملا ہے وہ ہے ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے شعر کا مصرع: ''عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی''

جنابِ صدر!

اگرچہ پڑھنے میں قاری کو ایک مصرع نظر آتا ہے۔ لیکن اپنے اندر مفاہیم اور مطالب کا ایک جہان آباد کے ہوئے ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ قوم کو خواب غفلت سے بیدار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عمل کے بغیر تصور زیست ممکن ہی نہیں، زندگی حرکت و عمل کا دوسرا نام ہے۔ اور بے عملی یا جمود کا دوسرا نام موت ہے، عمل سے ہی زندگی کا بگاڑ ہے، اور عمل سے ہی زندگی کا نکھار ہے۔ جام زندگی کے دوام کا راز گردش پیہم میں پوشیدہ ہے۔ بے عملی نہ صرف انسان کو کاہل، سست اور کمزور بناتی ہے بلکہ بے یقین اور بزدل بھی بناتی ہے، اس کے برعکس عمل انسان کو مستعد، معتمد اور معزز بناتا ہے۔ اقبال کے الفاظ ہیں:

چلنے والے نکل گئے ہیں
جو ٹھہرے ذرا کچل گئے ہیں

کلام پاک میں یہ بات قسم اُٹھا کر بتائی جارہی ہے کہ انسان نقصان میں ہے لیکن جو لوگ

ایمان لائے اور نیک کام کرتے ہیں وہ نقصان میں نہیں۔معلوم ہوا کہ انسان کا انسانیت کی معراج پر فائز ہونا بغیر عمل کے ممکن نہیں۔ بقول شاعر:۔

خود عمل تیرا ہے صورت گر تری تقدیر کا
شکوہ کرنا ہو تو اپنا کر مقدر کا نہ کر

جو انسان صاحب عمل ہوتا ہے وہ اپنے کسی کام کے لیے دوسرے کا محتاج نہیں ہوتا۔ وہ اپنا کام خود کرتا ہے اور مسرتِ عمل حاصل کرتا ہے۔ بحیثیت مسلمان ہم پر یہ فرض ہے کہ ہم ہر کام کرتے وقت قرآن وسنت کو سامنے رکھیں۔حضورؐ مجسمہ عمل تھے اور وُہ اپنا کام خود اپنے دستِ اقدس سے کیا کرتے تھے۔اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے تھے، اپنے پھٹے ہوئے کپڑے خود سی لیتے تھے، بکریوں کا دودھ خود دوہ لیتے تھے، آپؐ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپؐ کی خدمت اتنی نہیں کی جتنے آپؐ نے میرے کام سرانجام دیے۔

صدرِ ذی وقار!

مقصد کی لگن اور اس کے لیے مسلسل عمل اور سعی پیہم انسان کو دیر یا سویر کامیابی اور شادمانی سے ہمکنار کرتی ہے عمل خواہ برا ہو یا اچھا وہ اپنے اثرات ضرور چھوڑتا ہے۔کوئی عمل بد کر کے یہ نہ سمجھے کہ اس کے انجام سے وہ بچ جائے گا جس طرح سمندر میں پتھر پھینکا جائے تو وہ پانی کو ضرور متحرک کرتا ہے۔اسی طرح انسان کا عمل اپنے اثرات ونتائج ضرور چھوڑتا ہے۔تاریخ کے مطالعے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جو قوم علم کے ساتھ ساتھ عمل کے زیور سے آراستہ تھی وہ آسمانِ دنیا پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکی ، اور جس نے سستی ، کاہلی اور بے عملی کو اپنا شیوہ بنایا وہ ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گرگئی، اور ناکامی اس کا مقدر ٹھہری۔بقول شاعر:۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی، جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

والسلام

آج کا طالب علم غیر ذمہ دار ہے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو! السلام علیکم! آج مجھے جس موضوع پر گفتگو کرنی ہے وہ ہے: ''آج کا طالب علم غیر ذمہ دار ہے''

جنابِ صدر!

آج کا طالب علم واقعی غیر ذمہ دار ہے، اس کی ہمہ وقت الیکٹرانک میڈیا کے ساتھ نشست، پورا وقت غیر ضروری پروگرام کی سماعت، جملہ اوقات ضروریہ کے ضیاع میں دلچسپی، یہ تمام امور اسی بات کے غماض ہیں کہ اس دور میں علم کے طالب غیر ذمہ دار ہیں۔

جنابِ والا!

تعلیم کے حصول میں چستی، لگن اور دلچسپی انتہائی اہمیت کی حامل ہیں، چاک و چوبند طالب علم حصول علم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا۔ تساہل، غفلت، سستی اور کاہلی کے چیتھڑوں میں ملبوس نونہال کسی میدان میں بھی کارہائے نمایاں سرانجام نہیں دے سکتا اور یہی خصلتِ قبیحہ اسے غیر ذمہ دار بناتی ہے۔

صدرِ ذی وقار!

آج کا طالب علم غیر ذمہ دار کیوں ہے، اس لیے کہ اسے وقت کی قدر نہیں ہے، اپنے عظیم لمحات زیست وہ لہو ولعب میں گزار دیتا ہے۔ وقت کا ضیاع اور اس عظیم نعمت کی بے قدری اس کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے۔ وقت کی قدر نہ کرنے والا نونہال کبھی شجر سایہ دار نہیں بن سکتا اور ایسی چیز اس کے جسم و جان سے ذمہ داری کی قوت لایموت کو ختم کر دیتی ہے۔

محترم سامعین!

جدید سائنسی ایجاد موبائل کے غیر ضروری استعمال نے اس سے صفت ذمہ داری چھین لی ہے اور وہی ہمہ وقت اس ایجاد سے وابستہ رہنے کے باعث دیگر ضروری امور کی انجام دہی سے قاصر رہتا ہے، نیز اس میں مشغولیت کی بدولت اپنے وقت کے ضیاع کا احساس تک نہیں ہوتا۔ اور

یہ احساس کا فقدان ہی درِ غیر ذمہ داری پر دستک ہے۔

جنابِ والا!

''صحبت صالح ترا صالح کند، صحبت طالع ترا طالع کند'' کے مصداق وہ اوباش نوجوانوں کی محفل میں مگن رہ کر خصائل قبیحہ کا مرتکب ہو جاتا ہے، وہ کام چوری، سستی، غفلت اور سہل پسندی کا شکار ہو کر تن آسانی کے ذرائع تلاش کرنے لگتا ہے۔

ترے صوفے ہیں افرنگی، ترے قالین ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

جنابِ صدر!

آج کے طالب علم کو غیر ذمہ دار بنانے میں والدین کا کردار انتہائی اہم ہے، وہ اپنی مصروفیت کی بناء پر اپنے بچوں کو مناسب توجہ نہ دینے سے قاصر رہتے ہیں، بچہ عدم توجہی کا شکار ہو جاتا ہے، اور اس کی تربیت کسی غیر مرئی دشمن اور مخالف طاقت کے پاس چلی جاتی ہے۔ مناسب رویوں اور ذمہ داری کی فاختائیں کسی اور کی منڈیر پر بیٹھ جاتی ہیں۔

صدرِ محترم!

حکومت کی پالیسی ''مار نہیں پیار'' نے طالب علم کو غیر ذمہ دار بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ مناسب سختی طالب علم کی شخصیت پر صحت مند اثرات مرتب کرتی ہے۔ اور شتر بے مہار چھوڑ دینا اس کو مستقبل میں انسانیت کے دائرے سے باہر کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے مار نہیں پیار نے طالب علم کو ذمہ داری کی خصلت صالحہ سے محروم کر دیا ہے۔

صدرِ محترم!

اساتذہ کا دوستانہ رویہ بھی طالب علم کے ماحول کو سازگار بنانے میں کوئی فعال کردار ادا نہیں کر سکتا، استاد کا رعب اور دبدبہ مفقود ہو جاتا ہے۔ طلباء کے اندر بے خوفی پیدا ہو جاتی ہے، جس سے طلباء میں لاپرواہی کا عنصر بننا شروع ہو جاتا ہے اور غیر ذمہ دارانہ رجحانات پرورش پانا شروع ہو جاتے ہیں، اور پھر آئندہ زندگی میں بھی ذمہ داری کی نسیمِ جانفزاء کا ادھر سے گذر نہیں ہوتا۔

ہوتے نہیں اُس قوم کے حالات سازگار
جس قوم کے طلباء نہ کبھی ہوں گے ذِمہ دار

والسلام

دہر میں اسم محمد سے اُجالا کر دے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ’’دہر میں اسمِ مُحمَّدؐ سے اُجالا کر دے‘‘

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

صدرِ ذی وقار!

ہم مسلمان ہیں، ہم کلمہ گو ہیں، ہم اللہ اور رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں، ہم زباں سے بھی کہتے ہیں اور دل سے بھی تصدیق کرتے ہیں کہ اللہ ایک ہے اور محمد رسول اللہؐ اس کے آخری رسول ہیں۔

جنابِ صدر!

اس کے باوجود ہم پستی کا شکار کیوں ہیں، ہماری صفوں میں اتحاد کیوں نہیں ہے، ہم متحد کیوں نہیں ہیں، ہماری زندگی میں عروج کیوں نہیں ہے، ہماری حیات پستی کی طرف کیوں مائل ہے۔

جنابِ صدر!

اس کا سبب یہ ہے کہ ہمارا اعتقاد صرف زبان کی حد تک رہ گیا ہے، ہماری محبت صرف زبانی ہے، ہمارا انس صرف عارضی ہے، ہمارا پیار صرف جز وقتی ہے۔ ہم نام کے مسلمان ہیں ہمارا ظاہر اور باطن یکسانیت کا مظہر نہیں ہے۔

جنابِ صدر!

اگر ہم چاہتے ہیں کہ اقوام عالم میں ہمارا نام ہو، ہماری دنیوی و اُخروی زندگی بہتر ہو، ہم معاشرتی لحاظ سے پسماندگی کا شکار نہ ہوں تو محمد رسول اللہؐ سے اپنی محبت کے معیار کو بلند کرنا ہوگا، رسول اللہؐ کی سنتوں پر عمل کرنا ہوگا، اسی سے ہم پستی سے نکل کر بلندی پر پہنچ سکتے ہیں۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کر دے

والسلام

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدر بزم و معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!
آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع فراہم کیا گیا ہے، وہ کچھ یوں ہے:
''اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد''

معزز سامعین!

تاریخ حق و باطل میں خیر و شر کے لاکھوں معرکے ہوئے، ہزاروں شہادتیں ہوئیں۔ اسلام کا اوّلین دور لاتعداد شہادتوں سے لبریز ہے مگر جو شہرت حضرت امام حسینؓ کو حاصل ہوئی وہ کسی اور کو نصیب نہ ہوسکی۔ آج تک کسی شہادت کو اس قدر شہرت، قبول عام اور ہمہ تذکرہ نصیب نہ ہوسکا جتنا امام حسینؓ کو ہوا ہے۔ تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال گزرنے کے باوجود بھی شہادت امام حسینؓ کا ذکر زندہ و تابندہ ہے۔ حسینیت ہر طبقے میں حق اور یزیدیت ہر طبقے میں فتنہ و فساد کی علامت بن گئی ہے۔

حاضرین محفل!

جب یزید تخت نشین ہوا تو اس نے اپنے اقتدار کی راہ میں حائل ہر رکاوٹ کو بڑی بے دردی اور سختی سے دور کرنا شروع کر دیا۔ اسے اپنی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ حضرت امام حسینؓ محسوس ہوئے تھے تو اس نے گورنر مدینہ کو حکم دیا کہ امام حسینؓ کے پاس جا کر میری بیعت طلب کرو۔ گورنر مدینہ نے حضرت امام حسینؓ کو یزید کا پیغام پہنچایا تو آپؓ نے صاف انکار کر دیا۔ یہ آپؓ نے اس لیے کیا کہ آپؓ کو اپنے نانا جان حضور اکرمؐ کا فرمان یاد تھا ''کہ ظالم جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے۔'' تاریخ کے غائر مطالعہ سے جو چیز واضح طور پر ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ یزید کی ولی عہدی اور پھر اس کی تخت نشینی سے دراصل جس خرابی کی ابتداء

ہورہی تھی وہ اسلامی ریاست کے دستور اور اس کے مزاج اور اس کے مقصد کی تبدیلی تھی۔اس تبدیلی کے پورے نتائج اگر چہ اس وقت سامنے نہ آئے تھے لیکن ایک صاحب نظر آدمی گاڑی کا رخ تبدیل ہوتے ہی یہ معلوم کر لیتا ہے کہ اب اس کا راستہ تبدیل ہورہا ہے اور جس راہ پر یہ مڑرہی ہے وہ آخرکار اسے کہاں لے جائے گی۔یہی رخ کی تبدیلی تھی جسے امام حسینؓ نے دیکھا اور گاڑی کو پھر سے صحیح پٹڑی پر ڈالنے کے لیے اپنی جان لڑا دینے کا فیصلہ کیا اور آپؓ نے یہ بات ثابت کردی کہ اسلامی ریاست کی بنیادی خصوصیات امت مسلمہ کا وہ بیش قیمت سرمایہ ہیں جسے بچانے کے لیے ایک مومن اپنا سر بھی دے دے اور اپنے بال بچوں کو بھی کٹوا بیٹھے تو اس مقصد کے مقابلے میں یہ سودا مہنگا نہیں ہے۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

جنابِ صدر!

امام حسینؓ نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے آنے والی نسل کو یہ بتا دیا کہ اگر دین پر کوئی آنچ آئے، ملکی حالات تبدیل ہونے لگیں، مجرمانہ خصوصیات در آئیں، حکام بالا اسلامی شعار کی دھجیاں اڑانے لگیں، اچھے برے کی تمیز ختم ہو جائے، دین اسلام پر یہودی اور نصرانی طاقتیں اپنی یلغار شروع کر دیں، کفر وشرک کے اُٹھنے والے طوفان اپنی آلودگی سے فضاء اسلام کو مکدر کر دیں تو پھر اس وقت حجروں سے اُٹھ کر رسمِ شبیری ادا کرنا ہوگی اور یزیدیت کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے طرزِ حسینیت اپنانا ہوگا۔

اس مختصر سے وقت میں شہادت امام حسینؓ کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالنا ناممکن ہے۔ الغرض آپ نے اپنے نانا کے دین کی حفاظت کرتے ہوئے محرم 11 ہجری کی دسویں تاریخ جمعہ کے دن چھپن سال پانچ ماہ، پانچ دن کی عمر میں شہادت کا جام نوش کیا۔آخر میں اس شعر پر اپنی تقریر ختم کرنا چاہتا ہوں۔

ڈرتا نہیں کسی سے ، میں کہتا ہوں برملا
دین خدا حسینؓ ہے دنیا ہے کربلا

والسلام

وقت کے لمحے، موتی ہیرے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز سامعین اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہارِ خیال کرنا ہے وہ ہے: ''وقت کے لمحے، موتی ہیرے''

صدرِ ذی وقار!

وقت واقعی ایک دولت ہے جس نے وقت کی رفتار کے ساتھ چلنے کا ڈھنگ سیکھ لیا وہ دولت مند بن گیا، صاحب ثروت ہو گیا، سلیقہ شعار ہو گیا، ہنر مند بن گیا، سعادت مند بن گیا، اس کی تجوریاں ہیرو جواہرات سے بھر گئیں۔

جنابِ صدر!

وقت کے صحیح استعمال سے جہاں انسان ظاہری طور پر خوشحال ہو جاتا ہے۔ وہاں اس کے باطنی خدوخال بھی سنور جاتے ہیں اس کو روحانی تازگی میسر آتی ہے اس کی ذہنی آسودگی کو چار چاند لگ جاتے ہیں اس کی پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں اور اس کی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔ وقت کی قدر کرنے والے واقعی اس دولت سے بھر پور فائدہ اٹھاتے ہیں۔

محترم صدر!

اگر کائنات کی رنگینیوں کو امعانِ نظر سے دیکھیں تو ہر شے وقت کی تسبیح میں پروئی ہوئی نظر آتی ہے۔ سورج اپنے وقت پر مشرق سے طلوع ہوتا اور وقت پر ہی مغرب میں غروب ہو جاتا ہے۔ ستارے اپنی روشنی بکھیرتے ہوئے آتے ہیں اور وقت پر ہی ہمیں نور کی بشارت دے کر رخصت ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کائنات کے تمام نظام کو وقت کے دھارے میں محصور کیا ہے۔

جنابِ صدر!

موذن کی اذان وقت پر ہوتی ہے۔ خطیب کا خطبہ وقت پر ہوتا ہے۔ جج کا فیصلہ وقت پر ہوتا ہے۔ شہید کے خون کا قطرہ وقت پر گرتا ہے، غازی میدانِ جنگ میں وقت پر کفار کو واصل جہنم کرتا ہے، معلم کی تدریس وقت پر ہوتی ہے۔ مصنف کی تصنیف وقت پر ہوتی ہے۔ درویش کی سرد آہ

وقت پر آسمانوں کا سفر کرتی ہے۔ ولی کی نگاہ وقت پر اُٹھ کر تقدیر بدلتی ہے۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر بھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

صدرِ ذی وقار!

روحانی اور جسمانی دونوں مسرتیں وقت کے صحیح استعمال سے وابستہ ہیں۔ وقت پورے زمانے کی ایک اکائی ہے اور کامیاب اس میں وہی ہے جس کی اس تک رسائی ہے۔ وقت کی قدر کرنے والے لوگ معزز اور محترم ہوتے ہیں۔ وقت کی اس دولت کی قدر نہ کرنے والے لوگ خائب و خاسر ہوتے ہیں۔ وقت کے صحیح استعمال سے انسان کے حسن میں نکھار آتا ہے اس کے کاروبار میں برکت آتی ہے اس کے حلقہ احباب میں اضافہ ہوتا ہے اس کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے پھر ہم کیوں نہ کہیں کہ وقت ایک دولت ہے۔

جنابِ صدر!

جس نے وقت کی دولت کو سمیٹا بے ہنر تھا ہنر مند بن گیا۔ بے عقل تھا عقل مند بن گیا، نحیف تھا تو تنومند بن گیا، ضعیف تھا صحت مند بن گیا مغرور و متکبر تھا عاجز و نیاز مند بن گیا، وقت کی قدر کرنے والے جس میدان میں ہوں معزز اور محتشم ہوتے ہیں۔

جنابِ صدر!

وقت لہو و لعب میں بھی گزارا جا سکتا ہے وقت بیکار گفت و شنید میں بھی گزر جاتا ہے۔ وقت چور بھی گزارتا ہے۔ وقت ڈاکو اور لٹیرا رہزنی کر کے بھی صرف کرتا ہے۔ وقت جیب کترا بھی گزار لیتا ہے۔ وقت بے کاری میں بھی کٹ جاتا ہے لیکن کتنا خوش نصیب ہے وہ جو اس دولت سے کماحقہ فائدہ اٹھاتا ہے اور اپنے تمام لمحہ ہائے زیست تعمیری کاموں کی نذر کر دیتا ہے اور پھر اس کی ساری زندگی آرام و سکون سے گزرتی ہے یہ سب وقت جیسی عظیم دولت کے لیے استعمال کا نتیجہ ہوتا ہے

یہ لعل و سیم و زر سے بھی گراں تر وقت ہے راشدؔ
یہ وہ دولت ہے جو ملتی نہیں شاہی خزانوں میں

والسلام

آپؐ بحیثیت مُعلّم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ

صدرِ ذی وقار اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کی سعادت حاصل ہو رہی ہے وہ ہے: ''آپؐ بحیثیت معلم''

جنابِ صدر!

''وہ ہے اسوۂ حسنہ'' اس مختصر وقت میں آپؐ کی زندگی کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالنا ممکن ہے میں صرف آپؐ بحیثیت معلم پر اظہار خیال کروں گا۔

صاحبِ صدر!

حضورؐ کی سیرت طیبہ پر اگر سرسری نظر ڈالی جائے تو ہمیں وہاں زندگی کی بوقلمونیوں کا ایک حسین وجمیل مرقعّ نظر آتا ہے، وہاں جنگ کی شعلہ بیانیاں بھی ہیں اور صلح کی راحت و رحمت بھی، دشمن نفرت کے انگارے بھی برساتے ہیں اور عقیدت مند اپنی محبت ومودت کے رنگین پھول بھی نچھاور کر رہے ہوتے ہیں۔ ہم نے محبوبِ خداؐ کو حلقہ یاراں میں بھی دیکھا ہے اور حملہ آوروں کے نرغہ میں بھی۔ ہم نے ان کی کاروباری مصروفیتوں کا بھی مطالعہ کیا ہے، اور غارِ حرا میں خلوتوں میں ان کے سوز وگداز کا بھی جائزہ لیا ہے، ہم نے انہیں اپنے وطن سے بظاہر انتہائی بے بسی اور بے کسی میں ہجرت کرتے بھی دیکھا ہے اور چند سال بعد اس شہر میں فاتحانہ انداز میں داخل ہونے کا منظر بھی ملاحظہ کیا ہے۔ اپنے اہل وعیال کے ساتھ ان کے برتاؤ کا ریکارڈ بھی ہمارے سامنے ہے اور

اپنے جاں نثار اور وفا شعار ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تفصیلات بھی ہمارے پیش نظر ہیں۔

جنابِ صدر!

زندگی کے وسیع و عریض میدان کا کوئی کونہ ایسا نہیں ہے جہاں حبیب کبریاؐ نے اپنے اسوۂ حسنہ کے حسین و جمیل نقوش نہ چھوڑے ہوں۔ یہ جامعیت، یہ ہمہ گیریت، اسوۂ محمدیؐ کے علاوہ کہیں نظر نہیں آتی۔ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والا ہر آدمی اسی آبِ زلال سے اپنی پیاس بجھا سکتا ہے۔

معزز سامعین!

نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں'' آپؐ نے اپنی بعثت کا مقصد یہ بتایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تعلیم و تدریس کے لیے بھیجا ہے۔ آپؐ نے بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ راست میں لانے کے لیے بڑی تکلیفیں اور پریشانیاں برداشت کیں، اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خاتم النبین بنا کر بھیجا، رحمت العالمین بنا کر بھیجا، بشیر و نذیر بنا کر بھیجا لیکن آپؐ نے جس کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا وہ معلم ہے یعنی آپؐ نے فرمایا کہ ''میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں''

صدرِ ذی وقار!

یہ آپؐ کی تعلیم کا ہی اثر تھا کہ راہزن آئے راہنما بن گئے، چور آئے رکھوالے بن گئے، آپؐ کے پاس شرابی آئے عبادت گذار بن گئے، زانی آئے عزتوں کے پاسباں بن گئے، علی رضی اللہ عنہ آئے شیر خدا بن گئے، عثمان رضی اللہ عنہ آئے ذوالنورین بن گئے، عمر رضی اللہ عنہ آئے میدانِ عدل وانصاف کے شاہسوار بن گئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے صدیقِ اکبر بن گئے۔ عرب کے بدو آئے تہذیب و تمدن کی تصویر بن گئے۔

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
خاک کے ذروں کو ہم دوش ثریا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے

کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

جنابِ صدر!

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو معلم بنا کر بھیجا۔ آپؐ نے سادگی کی تعلیم دی تو سادگی اختیار کی۔ آپؐ نے حق و صداقت کی بابت ارشاد فرمایا تو خود کو کفار سے بھی صادق اور امین کہلوایا، آپؐ نے وعدہ خلافی سے اجتناب کا ذکر کیا تو خود ایفائے عہد کی مثال بھی قائم کی، آپؐ نے سخاوت کی تعلیم دی تو خود کو جود و سخا کے مرتبے پر فائز بھی کیا۔ آپؐ نے امن و آشتی کا پیغام دیا تو اپنے آپ کو امن و آشتی کا علمبردار بھی ثابت کیا، آپؐ نے اخلاق کی تعلیم دی تو خود کو اس صفت کی معراج پر پہنچایا الغرض آپؐ نے نہ صرف زبان سے اپنے فریضے کو عملی جامہ پہنایا بلکہ اپنے آپ کو بطور نمونہ بھی پیش کیا۔

صدرِ ذی وقار!

آج اگر ایک معلم کامیاب استاد بننا چاہتا ہے تو اس کو آپؐ کے در کی دریوزہ گری کرنی پڑے گی، آپؐ کے آستانے پر جبین نیاز جھکانا پڑے گی، آپؐ کی پیروی کرنا پڑے گی، آپؐ کے نعلین مبارک کو سر کا تاج بنانا پڑے گا۔ آپؐ کی اتباع دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضمانت ہے۔

جو کرنی ہے جہانگیری محمدؐ کی غلامی کر
عرب کا تاج سر پر رکھ خداوندِ عجم ہو جا

والسلام

وقت ایک دولت ہے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باﷲ من الشیطن الرجیم
بسم اﷲ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''وقت ایک دولت ہے''

صدرِ ذی وقار!

وقت واقعی ایک دولت ہے، جس نے وقت کی رفتار کے ساتھ چلنے کا ڈھنگ سیکھ لیا وہ دولت مند بن گیا، صاحب ثروت ہو گیا، سلیقہ شعار ہو گیا، ہنر مند بن گیا، سعادت مند بن گیا، اس کی تجوریاں ہیر و جواہرات سے بھر گئیں، اس کے گھر میں غربت و افلاس کے شجر سایہ دار سے خزاں آشناء ہوگئی۔

جنابِ صدر!

وقت کے صحیح استعمال سے جہاں انسان ظاہری طور پر خوشحال ہو جاتا ہے۔ وہاں اس کے باطنی خدوخال بھی سنور جاتے ہیں، اس کو روحانی تازگی میسر آتی ہے، اس کی ذہنی آسودگی کو چار چاند لگ جاتے ہیں، اس کی پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں اور اس کی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔ وقت کی قدر کرنے والے واقعی اس دولت سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔

محترم صدر!

اگر کائنات کی رنگینیوں کو امعان نظر سے دیکھیں تو ہر شے وقت کی تسبیح میں پروئی ہوئی نظر آتی ہے۔ سورج اپنے وقت پر مشرق سے طلوع ہوتا اور وقت پر ہی مغرب میں غروب ہو جاتا ہے۔ ستارے اپنی روشنی بکھیرتے ہوئے آتے ہیں اور وقت پر ہی صبح نور کی بشارت دے کر رخصت ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کائنات کے تمام نظام کو وقت کے دھارے میں محصور کیا ہے۔

جنابِ صدر!

مؤذن کی اذان وقت پر ہوتی ہے۔ خطیب کا خطبہ وقت پر ہوتا ہے۔ حج کا فیصلہ وقت پر ہوتا ہے۔ شہید کے خون کا قطرہ وقت پر گرتا ہے، غازی میدان جنگ میں وقت پر کفار کو واصل جہنم کرتا

ہے۔معلم کی تدریس وقت پر ہوتی ہے، مصنف کی تصنیف وقت پر ہوتی ہے۔ درویش کی سرد آہ وقت پر آسمانوں کا سفر کرتی ہے، ولی کی نگاہ وقت پر اُٹھ کر تقدیر بدلتی ہے۔

نگاہ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

صدرِ ذی وقار!

روحانی اور جسمانی دونوں مسرتیں وقت کے صحیح استعمال سے وابستہ ہیں۔ وقت پورے زمانے کی ایک اکائی ہے اور کامیاب اس میں وہی ہے جس نے کی اس تک رسائی ہے۔ وقت کی قدر کرنے والے لوگ معزز اور محترم ہوتے ہیں۔ وقت کی اس دولت کی قدر نہ کرنے والے لوگ خائب وخاسر ہوتے ہیں ۔ وقت کے صحیح استعمال سے انسان کے حسن میں نکھار آتا ہے اس کے کاروبار میں برکت آتی ہے اس کے حلقہ احباب میں اضافہ ہوتا ہے اس کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوجاتا ہے پھر ہم کیوں نہیں کہیں کہ وقت ایک دولت ہے۔

جنابِ صدر!

جس نے وقت کی دولت کو سمیٹا بے ہنر تھا ہنر مند بن گیا۔ بے عقل تھا عقل مند بن گیا، نحیف تھا تو تنومند بن گیا، ضعیف تھا صحت مند بن گیا، مغرور ومتکبر تھا عاجز و نیاز مند بن گیا، وقت کی قدر کرنے والے جس میدان میں ہوں معزز اور محتشم ہوتے ہیں۔

جنابِ صدر!

وقت لہو ولعب میں بھی گزارا جاسکتا ہے وقت بیکار گفت وشنید میں بھی گزر جاتا ہے۔ وقت چور بھی اپنا گزارتا ہے۔ وقت ڈاکو، لٹیرا رہزنی کر کے بھی صرف کرتا ہے۔ وقت جیب کترا بھی گزار لیتا ہے۔ وقت بے کاری میں بھی کٹ جاتا ہے لیکن کتنا خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس دولت سے کما حقہ فائدہ اٹھاتا ہے اور اپنے تمام لمحہ ہائے زیست تعمیری کاموں کی نذر کردیتا ہے اور پھر اس کی ساری زندگی آرام وسکون سے گزرتی ہے یہ سب وقت جیسی عظیم دولت کے لیے صحیح استعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔

والسلام

یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم

معززاساتذہ کرام اورمیرے ہم مکتب ساتھیو! آج مجھے جس موضوع پر اظہارخیال کرنا ہے وہ ہے:''یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا''

صدرِ ذی وقار!

ہر کام کا وقت مقرر ہے، چمنستان میں گل نرگس کی شگفتگی کا ایک وقت ہے،نکہت باد بہاری کا ایک وقت ہے، کھیت اور کھلیان کے کشتِ زعفران بننے کا وقت ہے، طائرغور وفکر کی پرواز کا ایک وقت ہے،طفلانِ خود معاملہ کے عالم شباب میں پہنچنے کا ایک وقت ہے۔

صدرِ محترم!

انسان اشرف المخلوقات ہے،شرف و بزرگی کا تاج اس کے سر سجا ہوا ہے،مجدی وسروری کی خلعتِ فاخرہ اس نے زیب تن کی ہوئی ہے،عقل وشعور کی دولت سے مالا مال ہے،مسجود الملائکہ کے خطاب سے نوازا گیا ہے۔لیکن اسے بھی مسند رفیعہ کا صدرِنشیں بننے میں ایک وقت درکار ہے اس کو بھی منازل اپنے وقت پر ملتی ہیں۔

جنابِ صدر!

کام کو وقت پر کرنا ایک دانشمندی ہے، کمرۂ تدریس میں کتاب پر بھرپور توجہ عقلمندی ہے،مجاہد کی نظریاتی وجغرافیائی سرحدوں کی حفاظت دانشمندی ہے۔خطیب کی اپنے خطبے کے لیے مکمل تیاری دانائی ہے، تاجر کی تجارت میں مکمل شمولیت عقلمندی ہے، زمستانی ہواؤں میں گرم لباس کا استعمال دانشمندی ہے،موسم گرما کی مسموم ہواؤں میں ہلکا پھلکا لباس استعمال کرنا دانائی ہے۔

صدرِ محترم!

اگر کوئی جتنا بھی فطین ہے، ذہانت وفطانت کے میدان کا شاہسوار ہے،عقل وخرد اس کے گھر کی لونڈی ہے،شعور وآگہی کی فاختاؤں نے اس کے گھر میں موجود شجر سایہ دار پر اپنا آشیانہ بنا رکھا ہو، اس کی عقل و دانش کے چرچے چار دانگ عالم میں موجود ہوں۔لیکن اپنی فہم وفراست کا

استعمال نہیں کرتا تو یہ کسی طور پر مستحسن نہ ہے۔اگر کوئی کام وقت پر نہیں کرتا۔کسان ہے اور وقت پر بیج نہیں بوتا، معلم ہے اور وقت ضائع نہیں کرتا، شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کوئی اپنا دیارات کی بجائے دن میں روشن رکھتا ہے تو اس کا دیارات کو تیل نہ ہونے کی وجہ سے جل نہ سکے گا۔ بے وقت کاشت کی ہوئی زمین اچھی برداشت کا مظاہرہ نہ کرے گی۔

جنابِ صدر!

جو غیض وغضب کے وقت نوید اور مسرت کا مظاہرہ کرے، جو مسرت وشادمانی کے وقت رنج والم کا مظاہرہ کرے، جو ایّام خیر وشر میں تمیز نہ کر سکے، جو ایّام مسرت وحظ میں یوں بے خبر ہو جائے کہ اس کو ایّام شر کی یاد ہی نہ آئے تو ایسا شخص نادانی کا رَجُل رشید تو ہوسکتا ہے لیکن دانائی کے بحرِ دانش میں کسی ناؤ کی ناخدائی ناممکن ہے۔

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا وہ ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

جنابِ صدر!

نادان ظاہر انسان ہوتے ہیں، لیکن عملاً حیوانیت کا مظاہرہ کرتے ہیں، حماقت اور باغی جیسی صفات سے متصف انسان کوئی قابل قدر خدمات سرانجام نہیں دے سکتا، بلکہ دماغی صلاحیت سے مستقل طور پر محروم فرد سے احکام اسلام کی بجا آوری ساقط کر دی جاتی ہے۔

جنابِ صدر!

نادان افراد خاندان کے لیے، ملک وقوم کے لیے، معاشرے کے لیے ناسور ہوتے ہیں، ان کی موجودگی دراصل عدم کی صورت میں ہوتی ہے، وہ ملک وقوم کی نظر میں سدراہ ثابت ہوتے ہیں، ان کی عبادت، ان کا میل جول، ان کی نشست و برخاست سطحی ہوتی ہے۔ وہ وطن، قوم اور ملک کی بھلا کیا خدمت کریں گے جن کی نماز میں ہی ترتیب نہیں بقول شاعر:

کہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

والسلام

انصاف قوموں کی زندگی کوتوانا رکھتا ہے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو! آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''انصاف قوموں کی زندگی کوتوانا رکھتا ہے''

صدرِ ذی وقار!

زندگی کی راحتیں، مسرتیں اس وقت اپنے دامن میں سمیٹی جا سکیں گی، جب قلب و ذہن تندرست وتوانا ہو، جب دل و دماغ حصولِ راحتِ زیست کے لیے مستعد و تیار ہوں، جب انسان روحانی اور جسمانی طور پر تندرست اور توانا ہو، اور جملہ اعضائے انسانی حیات کے لیے آرزومند اور متمنی ہوں۔

صدرِ محترم!

بیمار اور صاحبِ فراش شخص زندگی کے الطاف کریمانہ سے کماحقہٗ مستفید نہیں ہوسکتا۔ بیمار سوچ اور منفی فکر و غور کا حامل شخص زندگی کی آسائشوں سے کوئی سروکار نہیں رکھتا، اس کی نشست و برخاست، اس کے قیام و قعود، اس کے افکار کا محور صرف اور صرف اس کی ذات ہوتی ہے جو داخلی یا خارجی عوامل کے پیشِ نظر عضو معطل ہو چکی ہوتی ہے۔

جنابِ صدر!

افراد، فرد کی جمع ہے اور افراد مل کر قوم بنتے ہیں اسی طرح قوم سے اقوام اور قومیں بنتی ہیں۔ اقوام کی اکائی فرد ہے، اور فرد کی روحانی، جسمانی، قلبی و ذہنی ساخت میں کوئی سقم یا جھول واقع ہو جائے تو پورا نظام متاثر ہو جاتا ہے، اس کے مقصدِ حیات کی تکمیل میں رکاوٹیں کھڑی ہو جاتی ہیں بالآخر اس کا وجود غیر مفید ہو جاتا ہے۔

جنابِ صدر!

کائنات کے نظام میں انسان ایک جزو لاینفک ہے، دراصل کائنات نام ہی بنی نوع انسان کا ہے، اس لیے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے، اور مخلوقات کا شرف ہی نہ ہو تو گویا وہ مخلوقات ہی نہیں ہے مخلوقات کی زندگیوں کو تندرست وتوانا اور پُرمسرّت بنانے کے لیے جس چیز کی ضرورت سے وہ عدل و انصاف ہے۔

جنابِ صدر!

عدل و انصاف سے قوموں کی زندگی میں توانائی آتی ہے، ظلم و استبداد کے گھٹا ٹوپ

اندھیرے چھٹ جاتے ہیں، جبر واستبداد کی چکی میں پسنے والی انسانیت کو سکون کا سانس نصیب ہوتا ہے، زندگی عیش وعشرت کا نمونہ بن جاتی ہے، منصف ناقوس عدل وانصاف پر جب ضرب لگاتا ہے تو ظالموں کے خودساختہ محلات میں زلزلہ برپا ہو جاتا ہے۔

صدرِ محترم!

عدل وانصاف جس شعبے میں بھی ہوتا ہے اس میں رنگ بھر جاتا ہے، اس کی تقدیر بدل جاتا ہے، اس کے نقائص کو دور کر دیتا ہے، اس کی کارگزاری میں اضافہ ہو جاتا ہے، اس میں حسنِ اعتدال پیدا کر دیتا ہے۔ اس شعبے کے مالکان کی عظمت کو چار چاند لگ جاتے ہیں، اس کے کارکنان کے معیارِ زندگی میں بہتری آجاتی ہے۔

جنابِ صدر!

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ’’اللہ تعالیٰ تمہیں عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے‘‘ اس پر عمل پیرا ہونے سے دنیوی زندگی میں بہتری کے ساتھ اُخروی زندگی میں کامیابی نصیب ہو جاتی ہے۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

صدرِ محترم!

عادل حکمران کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے، گلشن میں عدل وانصاف کی مہک جب اُٹھتی ہے تو ہر کس وناکس کا دماغ معطر ہو جاتا ہے، عدل وانصاف کا لگایا ہوا شجر سایہ دار ہمیشہ بار آور ثابت ہوتا ہے۔ میدان عدل وانصاف میں شاہسواری کے متمنی شخص کو جبر واستبداد کی خصائل قبیحہ کو ترک کر کے دامن انصاف سے وابستہ ہونا ہوگا اور اسی میں کامیابی ہے۔

جنابِ صدر!

شعبہ سیاسیات ہو، شعبہ معاشیات ہو، شعبہ اقتصادیات ہو، ان جملہ شعبہ ہائے زیست کی دھنک میں اگر رنگ بھرنا ہے تو عدل وانصاف کے آب زلال سے اپنی پیاس بجھانا ہوگی، گھر کی چار دیواری سے لے کر ملکِ پاکستان کی سرحدوں تک فرمانروائی اور مجدی وسروری کی خواہش کو اگر پورا کرنا ہے۔ تو عدل وانصاف جیسی مقوی غذا سے جسم وروح کو توانا کرنا ہوگا کیونکہ انصاف ہی ہے جو قوموں کی زندگی کو توانا رکھتا ہے۔

والسلام

حب الوطنی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''حب الوطنی''

صدرِ ذی وقار!

جہاں تک حب اور محبت کا تعلق ہے تو کائنات رنگ و بو میں جتنا ذکر محبت کا ہوتا ہے شاید کوئی اور اصطلاح اتنی استعمال نہ ہوتی ہو، کبھی کوئی اولاد سے محبت کا ذکر کرتا ہے۔ کبھی خوشبو سے محبت کا ذکر کیا جاتا ہے، کبھی دوستوں سے محبت کی پینگیں بڑھائی جاتی ہیں، کبھی جائیداد سے محبت کا ذکر خیر ہوتا ہے بلکہ جائیداد کی محبت میں تو کشت وخون کا سلسلہ بھی روا رکھا جاتا ہے، سیم وزر سے محبت کی جاتی ہے۔ سونے چاندی کے اضانے میں اپنی تمام توانائیاں صرف کی جاتی ہیں، کوئی اولاد سے محبت کرتا ہے، کوئی مال سے محبت کرتا ہے، کوئی جان سے محبت کرتا ہے، اور وہ شخص کتنا خوش نصیب ہے جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت ہوتی ہے۔

معزز سامعین!

بحیثیت مسلمان ہماری حقیقی محبت کا تقاضا یہی ہے کہ ہماری محبت کے جملہ پہلو سرورِ کائنات کی ذات بابرکات کے لیے ہوں۔ اور آپؐ کے ساتھ محبت اس بات کی بھی متقاضی ہے کہ آپ کے ہر قول وفعل کو من وعن تسلیم کیا جائے اور پھر ہر زاویے سے اس پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے، اس میں ہماری دنیوی واُخروی کامیابی ہے۔ سرکارِ دوعالمؐ کا ارشاد گرامی قدر ہے کہ **حب الوطن من الایمان** کہ وطن سے محبت ایمان سے ہے۔

صدرِ ذی وقار!

وطن کی محبت ایمان سے ہے اس کا اگر بنظرِ عمیق جائزہ لیں تو اسلام کے جملہ احکام بالخصوص اسی محبت کی تکمیل کے خواہاں ہیں۔ کیونکہ جملہ عبادات کی تکمیل وطن سے وابستہ ہے۔ وطن ہے تو سب کچھ ہے۔ نماز ہے، روزہ ہے، زکوٰۃ ہے، حج ہے، اور اگر وطن نہیں ہے تو یہ ہوتے ہوئے بھی اپنی حقیقی نورانیت سے ہمارے قلب و ذہن کے دریچوں کو منارۂ نور نہیں بنا سکتے۔ اسلام کی نظر میں سب برابر ہیں، اسلام مساوات کا درس دیتا ہے، عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں سوائے پرہیزگاری اور تقویٰ کے، اسلام کی نظر میں تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اسلام دینِ فطرت ہے، اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ کیا غیر کی سرزمین پر اسلام کی اقتدار کو پروان چڑھایا جاسکتا ہے، کیا غلامی کی زندگی میں نماز کی ادائیگی سے رگوں میں دوڑنے والا خون اپنے اندر حرارت ایمانی کو جذب کرسکتا ہے، ہرگز نہیں!

معزز سامعین!

غیر کی سرزمین میں خوف و ہراس سے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے دی گئی زکوٰۃ غرباء و مساکین، یتامیٰ، فقراء، محتاج و بے کس، مبتلائے غم واندوہ، اور غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنے والے افراد کے سرد چولہوں میں کیسے آگ جلاسکتی ہے اور ان پر پک کر تیار ہونے والے سامان خورد ونوش سے وہ شکم سیری کیسے کرسکتے ہیں۔

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

جنابِ صدر!

وطن کی محبت سے جہاں عبادت میں سرور ملتا ہے، وہاں زندگی کے بناؤ سنگھار میں اور نکھار آجاتا ہے۔ غیر کی سرزمین پر اگنے والے خوش رنگ پھول سے وطن کی خاک کے سینے کو چاک کرکے سر نکالنے والا نوکدار خار بدرجہا بہتر ہوتا ہے، گلشن وطن میں اگنے والے خودرو پودے اور خس وخاشاک پر موتیوں کی

طرح چمکنے والی شبنم کا دیارِ غیر میں نظر آنے والے تناور درختوں اور عقا قیر نافعہ کا ایک وطن پرست اور محبّ وطن موازنہ کیسے کرسکتا ہے۔وطن سے زندگی ہے اور وطن ہی میں بندگی ہے۔

دل سے نکلے گی نہ مر کر بھی وطن کی الفت
میری مٹی سے بھی خوشبوئے وفا آئے گی

معزز سامعین!

اگر ہم حقیقی محبّ وطن ہیں تو ملاوٹ سے پرہیز کریں،اقربا پروری سے پرہیز کریں،رشوت ستانی سے پرہیز کریں،دروغ گوئی سے پرہیز کریں،غیبت اور دھوکہ دہی سے پرہیز کریں،چوری اور ڈاکہ زنی سے پرہیز کریں،ان قبیح خصائل سے منسلک افراد ہی وطن کی بیخ و بن کو کھوکھلا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

بیزار ہیں جو جذبۂ حب الوطنی سے
وہ لوگ کسی سے بھی محبت نہیں کرتے

جنابِ صدر!

اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے تعلیمی اداروں میں ایسا نصاب شامل کریں جس میں وطن کی محبت شامل ہو اور پاکستان کے قیام میں جن ہستیوں نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ان کے حالات شامل کیے جائیں تاکہ نئی نسل کے قلب و ذہن میں وطن کی محبت اجاگر ہو۔اس وطن سے مراد وہ وطن ہے جہاں مسلمان آزادی سے زندگی کے شب و روز گزارتا ہے، بنابریں ساری کائنات ہی مسلمان کا وطن ہے کیونکہ:

ہر ملک ملک ماست-- کہ ملک خدائے ماست

والسلام

اسلام دہشت گردی نہیں امن چاہتا ہے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدرِ ذی وقار، معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع فراہم کیا گیا ہے وہ ہے: ''اسلام دہشت گردی نہیں امن چاہتا ہے''

جنابِ صدر!

دہشت گردی ایک ایسا ناسور ہے جس نے معاشرے کے حسن کو ختم کر دیا ہے، ایک ایسا عفریت ہے جس کے خوفناک مجسمے نے امن وسکون کو خاک میں ملا دیا ہے۔ دہشت گردی ایک ایسی ظلمت ہے جس سے نور وضیا دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

جنابِ صدر!

دہشت گردی گھر میں ہو، گھر سے باہر ہو، محلّہ میں ہو کوچوں میں ہو، تعلیمی اداروں میں ہو، درسگاہوں میں ہو، دہشت گردی جہاں کہیں بھی ہو اپنے منحوس سایوں کے باعث زندگی اجیرن کر کے رکھ دیتی ہے۔

جنابِ صدر!

دہشت گردی کی فضاء میں پروان چڑھنے والا پودا کبھی تناور درخت نہیں بن سکتا۔ دہشت گردی کے ماحول میں بڑھنے والا پھول کبھی گردونواح کو معطر نہیں کرسکتا۔ دہشت گردی کی فضاء میں سانس لے کر پروان چڑھنے والا مردِ حر کا لباس زیب تن نہیں کرسکتا۔

معزز سامعین!

برائی جو بھی ہو اس کو ختم کرنا اس کو جڑ سے اکھیڑنا، اس کو صفحہ ہستی سے مٹانا، اس کو نیست و

نابود کرنا انتہائی ناگزیر ہو جاتا ہے اس کے لیے سر توڑ کوشش کی جاتی ہے، جہد مسلسل سے کام لیا جاتا ہے، شب و روز کاوش کی جاتی ہے۔

جنابِ صدر!

پیہم محنت سے اس کے تن ناقص پہ کاری ضرب لگائی جاسکتی ہے۔ اس کے وجود بد سے بچاؤ کی صورت اختیار کی جاسکتی ہے۔ دہشت گردی جیسی لعنت سے چھٹکارا ایک مرد مجاہد کے لیے جزو لاینفک ہے۔ دہشت گردی کے کنویں سے نکلنے والا پانی معاشرے کے برگ و بار کو کبھی تر و تازہ نہیں رکھ سکتا۔

جنابِ صدر!

دہشت گردی کے خاتمے کے لیے عقل و شعور کی دولت سے مالا مال ہونا لازمی ہے۔ عقل و شعور کی کھیتی کو سر سبز رکھنے کے لیے تعلیم کا آبِ رواں انتہائی اہم ہے تعلیم ہوگی تو دہشت گردی نہ ہوگی، تعلیم کے زیور سے انسان مرصّع ہوگا تو دہشت گردی کے بھیانک سائے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

جنابِ صدر!

اسلام دہشت گردی سے امن چاہتا ہے اسلام کی آفاقی تعلیمات اس پر کاری ضرب لگاتی ہیں۔ تعلیم اور بالخصوص اسلامی تعلیم دہشت گردی کے خاتمے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسلامی تعلیم انسانیت کا احترام سکھاتی ہے۔ چھوٹوں پر شفقت کا درس دیتی ہے، بڑوں کی عزت کرنے کا ڈھنگ سکھاتی ہے۔ کمزوروں کے ساتھ معاونت کا گر سکھاتی ہے۔

جنابِ صدر!

اسلامی تعلیم عورتوں کا احترام، ضعیفوں سے تعاون، مظلوموں کی دادرسی، ظالموں کے ساتھ نبرد آزمائی، گنواروں کو جینے کا ڈھنگ، رشتہ داروں سے مہر و وفا پر مبنی سلوک، بیماروں کے ساتھ ہمدردی، مزدوروں کے ساتھ ہمدردی اور پیار کا درس دیتی ہے۔

ان کا جو فرض ہے وہ اہلِ سیاست جانیں

میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

جنابِ صدر!

دہشت گردی کے خاتمے کے لیے اسلامی تعلیم اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تعلیم ہوگی تو گھر میں دہشت گردی نہ ہوگی، کسان پرسکون ہوگا، تاجر پرسکون ہوگا، صنعت کار پرسکون ہوگا، مدرس پرسکون ہوگا، خطیب پرسکون ہوگا، وکیل پرسکون ہوگا، ہر اکائی سکون و طمانیت کا مظہر ہوگی۔

جنابِ صدر!

دہشت گردی کے خاتمے کے لیے تعلیمی اداروں میں فضا قائم کرنا ہوگی، اساتذہ کو تربیت دینا ہوگی، ورکشاپوں کا قیام امن میں لانا ہوگا، نصاب میں تبدیلی کرنا ہوگی، نصاب میں دہشت گردی کے نقصان پر مبنی مضامین کا اضافہ کرنا ہوگا۔

جنابِ صدر!

اسمبلی میں ایک دن ایسا رکھا جائے جس میں دہشت گردی پر مبنی لیکچر دیا جائے، اساتذہ لیکچر دیں، رئیس مدرس لیکچر دے، اساتذہ کے تیار کیے ہوئے طلباء اپنی اپنی تقاریر پیش کریں۔ دہشت گردی کے خلاف مضامین لکھیں جائیں۔ طلباء کو دہشت گردی کا بھیانک چہرہ بے نقاب کر کے دکھایا جائے۔ دہشت گردی کے خلاف اسلامی تعلیمات پر مبنی لٹریچر شائع کیا جائے۔

سات صندوقوں میں بھر کر دفن کر دو نفرتیں
آج انساں کو محبت کی ضرورت ہے بہت

جنابِ صدر!

پرائمری سے لے کر یونیورسٹی تک ایمان داری، دیانت داری، صداقت، شرافت، محبت، اخوت، رواداری کے لیکچرز کا انتظام و انصرام کیا جائے۔ دہشت گردی کے خلاف مضامین تحریر کروائے جائیں کیونکہ تعلیم ہی ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے دہشت گردی کے عفریت کو ہلاک کیا جاسکتا ہے اور احکام الٰہی پر عمل پیرا ہو کر امن و آشتی کا بیج بویا جاسکتا ہے۔

والسلام

جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

نحمدہ وَ نُصَلِّیُ علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معززاساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!
آج مجھے جس موضوع پرلب کشائی کی سعادت حاصل ہو رہی ہے وہ ہے:
''جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی''

جنابِ صدر!

انسان نے ایاّم زیست گزارنے ہیں، عالم رنگ و بو میں سانس لینا ہے، اس جہاں کے اندر موجود نشیب وفراز سے اسے واسطہ پڑنا ہے، افراط وتفریط کا شکار بھی ہونا ہے، اور پھر افراط وتفریط کے گرداب سے اپنی ناؤ کی حفاظت بھی کرنی ہے، کائنات کی رنگینیاں، رعنائیاں اور دل آویزیاں بھی اُس کے لیے سازگار ماحول فراہم کریں گی۔ یہ سب منظر اس کی آنکھوں کے سامنے سے گزرنے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

ان انعامات الٰہیہ سے صرف وہی مستفید ہو سکتا ہے، جس میں ان کے حسین مناظر کو دیکھنے کی سکت ہو، جس کی قوتِ سماعت مضبوط ہو، جس کے حواسِ خمسہ ان حسین وجمیل نظاروں کے لیے مستعد رہتے ہوں، جو نسیمِ صبح کی فرحت بخش ٹھنڈک محسوس کرنے کے لیے ہمہ وقت آرزومند ہو، جن کے جسم وجاں کسی اضمحلال کا شکار نہ ہوں۔

محترم صدر!

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے، عظمت کا تاج اس کے سر پر سجایا ہے، انسان ہمیشہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور ارفع سے ارفع کا آرزومند رہتا ہے، اُس کا طائرِ غور وفکر بلند پروازی کا متمنی رہتا ہے، اُس کی اُمنگیں اور آرزوئیں عظیم سے عظیم تر ہوتی ہیں، وہ کبھی گھٹیا اور ادنیٰ حرکت کا مرتکب نہیں ہوتا۔ اُس کے حوصلے بلند اور عزائم مضبوط ہوتے ہیں۔

جنابِ صدر!

شاعرِ مشرق حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ انسان کو اس کی حقیقت سے شناسائی کا درس دے رہے ہیں، اُس کو اپنے مقام و مرتبہ سے آگاہ کر رہے ہیں، اُس کو یہ باور کروایا جا رہا ہے کہ انسان کو اپنی حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے۔ گدھوں کی طرح مردار پر نہیں گرنا چاہیے، شاہین کی طرح پرواز بلند کرنی چاہیے۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

صدرِ محترم!

انسانیت بزدلی کا نام نہیں، انسانیت شجاعت اور بہادری کا نام ہے، انسانیت بخل اور کنجوسی کا نام نہیں، انسانیت سخاوت اور ہمدردی کا نام ہے، انسانیت غرور و تکبر کا نام نہیں، انسانیت عاجزی و انکساری کا نام ہے، انسانیت ظلم و استبداد کا نام نہیں، انسانیت عدل و انصاف کا نام ہے۔

جنابِ صدر!

اِن صفات کے حصول میں قُویٰ صرف ہوں گے، قُویٰ کے حصول کے لیے رزق کی ضرورت ہوگی، رزق کے حصول کے لیے وسائل تلاش کرنا ہوں گے، وسائل ناجائز بھی ہوں گے، وسائل جائز بھی ہوں گے، ناجائز ذرائع کے استعمال میں سبکی ہوگی، جائز ذرائع کے استعمال میں مقام و مرتبہ حاصل ہوگا۔

جنابِ صدر!

اگر ہم نے پرواز بلند رکھنی ہے، اپنی عزت و عظمت کا لوہا منوانا ہے، اپنی ساکھ کو استحکام بخشنا ہے، اپنے معیار کو بلند رکھنا ہے، اپنی ترقی کو دوام بخشنا ہے، تو ہمیں تنزلی کی دلدل میں دھکیلنے والی عاداتِ قبیحہ سے کنارہ کشی اختیار کرنا ہوگی، اور ترقی و عروج کی فلک بوس چوٹیوں کو اپنا مسکن بنانے کے لیے عاداتِ صالحہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانا ہوگا۔

اے طائر لاہوتی! اُس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

والسلام

قائد کا فرمان کام، کام اور کام

نحمدہ وَنُصَلِّیُ علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''قائد کا فرمان کام، کام اور کام''

جنابِ صدر!

اس کائناتِ رنگ و بو میں جو رنگینیاں نظر آ رہی ہیں، اس کائنات میں جو حسن نظر آ رہا ہے اس کائناتِ رنگ و بو میں جو تنوع دکھائی دے رہا ہے، اس کائنات کے گلشن میں جو بہار آئی ہوئی ہے، یہ سب کچھ اپنے آپ وجود میں نہیں آ گیا، یہ کسی نہ کسی کاریگر کا شاہکار ہے، کسی نہ کسی محنتی کی محنت ہے۔

جنابِ صدر!

محنت اور جدوجہد ہی انسان کو انسانیت کے مقام پر فائز کرتی ہے، معاشرے میں اس کا ایک مقام بناتی ہے، کام سے محبت ہی بڑے بڑے کام بناتی ہے، کام کرنے والا شخص کسی کا دست نگر نہیں ہوتا، اُس کی خودی میں اضافہ ہوتا ہے، اُس کی خودداری کی دیوار میں شگاف نہیں پڑتا، وہ غریب اور بے کس کی دستگیری بھی کر سکتا ہے۔

بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کُھلتا
روشن شرر تیشہ سے ہے خانۂ فرہاد

صدرِ ذی وقار!

بانئ پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان زبان زد عام ہے کہ کام، کام اور کام، اس نابغۂ روزگار ہستی نے کام کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اگر انسان کا ارادہ نیک ہو، انسان کے

جذبات حق وصداقت کے ترجمان ہوں، اور مقصد نیک ہو،عوام النّاس کی خدمت کا جذبہ موجزن ہوتو مقصد کے حصول میں کوئی چیز رکاوٹ پیدا نہیں کرسکتی۔

صدرِ ذی وقار!

قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ فرمایا، کہ کام سے تعلق پیدا کرو، محنت کروتو پھراس طرح کام کرکے بھی دکھایا، شب وروز محنت کی، دن رات ایک کیا، اور کوشش کرتے رہے اللہ تعالیٰ نے ملکِ پاکستان کے قیام میں مدد فرمائی اور پاکستان بن گیا یہ سب کچھ آپ کی انتھک محنت شاقہ اور جدوجہد کا نتیجہ تھا۔

صدرِ محترم!

کام، کام اور کام ظاہر یہ تین الفاظ نظر آرہے ہیں لیکن زندگی کی گاڑی کو صحیح انداز میں چلانے کے لیے اس پٹڑی اور اس لائین کو ضرور استعمال کرنا پڑے گا۔ کام سے محبت کرنے والے لوگ اس دنیا میں آسمان پر ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔ اس دنیا کی زیبائش میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، اس گلشنِ گیتی میں سے خس وخاشاک کو ختم کرنے میں ان کا کردار نمایاں ہوتا ہے۔

جنابِ صدر!

کام سے محبت کرنے والے مالی کا باغ دور سے ہی حسین نظر آتا ہے، کام سے لگن رکھنے والے کاشتکار اور مزارع کا کھیت کشتِ زعفران کا نمونہ پیش کر رہا ہوتا ہے، کام سے پیار کرنے والا شخص معیاری ہوتا ہے، اس کی زمین سونا اگل رہی ہوتی ہے، اس کے تعلیمی ادارے اچھے اچھے سائنس دان پیدا کر رہے ہوتے ہیں، اس کے کھیل کے میدان آباد ہوتے ہیں، اس کے ہسپتالوں میں بے رونقی ہوتی ہے، کام ہمیشہ کام بناتا ہے لیکن ہر چیز میں اعتدال بھی ایک حُسن ہوتا ہے اور یہی ہمارے قائد کا فرمان ہے جو قائدِ اعظم محمد علی جناح کے بھی قائد ہیں یعنی حضرت محمدؐ۔

راشدؔ اگر جہاں میں کرنا ہے پیدا نام
کرنا پڑے گا تجھ کو دِن رات کام، کام

والسلام

ڈینگی ایک چیلنج

نحمدہ وَ نُصَلّیُ علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدرِ ذی وقار معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو! آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کی سعادت حاصل کرنی ہے وہ ہے: ''ڈینگی ایک چیلنج،،

جنابِ صدر!

آج کل پورے پاکستان میں جس بیماری نے پاکستانیوں کے اعصاب کو مضمحل کر رکھا ہے وہ ڈینگی ہے اور ڈینگی بخار ہی کی ایک قسم ہے، چھوٹے، بڑے، امیر، غریب، کالے، گورے سب اس سے خوفزدہ ہیں، سب اس سے فرار کا رستہ اختیار کرنے کے متمنی ہیں، اس کے نام سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

صدرِ محترم!

فرمانِ باری تعالیٰ ہے'' کہ ایاّم لوگوں کے درمیان ایک جیسے نہیں رہتے، بدلتے رہتے ہیں۔'' وقت کا دھارا گزر جاتا ہے۔ خزاں کے ختم ہوتے ہی بادِ بہاری کو اٹھکیلیاں سوجھنا شروع ہو جاتی ہیں۔ مردہ پتے گرنے لگتے ہیں، اور نئے شگوفے کھلنا شروع ہو جاتے ہیں، چمنستانِ ہستی میں بہار آ جاتی ہے، ستاروں کی گردش، اور زمین کی حرکت ارضی اور سماوی تبدیلیوں کی نشاندہی کرتی ہے۔

اے ہم نشیں ! کلام میرا لا کلام ہے
سُن! زندگی تغیّرِ پیہم کا نام ہے

صدرِ ذی وقار!

انسان پر بھی حالات ایک جیسے نہیں رہتے، کبھی مسرت و شادمانی کی کیفیت ہوتی ہے، کبھی غم و اندوہ ساتھ نبھانے کا تہیہ کر لیتے ہیں، کبھی امارات کے بادل سایہ فگن ہو جاتے ہیں، کبھی غربت و افلاس کی چکی میں پسنا مقدر بن جاتا ہے۔ کبھی بیماری کا بھیانک چہرا جیسے ڈینگی کی صورت میں

سامنے آتا ہے دیکھنا پڑتا ہے اور کبھی تندرستی اور صحت کی نوید جانفزا سنائی دینا شروع کردیتی ہے۔

جنابِ صدر!

انسان اشرف مخلوقات پیدا فرمایا گیا ہے۔اس کو نشیب و فراز سے واسطہ پڑتا ہے، اس کو افراط وتفریط سے تعلق پیدا کرنا ہوتا ہے،لیکن یہ تمام امور بحسن وخوبی سرانجام دیتا ہوا اپنے سفر حیات کو جاری وساری رکھتا ہے،کوہ و بیاباں سامنے آئے تو یہ سیل تندرو بن کے گزر جاتا ہے اور اگر چمنستانی خطہ آجائے تو یہ جوئے نغمہ خواں ہوجاتا ہے چنانچہ اس کو ہر قسم کے چیلنج سے نمٹنا آتا ہے۔

گزر جا بن کے سیل تُند رو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

معززسامعین!

جب ہم چیلنج کا مقابلہ کر سکتے ہیں تو ڈینگی جو ایک بیماری ہے تو اس کا مقابلہ کیوں نہ کریں گے،اس سے چھٹکارا حاصل کیوں نہ کرسکیں گے،اس کے خاتمے کے لیے ہمیں نفسیاتی طور پر مضبوط ہونا ہوگا۔''موت جس کا ایک وقت مقرر ہے'' کا عقیدہ سامنے رکھ کے اس ہولناک تصوّر سے نجات حاصل کرنا ہوگی۔

محترم صدر!

ہمیں ڈینگی بخار سے ڈرنے کی بجائے اس کے علاج کی طرف توجہ کرنا ہوگی کمزور اور مالی طور پر پریشان مریض کو ہسپتال پہنچانا ہوگا،مریض سے پرہیز کی بجائے مرض سے پرہیز کرنا ہوگا۔ سرکاری طور پر اس کے خاتمے کے لیے اُٹھنے والے اقدامات کی پرزور حمایت اور تائید کرنا ہوگی،اور اس مرض سے متاثرہ مریض کو حوصلے سے کام لیتے ہوئے اس چیلنج کو قبول کرنا ہوگا۔ڈینگی بخار ہمارے لیے چیلنج ہے اور ہم نے ہی چیلنج قبول کرکے اس کے خاتمے کے اقدامات کرنے ہیں۔

وہ مرد نہیں جو ڈر جائے حالات کے خونی منظر سے
اُس دور میں جینا لازم ہے جس دور میں جینا مشکل ہو

والسلام

صحت مند رویّے صحت مند معاشرہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدرِ محترم اور معزز سامعین! آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ”صحت مند رویے صحت مند معاشرہ“

جنابِ صدر!

ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ ایک معیاری زندگی گزارے، ایسی زندگی جس میں مسرتوں اور خوشیوں کے سوا اور کچھ نہ ہو، ایسی زندگی جو پریشانیوں اور مصیبتوں سے کوسوں دور ہو، ایسی زندگی جس میں انسان کے محبت اور پیار کا وافر سامان موجود ہو، ایسی زندگی جس کو دیکھ کر رشک کیا جائے۔

صدرِ محترم!

اس خواہش کی تکمیل کے لیے کئی خواہشات کی قربانی دینا پڑے گی، بے جا نمود و نمائش کو چھوڑنا پڑے گا، ریا کاری، تصنع، بناوٹ اور تفوق کے خیالات کو دل سے نکالنا ہوگا، حسد، بغض ،نفرت جیسی غیر اخلاقی بیماریوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا ہوگی، بُخل، اسراف اور ظلم و جبر جیسے تصورات اور نظریات کے عفریت کو کچلنا ہوگا۔

جنابِ صدر!

صحت مند رویے ہی صحت مند معاشرے کے قیام کا باعث ہوتے ہیں، صحت مند افراد صحت مند رویوں کا باعث ہوتے ہیں، حدیث نبویؐ ہے کہ ”صحت مند دماغ صحت مند جسم میں ہوتا ہے“ صحت درست ہوگی تو دماغ درست ہوگا، دماغ درست ہوگا تو خیالات درست ہوں گے سوچ مثبت ہوگی، سوچ مثبت ہوگی تو معاشی اور معاشرتی غرض سے بنائے گئے منصوبے نافع ہوں گے۔

والسلام

میرا شہر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معززاساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کرنی ہے وہ ہے: ''میرا شہر''

جنابِ صدر!

میرا شہر، میرا گھر، میرا اسکول، میرا ملک ایسے الفاظ ہیں جس سے محبت پیار آشکار ہوتا ہے، جس سے اپنائیت کا احساس ہوتا ہے، جس سے بیگانی کا قلع قمع ہوتا ہے، میرا شہر، میرا گھر، میر اسکول، میرا ملک کہنے سے نسبت واضح ہورہی ہے۔

صدرِ محترم!

میرا شہر میرا وطن ہے، میری سرزمین ہے، میری سوہنی دھرتی ہے، میرا علاقہ ہے، اور اپنی سرزمین ہر محبِّ وطن کو پسند اور محبوب ہوتی ہے۔ اسی لیے تو نبی کریمؐ نے ہجرتِ مدینہ کے موقع پر مکہ کی طرف رخِ انور کر کے ارشاد فرمایا کہ مکہ تو میرا شہر ہے اور تجھ سے مجھے محبت ہے لیکن یہ لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے اسی طرح آپؐ نے مدینہ منورہ کے لیے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شہر کو با برکت بنادے، اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہورہی ہے کہ اپنے شہر اور وطن سے پیار کرنا حضور اکرمؐ کی سنت بھی ہے۔

صدرِ ذی وقار!

جہاں تک میرے شہر کا تعلق ہے کہ یہ بڑا پر رونق شہر ہے، مجھے اس سے بہت مانوسیت ہے، میں اس سے دل کی گہرائیوں سے عشق کرتا ہوں، اس میں عظیم مساجد ہیں جن سے دن میں پانچ مرتبہ اذان ہوتی ہے، مؤذن کی مسحور کن آواز کانوں میں رس گھولتی ہے، میرے شہر میں تعلیمی درسگاہیں ہیں جو طلباء کو زیورِ تعلیم سے مزیّن ومرصّع کر رہی ہیں، یہاں دینی درسگاہیں بھی ہیں جو

قرآنِ پاک کی تعلیم سے تشنگانِ علم کی پیاس بجھا رہی ہیں۔

صدرِ محترم!

میرا شہر ایک عظیم شہر ہے، اس کے چار بازار ہیں، جو درمیان میں ایک چوک پر اکھٹے ہو جاتے ہیں اور گویا اتحاد و اُخوت کا درس دے رہے ہیں۔ میرے شہر کی ہر چیز نرالی ہے، ہر چیز انوکھی ہے، میرے شہر میں فروٹ کثرت سے پایا جاتا ہے، میرے شہر کا وقوع تقریباً پنجاب کے تمام امصار سے زیادہ اچھا ہے، میرے شہر کا فروٹ فروش جب صدا لگاتا ہے تو اس کی زبان سے نکلنے والے الفاظ عجب سماں باندھ دیتے ہیں۔

معزز سامعین!

میرے شہر میں ہسپتال ہیں ایک سرکاری ہسپتال ہے اور کچھ پرائیویٹ ہیں جو غریب اور مفلوک الحال صاحبِ فراش لوگوں کی خدمت کر کے اپنا فریضہ احسن طریقے سے سرانجام دے رہے ہیں۔ میرے شہر میں ایک ریلوے اسٹیشن ہے، میرے شہر کی ایک عظیم خصوصیت یہ ہے کہ اس سے کسی دوسرے شہر میں جانے کے لیے کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا چوبیس گھنٹوں میں جب دل چاہے کہیں سے آسکتے ہیں اور جب دل چاہے کہیں جاسکتے ہیں کیونکہ بس اسٹاپ دور دراز نہیں ہے۔

جنابِ صدر!

میرا شہر اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کو صاف ستھرا کیا جائے، اس کی ہر شے سے محبت کی جائے، اس کے در و دیوار سے محبت کی جائے، اس کو آلودگی سے بچانے کے لیے ہر قسم کی کوشش کی جائے، اس کے شجر و حجر سے پیار کیا جائے، میرا شہر اس بات کا بھی تقاضا کرتا ہے کہ یہاں کے باشندگان کے ساتھ پیار کیا جائے، یہاں پر علمی و ادبی مذاکرے کروائے جائیں، یہاں کے عوام کو ہر قسم کی سہولتیں وافر مقدار میں دی جائیں یہاں پر رہائش پذیر معذور عوام کی خاطر خواہ مدد کی جائے، یہاں سے رشوت ستانی، اقربا پروری، عصبیّت، چوری، ڈاکہ زنی کے قلع قمع کے لیے حکومت وقت کی مدد کی جائے۔ میرا شہر اس بات کا بھی متقاضی ہے کہ اس کی ہر چیز کو خوبصورت بنانے میں تن من دھن کی بازی لگانے سے بھی گریز نہ کیا جائے۔

والسلام

زلزلہ اور ہم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدرِ ذی وقار اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کرنی ہے وہ ہے: ''زلزلہ اور ہم''

موضوع بہت طویل ہے اور وقت قلیل، لیکن مجھے اس مختصر سے وقت میں مذکورہ عنوان پر اپنے خیالات کا اظہار کرنا ہے۔

معزز سامعین!

زلزلے کے بارے میں مختلف قوموں کے مختلف نظریات ہیں یونانی قوم میں زلزلے کے بارے میں یہ تصور تھا کہ یہ عظیم سمندری اشتعال کا نتیجہ ہوتے ہیں، میکسیکن، ویکیورس، کیلی فورنیا کے قبائل کا عقیدہ تھا کہ ایل ڈیبلو نامی انڈین خدا نے زمین کے ایک بڑے خطے کو کاٹ کر اپنے لئے مختص کرلیا، منگولیا چین کے باسیوں کا عقیدہ تھا کہ بڑے مینڈک نے اپنی پیٹھ پر دنیا کو اُٹھایا ہوا ہے جب وقتاً فوقتاً مینڈک اپنے جسم کو حرکت دیتا ہے تو زلزلے آتے ہیں، سائنس کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ہزاروں بلکہ لاکھوں سال سے جاری زمین کے اندر مختلف قسم کی تبدیلیاں، سمندری چٹانوں کی توڑ پھوڑ فالٹ کی صورت اختیار کر جاتی ہیں زمین کی تین سطحوں میں سے پہلی سطح کرسٹ، دوسری مینٹل اور تیسری کور کہلاتی ہے۔ مینٹل سیمی لیکوڈ ہوتی ہے، کرسٹ اس پر تیرتی ہے جب کہ کور زمین کا درمیانی حصہ ہوتا ہے جب اندرونی چٹانیں ٹوٹتی ہیں تو ان تبدیلیوں سے پیدا ہونے والے دباؤ کو یہ غیر متوقع انداز میں خارج کرتی ہیں تو اس کی وجہ سے زمین کی اندرونی تہوں میں اضطرابی تخریب پیدا ہو جاتی ہے بعض اوقات کوئی ایک تہہ اس دباؤ کی وجہ سے ٹوٹ بھی جاتی ہے اور زمین کی بالائی سطح پر خارج شدہ توانائی شدید جھٹکوں کا باعث بنتی ہے ہے جسے زلزلہ کہتے ہیں۔ زلزلہ کا اسلامی تصور

کچھ اس طرح ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''جب زمین اپنی پوری شدت کے ساتھ ہلا ڈالی جائے گی۔'' زلزلے کے معنی پے در پے زور زور سے حرکت کرنے کے ہیں۔ پوری دنیا کے کُرے میں زلزلے سے مراد قیامت ہے اور مخصوص علاقے میں زلزلے سے مراد اصلاح کے لیے مواقع فراہم کرنا ہے یہ آسمانی آفات قوم کے لیے آزمائش ہوتی ہے۔

معزز سامعین!

جب سے انسان نے شعور سنبھالا ہے اب تک کئی ہزار زلزلے آ چکے ہیں جن میں کروڑوں افراد لقمہ اجل بن گئے۔ اسی طرح پاکستان کے اندر 8 اکتوبر 2005ء کو آنیوالا زلزلہ اس خطے کا سب سے بڑا اتباہ کن زلزلہ تھا۔ اقوامِ متحدہ کے ماہرین کے مطابق حالیہ زلزلہ سے کشمیر اور اس کے ملحقہ علاقوں میں جو تباہی آئی ہے، وہ سونامی سے بڑی تباہی ہے۔ اگر چہ اس زلزلے کے اثرات پاکستان کے کونے کونے پر پہنچے لیکن جو علاقہ اس ارضی آفت سے زیادہ متاثر ہوا وہ کشمیر اور اس کا گردونواح ہے۔ مظفر آباد، باغ، پونچھ، بارہ مولا، کپواڑہ جن کا کل رقبہ 15307 مربع کلومیٹر ہے اور اس میں سے جو زلزلے سے متاثر ہوا وہ 10118 مربع کلومیٹر ہے۔ تعلیمی ادارے جس میں یونیورسٹیز، کالجز، اسکولز متاثر ہوئے ان کی تعداد 1907 ہے۔ اس مختصر سے وقت میں جملہ اعداد و شمارے کا بیان ناممکن نہیں تو کم از کم مشکل ضرور ہے۔ ملکی تاریخ کے شدید ترین اور انتہائی خوفناک زلزلے کی تباہ کاریوں سے تقریباً ایک لاکھ سے زائد افراد کی ہلاکت ہوئی جن میں اکثریت بچوں کی ہے جو سکول میں زیرِ تعلیم سے مزیّن ہو رہے تھے۔ 50 لاکھ افراد بے گھر ہوئے اور کئی ابھی تک ملبے تلے دبے ہوئے ہیں۔

معزز سامعین!

زلزلہ کی کچھ توضیح اور پاکستان میں ارضی آفت کے تذکرے کے میں بعد عرض کرنا چاہوں گا کہ اس قسم کی آزمائشوں پر ہماری کیا ذمہ داری ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بہت سی نعمتیں عطا کی ہیں وہاں وقتاً فوقتاً طرح طرح کی قدرتی آفات بھیج کر اپنے بندوں کی آزمائش بھی کرتا رہا ہے۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو یہ بات اظہر من الشّمس ہے۔

والسلام

لوڈشیڈنگ کا عذاب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز سامعین اور میرے ہم مکتب شاہینو!
آج مجھے جس موضوع پر گفتگو کرنی ہے وہ ہے: ''لوڈشیڈنگ کا عذاب''

صدرِ ذی وقار!

عذاب، جزا و سزاء کا تصور، انارکی، پریشانی یہ ایسے الفاظ ہیں کہ جن کو پڑھ کر یا سن کر طبائع مکدّر ہو جاتی ہیں۔ مزاج میں تبدیلی آ جاتی ہے، چڑچڑا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ طبیعت کا سکون غارت ہو جاتا ہے، آرام نام کی کوئی شے دکھائی نہیں دیتی، اطمینانِ قلبی مفقود ہو جاتا ہے، چہرۂ بشر پر پریشانی کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔

صدرِ محترم!

عذاب جس صورت میں بھی ہو کھانے کو آتا ہے، اس سے کوسوں دور بھاگنے کو جی چاہتا ہے، عذاب سے مراد دل کی بے سکونی ہے، بصارت کا چندھیا جانا ہے۔ قوتِ سماعت کی کمزوری ہے، قوت لامسہ کی نقاہت ہے، اس کا وجود انسانی وجود کے لیے نفع بخش نہ ہے۔

محترم صدر!

آئے دن مختلف عذابوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ کبھی مہنگائی کے عذاب کا دیو جبڑے کھولے انسان کو دبوچنے کے درپے ہوتا ہے، کبھی ڈینگی کا عذاب اپنے شکار پر گرفت مضبوط کرنے کے لیے مستعد ہوتا ہے اور ان سب عذاب ہائے زندگی سے بڑھ کر جو عذاب ہمارے سروں پر مسلط ہے وہ لوڈشیدنگ کا عذاب ہے جس نے ہماری مسرت اور خوشی کو غم واندوہ میں بدل دیا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

لوڈشیڈنگ سے مراد بجلی کا غائب ہو جانا ہے، اس سے پاکستان کی معیشت وابستہ ہے اس کی کمی زندگی کے تمام شعبوں کو متاثر کرتی ہے، اس کی کمی سے تمام صنعتیں بند ہو جاتی ہیں، اس کی کمی سے ٹیکسٹائل ملوں میں کام بند ہو جاتا ہے، اس کی کمی سے فصلوں کی کاشت متاثر ہوتی ہے، اس کی کمی سے مواصلاتی نظام پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ اس کی کمی سے ملک کے بڑے بڑے پروگرام اور منصوبے متاثر ہو جاتے ہیں۔

جنابِ صدر!

لوڈشیڈنگ کا عذاب ایک ایسا عذاب ہے، جس سے ماں کی ممتا بے سکون ہو جاتی ہے، جس نے باپ کی شفقت پر غیر مرئی اثر پڑتا ہے، جس سے مریض کے مرض میں اضافہ ہو جاتا ہے، جس سے طبیب کی مسیحائی متاثر ہوتی ہے، جس سے واعظ کا وعظ بے اثر ہو جاتا ہے، جس سے چست و چالاک کسان اور مزارع کی زندگی بے رنگ ہوتی ہے۔ جس سے طالب علم کی اسباق کی تیاری نہیں ہو سکتی۔

صدرِ محترم!

وہ طالب علم کیا پڑھے گا جس کے آنگن میں اندھیروں کی بادشاہی ہو، وہ قاضی کیا فیصلہ سنائے گا جس کے مطالعہ کی میز دکھائی ہی نہ دے، وہ مریض کیا تندرست ہوگا جسے دوائی لینے کے لیے ہزاروں جتن کرنے پڑیں، وہ معلم کیا درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دے گا جس کو تعلیم و تعلم کے فریضہ سے سبکدوش ہونے کے لیے ٹامک ٹوئیاں مارنی پڑیں۔

جنابِ صدر!

لوڈشیڈنگ واقعی ایک عذاب ہے جس نے پوری انسانیت کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہو، جس کا پنجہ اتنا مضبوط ہوتا جا رہا ہے کہ اگر کہیں تھوڑی سی لچک پیدا ہو جاتی ہے تو کوئی اور سبب اس کو بُری طرح جکڑ دیتا ہے۔ لوڈشیڈنگ واقعی ہمارے لیے عذاب ہے۔

ڈھل گیا پیری میں راشدؔ نوجوانوں کا شباب
دیکھتے ہی چھا گیا ہے لوڈ شیڈنگ کا عذاب

والسلام

جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات''

صدرِ ذی وقار!

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات پیدا فرمایا ہے، اس کے سر پر عظمت کا تاج سجایا ہے، اس کو مسجودِ ملائکہ بنایا ہے، خلافت کی عظیم ذمہ داری اسے سونپی ہے، اس کے دم قدم سے باغِ عالم میں بہار ہے، اسی کے سامنے جملہ مخلوقات سرِ تسلیم خم ہے، خونخوار درندے اور وحشی جانور اس کی تابع فرمانی میں مصروف ہیں۔

جنابِ صدر!

اگر انسان اپنی تخلیق کے مقصد سے آگاہ رہے، اپنے وجود کو اسی مقصد کے لیے مستعد اور تیار رکھے، اپنے اعضائے جسمانی میں مقصد کی تکمیل کے لیے تحریک پیدا کرتے رہے، قویٰ کو مضمحل نہ ہونے دے، فکری اور شعوری قویٰ کو استعمال میں لاتا رہے، زندگی میں کسی لمحہ بھی افراط وتفریط کا شکار نہ ہو۔۔تو

صدرِ ذی وقار!

اس کے تصورات وخیالات کو پاکیزگی مل سکتی ہے، اس کی تقریر اور وعظ میں تاثیر پیدا ہو سکتی ہے، اس کے سپرد کی گئی خلافت کی ذمہ داری میں نکھار پیدا ہو سکتا ہے، اس کے مقصدِ حیات کی تکمیل ہو سکتی ہے، اس کے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کیا جا سکتا ہے، اس کے خیالات میں طہارت کے جلوے دیکھے جا سکتے ہیں۔

جنابِ صدر!

زندگی مقصدِ حیات کے حصول کے لیے کدوکاوش کا نام ہے، زندگی دوسروں کو زندگی کی خوشیاں بہم پہنچانے کا نام ہے، زندگی محض حرکت کا نام نہیں ہے، زندگی بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کا نام ہے، زندگی سونے، آرام کرنے اور خورد ونوش کا نام نہیں زندگی سسکتی ہوئی انسانیت کو سکون دینے کا نام ہے۔

صدرِ ذی وقار!

یہ سب کچھ تب ہوگا جب انسان تندرست وتوانا ہوگا، جب اس کے خون میں حرارت ایمانی ہوگی، نقاہت اور ضعف عنقا ہوگا، ضعف اور کمزوری اعضائے جسمانی میں کمزوری کا نام ہے، ضعف اور کمزوری مقصدِ حیات کے حصول میں غفلت اور لاپرواہی کا نام ہے، کمزور وُہ شخص نہیں جو ظاہر کمزور دکھائی دے رہا ہے، نحیف اور لاغر وُہ شخص ہے جس کی زندگی کے لمحات بے کار گزر رہے ہیں، جس کے ذہن میں اپنے لیے اپنے خاندان کے لیے یا اپنی قوم کے لیے کوئی عظیم منصوبہ نہیں ہے۔

جنابِ صدر!

اس عالم میں کئی نابغۂ روزگار ہستیاں ایسی گزری ہیں، جو نحیف اور کمزور دکھائی دیتے تھے لیکن ان کے جذبے جوان تھے، ان کی امنگیں عالمِ شباب میں تھیں، ان کے ضمیر زندہ تھے، ان کی زندگی با مقصد تھی، ان کے شب وروز خدمت کے جذبے میں سرشار لوگوں کے ساتھ گزرتے تھے، ان کے چہروں پر دیانتداری اور ایمانداری کا نور درخشاں رہتا تھا۔

صدرِ ذی وقار!

اعضائے جسمانی میں عالم شیرخوارگی میں ضعف اور ناتوانی ہوتی ہے، طفلانہ دور میں قدرے بہتری آجاتی ہے، اعضا مضبوط ہوتے جاتے ہیں، عالم شباب میں قویٰ اپنے جوبن پر ہوتے ہیں عہد کہولت میں ضعف آنا شروع ہوجاتا ہے، پیرانہ سالی میں ضعف، ناتوانی، کمزوری اور اضمحلال نکتہ کمال پر پہنچ جاتا ہے، اور انسان داعی اجل کو لبیک کہہ دیتا ہے۔

جنابِ صدر!

جب شاخ کمزور ہوجائے تو وہ ٹوٹ کر گرجاتی ہے، پھول مرجھا جائے تو زیرپا آجاتا ہے۔ کوئی عضو میں ضعف اور نقاہت عروج تک پہنچ جائے تو عضو معطل ہوجاتا ہے، جس معاشرے سے قوت اخلاقیات کا جنازہ نکل جائے تو وہ معاشرہ معدوم ہوجاتا ہے۔ آج ہم اگر چاہتے ہیں کہ ہمارا ایک نام ہو، ہمارا دیگر اقوام میں مقام ہو، ہمارے وجود کو دنیا کی تمام اقوام اور ممالک تسلیم کریں۔ تو ہمیں اپنے آپ کو اخلاق کی طاقت سے خصائل حسنہ کی قوت لایموت سے، روحانی اور جسمانی رعب اور دبدبے سے سیاسی، معاشی اور معاشرتی استحکام سے مضبوط کرنا ہوگا ورنہ یہ مسلم ہے کہ ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات!

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات!

والسلام

یکم مئی: یومِ مزدوراں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو!
آج مجھے جس موضوع پر اظہارِ خیال کرنا ہے وہ ہے: ''یکم مئی: یومِ مزدوراں''

جناب صدر!

یوم مئی ایک ایسے دن کی یاد دلاتا ہے جس دن انسانیت کے ساتھ ظلم روا رکھا گیا، جس دن انسانیت کی تذلیل کی گئی، جس دن انسانیت کے ساتھ خون کی ہولی کھیلی گئی، جس دن مفلوک الحال طبقہ کو گولی کا نشانہ بنایا گیا۔

تو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں
ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

صدرِ محترم!

مزدور کی ایک شان ہے، مزدور کی ایک آن ہے، مزدور کو اللہ کا قرآن اور حضورؐ کی حدیث عزت دے رہی ہے، مزدور الکاسب حبیب اللہ کے تحت اللہ کا دوست ہوتا ہے۔ مزدور کی محنت ہی سے بزمِ کائنات کا حسن نکھرتا ہے۔

ان کے دم سے شیش محلوں میں ہے قائم روشنی

جنابِ صدر!

مزدور کے ہاتھوں سے شجرِ ہستی میں تازگی آتی ہے، مزدور کے ہنر سے چمنِ حیات میں پھول کھلتے ہیں، مزدور کی طاقت سے ہی کوہساروں میں آبشاریں پیدا ہوتی ہیں، مزدور کی محنت سے ہی فصلیں کشتِ زعفران بنتی ہیں، مزدور کے ہاتھوں سے ہی دریاؤں میں روانی آتی ہے۔

صدرِ ذی وقار!

امریکہ کے شہر شکاگو میں مزدوروں نے جان کا نذرانہ پیش کر کے رہتی دنیا تک اپنا نام زندہ

کیا، بقائے دوام حاصل کر لیا، ظلم و استبداد کی چکی میں پسے ہوئے مزدور انسانیت کے لیے خوشی کی نوید جاں فزا ثابت ہوئے، شب و روز افسردہ ذہنوں میں تر و تازگی کے تصورات پیدا کیے۔

جنابِ صدر!

انسان کو آرام کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ مسلسل کام، کام اور کام سے صحت خراب ہو جاتی ہے، قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں، اعصاب تھک جاتے ہیں، طاقتیں جواب دینا شروع ہو جاتی ہیں، قوتوں اور توانائیوں کا آفتاب گہنا جاتا ہے۔

جنابِ صدر!

مزدور سے 6 گھنٹے کی بجائے 8 گھنٹے کام لیا جاتا تھا، ہفتہ وار چھٹی نہ تھی، چند انسان دوست افراد نے جانوں کا نذرانہ پیش کر کے مزدور کی مزدوری کے اوقات متعین کر کے جفاکش اور شب و روز کاوش کرنے والوں کے لیے خوشی کی خبر سنائی۔

صدرِ ذی وقار!

یہ ان لوگوں کی کاوش کا نتیجہ ہے کہ آج عالمی طور پر یومِ مئی منایا جاتا ہے۔ خون میں نہانے والوں کی قربانیوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ ان کی یاد میں پروگرام ترتیب دیے جاتے ہیں، ان کے لیے سیمنار کا انعقاد کیا جاتا ہے، انھیں خراجِ عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔

بنا کر دند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

جنابِ صدر!

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ مزدور جو اللہ تعالی کا دوست ہوتا ہے، اس کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دی جائے۔ اس سے سخت کام نہ لیا جائے۔ آخر میں حکومتِ پاکستان کی مزدور پالیسی کا ذکر نہ کریں تو ناشکری ہوگی۔ حکومتِ پاکستان نے مزدور دوستی کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی مزدوری یکم اپریل سے 25,000 کر دی ہے۔

والسلام

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو! آج مجھے جس موضوع پر تقریر کرنی ہے وہ ہے:''پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر''

صاحبِ صدر!

اس کائناتِ رنگ و بو میں جہاں تک نظر دوڑائیں مظاہر فطرت چشم ہائے بنی نوع انسان کو تر و تازہ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، کائنات کی جملہ رنگینیاں اور بوقلمونیاں اپنی مظاہر فطرت کے وجود کی مرہون منت ہیں۔ان کے حسن کو دستِ انسانی نے چار چاند لگا دیئے ہیں۔اور ایسے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں کہ عقل محو حیرت ہے اور ناممکن امور کو ممکن کر دکھایا ہے۔

شاعر اپنے شعر کے اس مصرعے میں جہاں عقل و شعور کی اہمیت کو اجاگر کرنا چاہتا ہے وہاں محنت اور مشقت کی خو پیدا کرنے کا خواہاں بھی ہے۔

صدرِ ذی وقار!

تاریخ کی ورق گردانی کریں تو پتہ چلتا ہے کہ عظیم لوگ اگر عظمت کی معراج پر فائز ہوئے ہیں تو محنت سے آسمان کی بلندیوں کو مس کیا ہے تو محنت سے، زمین کی گہرائیوں میں سراغ رسانی کی ہے تو محنت سے،سمندروں میں غواصی کر کے ہیرے جواہرات تلاش کیے ہیں تو محنت سے، پہاڑوں کو کاٹ کر شاہراہیں بنائی ہیں تو محنت سے، الغرض کائناتِ ارض و سماء میں جو شاہکار نظر آرہے ہیں، یہ سب محنت و مشقت کا شاخسانہ ہیں۔

معزز سامعین!

ناممکن کو ممکن بنایا جا سکتا ہے، عقل سلیم کے ذریعے قوت استدلال کو استعمال کر کے بڑے

بڑے مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے لیکن مردِ ناداں کے لیے نرم زبان کا استعمال سعیٔ لا حاصل بھی ہے اور وقت کا ضیاع بھی!

محترم صدر!

عقل و شعور سے بیگانہ شخص کائنات کی جملہ نعمتوں سے محروم رہتا ہے کیونکہ وہ عظیم نعمت جو اسے حیوانوں سے ممتاز کرتی ہے اس میں مفقود ہوتی ہے۔ اور اشرف المخلوقات جیسی عظیم صفت سے یکسر محروم ہو جاتا ہے۔ مذکورہ عنوان کے تصور کو واضح کرنے کے لیے اس شعر کے دوسرے مصرعے کو اپنے نہاں خانہ دل و دماغ میں جگہ دینا ہوگی۔ محنت و مشقت بھی اگر عقل و شعور کی رہنمائی میں نہ ہوگی تو رحمت و نعمت ثابت نہ ہوگی بلکہ زحمت ثابت ہوگی۔

صدرِ ذی وقار!

عقل ہے تو خزاں بھی بہار ہے، عقل ہے تو ریگستاں بھی گلستان ہے، عقل ہے تو خار بھی گل ہے، عقل ہے تو مٹی بھی کیمیا ہے، عقل ہے تو زیردست بھی زبردست ہے، عقل ہے تو بد بخت بھی خوش بخت ہے، عقل ہے تو انسانیت ہے، نہیں ہے تو حیوانیت ہے۔ عقل مند ہر چیز کو قبول کرتا ہے لیکن بے عقل ناامیدی اور محرومی کا شکار رہتا ہے۔ اس لیے شاعر اس مصرعے میں واضح کر رہا ہے کہ پھول جیسی نرم چیز سے ہیرے کو کاٹا تو جا سکتا ہے لیکن نرم گفتگو جو اپنی تاثیر میں برگ گلاب سے کہیں زیادہ موثر ہوتی ہے۔ بے وقوف، احمق اور بے عقل شخص پر اثر انداز نہیں ہو سکتی کیونکہ عقل و شعور کا فقدان اس کو انسانیت کی معراج سے گرا کر حیوانیت کی اتھاہ گہرائیوں میں پہنچا چکا ہے۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کی حفاظت کی جائے اور اسلام کے ابدی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر اس کو مزیّن اور مرصّع کیا جائے۔ اس کے بغیر ہر عمل بیکار محض ہوگا۔ ہر محنت وقت کا ضیاع ثابت ہوگی۔ مردِ ناداں پر کوئی طریقہ بھی کارگر ثابت نہیں ہوتا اور وہ ہمیشہ حماقت کی دلدل میں دھنستا جاتا ہے۔ اس لیے عقل کی حفاظت ہر حال میں ضروری ہے۔ بقول شاعر:۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

والسلام

''انٹی کرپشن''یعنی انسدادِ بدعنوانی!

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو! آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے:''انٹی کرپشن''یعنی انسداد بدعنوانی!''

ملاوٹ کرپشن ہے سب کا مزاج
خدا جانے بدلے گا کب یہ سماج

صاحبِ صدر!

انٹی کرپشن یعنی انسداد بدعنوانی کے لفظ سے ہی یہ بات مترشّح ہورہی ہے کہ بدعنوانی کو:
کوئی معاشرہ، کوئی قوم، کوئی خاندان کسی لحاظ سے بھی مستحسن قرار نہیں دیتا، جس مضمون کا عنوان ہی غیر مناسب اور ناموزوں ہو اس میں موجود مواد کبھی اچھے نتائج برآمد نہیں کرسکتا۔
کرپشن کے لفظ میں سینکڑوں برائیاں، سینکڑوں نازیبا حرکات پنہاں ہیں، کرپشن کا اژدہا معاشرے کے حسن کو اپنی بھیانک شکل سے شب بیماراں کرنے کے درپے ہے۔ کرپشن جس مقام پر بھی ہوتو اس کی شائستگی اور شیفتگی کا قلع قمع کردیتی ہے۔

جنابِ صدر!

مجاہد سرحد پر کھڑا تساہل اور غفلت کا شکار ہے تو وہ بھی کرپشن کررہا ہے۔ مسیحا اپنے فرائضِ منصبی بطریقِ احسن سرانجام نہیں دے رہا تو وہ بھی بدعنوانی اور کرپشن کا شکار ہے۔ اس کی لاپرواہی سے مریض لقمہ اجل بن رہے ہیں تو اس عظیم پیشہ سے وابستہ شخص گویا انتہائی درجے کا بدعنوان اور کرپٹ ہے۔

معزز سامعین!

کرپشن اور بدعنوانی کے حامل شخص سے خلاصی انتہائی ناگزیر ہے۔ بدعنوانی کے خوفناک سالوں سے نکلنے کے لیے دیانتداری اور ایمان داری کی شمع کو منور کرنا ہوگا۔ اسلام کے گلشن سے گلہائے رنگارنگ کا نظارہ کرنا ہوگا، جرأت اور جوانمردی کے اسپ تازی کی شاہسواری کرنی ہوگی۔

صدرِ ذی وقار!

کرپشن اور بدعنوانی ایسی نہیں کہ ناپ تول میں کمی کی جائے، ہر غیر اخلاقی اور غیر اسلامی حرکت کرپشن اور بدعنوانی ہے، ہر وہ کام ہر وہ مشغلہ، ہر وُہ غرض وغایت جو بنی نوع انسان کو دین

سے دور کر دے وہ کرپشن ہے۔

جنابِ صدر!

کرپشن کا قلع قمع کس نے کرنا ہے، کرپشن کو جڑ سے کس نے اُکھاڑنا ہے، کرپشن کے جن کو بوتل میں کس نے بند کرنا ہے، کرپشن کے آویزاں بورڈ کے لیے طوفانِ باراں کس نے ثابت ہونا ہے، کرپشن کے ناسور پر نشتر کس نے چلانا ہے۔

جنابِ صدر!

کرپشن کے خاتمے کا کام اسی قوم نے کرنا ہے، اسی معاشرے نے کرنا ہے، اسی خاندان نے کرنا ہے، انہی افراد نے کرنا ہے، کرپشن ختم ہوگی تو چمنستان مودّت و مروّت میں بہار آئے گی، بدعنوانی ختم ہوگی تو آسمانِ خیر سگالی پر اُخوت و بھائی چارے کے آفتاب و ماہتاب دمکتے ہوئے نظر آئیں گے۔

ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا
وہ کون سا عقدہ ہے جو وا ہو نہیں سکتا

جنابِ صدر!

کوئی ایسا کام نہیں جو انسان ہمت کرے تو وہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکے۔ خطیب اپنی خطابت میں کرپشن کے خلاف آواز بلند کرے۔ مصنّف اپنی تصنیف میں کرپشن کے خلاف اپنی قوم کو اذنِ خرام دے، منتظم اپنے ماتحت عملہ کو اس کے بھیانک انجام سے آگاہ کرے، معلم اپنی تدریس میں کرپشن کے خلاف طلباء کو متنبہ کرے تو کرپشن کو صفحہ ہستی سے مٹایا جا سکتا ہے۔

جنابِ صدر!

کرپشن سے آگاہی کے لیے پرنٹ میڈیا، الیکٹرونک میڈیا اور ہر پلیٹ فارم سے تشہیر کی ضرورت ہے۔ ہر میدان میں سیاست میں، تجارت میں، مذہب میں، ایجوکیشن میں کرپشن کے خاتمے کی اشد ضرورت ہے۔ کرپشن کی جڑیں آکاس بیل کی طرح تمام شعبوں میں اپنی گرفت مضبوط کرتی جا رہی ہیں، کرپشن معاشرے سے لوگوں کے حقوق چھین رہی ہے جس کے نتیجے میں سطحی لوگ قیادتوں کی شکل میں شامل ہو جاتے ہیں اور اگر اس کا خاتمہ نہ ہوا تو ہماری قوت بھی ختم ہو جائے گی۔

والسلام

یہ وطن تمھارا ہے تم ہو پاسبان اس کے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معززاساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس عنوان پرلب کشائی کی سعادت حاصل ہورہی ہے وہ ہے: ''یہ وطن تمہارا ہے تم ہو پاسبان اس کے''

صاحبِ صدر!

جو چیز اپنی ملکیت ہوتی ہے، جس چیز کے ہم مالک ہوتے ہیں۔اس کی پاسبانی، اس کی نگہبانی، اس کی حفاظت بھی ہماری ذمہ داری ہوتی ہے، ہم مال واسباب اور سیم وزر کے مالک ہیں تو ان کی حفاظت بھی ہم نے ہی کرنی ہے۔

صدرِ ذی وقار!

یہ ہماراوطن ہمیں جان سے بھی زیادہ عزیز ہے، ہمیں اس کے ریگستانوں سے محبت ہے، ہمیں اس کے بیابانوں سے انس ہے، ہمیں اس کے کوہستانوں سے پیار ہے، ہمیں اس کے گلستانوں اور بوستانوں سے عقیدت ہے، ہمیں اس کے حیوانوں اور انسانوں سے محبت ہے۔

جنابِ صدر!

اس کی فضاؤں کی سرسراہٹ، اس کی ہواؤں کی آہٹ، اس کی آبشاروں کی گڑگڑاہٹ، اس کے بادلوں کی گھن گرج، اس کی بادِنسیم کی اٹھکیلیاں، اس کی کہکشاؤں کے چلتے ہوئے رنگ، اس کے قمر کے روشن نظارے، اس کے آفتاب کے حسین چمکارے، یہ سب مجھے حیات نو بخشتے ہیں، اس لیے کہ یہ سب میرے اپنے ہیں۔

موج بڑھے یا آندھی آئے دیا جلائے رکھنا ہے
گھر کی خاطر سب دکھ جھیلیں گھر تو آخر اپنا ہے

معززسامعین!

اس کے دامن میں پھیلی ہوئی ندیوں کی نغمہ خوانی، اس کے میدانوں کو گھیرے ہوئے گھنے

جنگلات کی فراوانی، اس کی فضاؤں میں محو پرواز طائران خوش الحان، اس کی ہواؤں میں ہوا بازوں کی قلابازیاں، اس کے گلستان میں شگفتہ گلہائے رنگارنگ کی پتیاں، اس کے کھیتوں کھلیانوں میں کام کرتے ہوئے کسانوں کی ادائیں، یہ سب کس لیے اچھی لگتی ہیں۔ اس لیے کہ یہ میرے وطن سے نسبت رکھتی ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

فرمانِ سالت مآبؐ ہے کہ ''حب الوطن من الایمان'' یعنی وطن کی محبت ایمان سے ہے، جس کا ایمان کامل ہے وہ ہر حال میں اپنی سرزمین اور اپنے وطن سے عشق رکھتا ہے، کیونکہ مال وزر سے محبت ہوگی تو معیشت مضبوط ہوگی، عزیز واقارب اور دوست احباب سے محبت ہوگی تو اخوت مضبوط ہوگی، ماں باپ سے محبت ہوگی تو عقیدت مضبوط ہوگی۔ اگر وطن سے محبت ہوگی تو ایمان مضبوط ہوگا۔

معزز سامعین!

ہمیں وطن سے محبت کا اظہار بلند و بالا نعرے لگا کر نہیں کرنا ہے ہمیں اس کی ہر شے کی حفاظت اور نگہبانی کر کے کرنا ہے، ہمیں اس کے شہروں، اس کے گلی کوچوں کی اس کے قریوں اور دیہاتوں کی حفاظت کرنی ہے۔ ہمیں اس کے سمندروں کے کناروں پر موجود گھونگھوں اور سیپیوں کے منہ میں شبنم کا قطرہ پہنچانا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

ہمیں اس کے اُجڑے ہوئے گلستانوں کو اپنے خونِ جگر سے سیراب کرنا ہے، ہمیں اس کے کوہساروں اور سنساروں کو تحفظ فراہم کرنا ہے، ہمیں اس کے کھیتوں اور کھلیانوں کو وبائی امراض سے تحفظ فراہم کرنا ہے، ہمیں اس کے کھیل کے میدانوں کو آباد کرنا ہے، ہمیں اس کے شفاخانوں کو ویران کرنا ہے۔ ہمیں اس کی تعلیمی درسگاہوں میں علم کی بادِ نسیم کے جھونکوں سے ماحول کو سازگار بنانا ہے۔ یہ سب کس لیے کرنا ہے صرف اور صرف اس لیے کہ یہ وطن ہمارا ہے اور ہم ہی اس کے پاسبان ہیں۔

کوئی کان، چشمہ یا ہو آب جو
جو ان کا نگہباں وہ ہے سُرخرو

والسلام

یومِ تکبیر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صاحب صدر معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے ''یوم تکبیر''

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

محترم صدر!

یوم تکبیر کسی دن کا نام نہیں، کسی قصہ وکہانی کا نام نہیں، کسی ناول وافسانے کا نام نہیں، کسی محو پرواز طائر کا نام نہیں، آسمان کی رفعتوں کو چھونے والے فلک بوس پہاڑوں کا نام نہیں، سرسبز و شاداب کھیتوں اور کھلیانوں کا نام نہیں یہ 22 کروڑ آبادی کی جرأت و بہادری کا نام ہے۔

محترم صدر!

اس دنیا و مافیہا میں جو کچھ ہے وہ فنا ہونے والا ہے۔ سورج کی حرارت ختم ہو جائے گی۔ چاند کی چاندنی کا وجود نہ رہے گا۔ ستاروں کی چمک، پھولوں کی مہک، طائرانِ خوش الحان کی چہک، حشرات الارض میں زندگی کی دمک سب ختم ہو جائے گی۔

صاحبِ صدر!

جب داعی اجل کو لبیک کہنے کا ایک وقت مقرر ہے، تو خوف کس بات کا ہے۔ پھر خطرہ کس بات کا، پھر حزن وغم کس بات کا، پھر پریشانی اور اناری کس بات کی ہے۔ جری اور بہادر لوگ موت کے خوف کو سر پر سوار نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے مخالفین اور اعداء کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے ہیں۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جاں کی تو کوئی بات نہیں

معزز سامعین!

رقبے کے لحاظ سے سب سے بڑے صوبہ بلوچستان میں چاغی کے مقام پر 28 مئی

1998ء کو ہونے والا دھما کہ جہاں باسی پاکستان کے لیے تو یہ جاں فزا تھی۔ جہاں مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے والے ذی روح کے لیے بادِنسیم کے حیات بخش جھونکے تھے۔ وہاں لادینی قوتوں اور مسلم دشمن عناصر کے لیے زندگی میں کھودی گئی قبر تھی۔

جنابِ صدر!

بوقت دھماکہ انڈیا میں قومی اسمبلی کا اجلاس جاری تھا، خبر ملتے ہی کفر وشرک کی دہلیز اُکھڑ گئی ہندو بنیا کی سانس رک گئی۔ غیر دینی قوتوں نے سرِتسلیم خم کیا۔ پاکستان ساتواں بڑا اسلامی ملک بن گیا، اس اسلامی بم نے دشمنانِ اسلام کے گھروں میں صف ماتم بچھا دی، ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے قلوب واذہان خوشی سے تمتما اُٹھے۔ مسرت وشادمانی کے گل وگلشن لہلہا اُٹھے۔

صدرِ بزم!

ہماری وہ سیاسی قیادت قابل صد مبارکباد ہے، جس نے کسی دشمن کی دھمکی کو خاطر میں نہ لا کر ڈیڑھ ارب مسلمانوں کا سر فخر سے بلند کر دیا۔ اور ہمارے وہ زیرک سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خاں اور ڈاکٹر ثمر مبارک بھی جو عالم اسلام کے ہیرو ہیں۔ جنہوں نے اسلامی بم بنا کر کفر کے درودیوار میں زلزلہ برپا کر دیا۔

ہم تو مٹ جائیں گے اے ارضِ وطن لیکن تجھ کو
زندہ رہنا ہے قیامت کی سحر ہونے تک

جنابِ صدر!

پاکستان کا وجودِ مسعود جتنی زیادہ اہمیت کا حامل ہے، اس سے کئی گنا اس کے استحکام کی ضرورت ہے، اور استحکام سے مراد کوئی شخصی استحکام نہیں بلکہ جملہ اداروں کا استحکام، پاکستانی سرحدوں کی حفاظت، مجاہد کی رگوں میں دوڑنے والے حیات بخش خون کے قطروں سے ممکن ہوسکتی ہے۔

جنابِ صدر!

دینِ اسلام امن وآشتی کا علمبردار ہے۔ اُخوت و بھائی چارہ اس کے درس میں شامل ہے۔ عدل ومساوات جیسی عظیم صفات کا داعی ہے۔ اتحاد واتفاق کا متمنّی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ طاغوتی اور ابلیسی طاقتوں کے خلاف ڈٹ جانے کی تاکید اور تلقین بھی کرتا ہے۔ اس کی تعلیمات سے ایک صاحبِ ایمان کے قلوب واذہان میں جہاں اُخوت و بھائی چارے کی روشنی پیدا ہوتی

ہے۔وہاں باطل کے خلاف نبرد آزمائی کی طاقت بھی ملتی ہے۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

صدرِ ذی وقار!

اسلام طاقتور مومن کو کمزور کی نسبت زیادہ پسند فرماتا ہے۔اسلام بھی پژمردگی اور افسردگی کو مستحسن قرار نہیں دیتا۔اسلام یاس وقنوطیت پسند عناصر کا قلع قمع کرتا ہے۔کمزوری، سستی، تساہل اور غفلت کا شکار انسان کبھی مقام رفیعہ پر براجمان نہیں ہوسکتا۔

صاحبِ صدر!

لادینی طاقتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کے لیے عقل وشعور جسم وجاں، قلوب واذہان، جسد وروح کے توانا ہونے کی اشد ضرورت ہے ورنہ نقاہت اور ضعف کبھی عروج کا باعث نہیں ہوتے۔زوال ان کا مقدر ہوتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

آج ہم اس عظیم کارنامے پر شادماں ہیں۔خوش وخرم ہیں تو یہ ایک فطری امر ہے۔ہر شخص انعام الٰہی پر فرحت محسوس کرتا ہے۔عظمت وبلندی اس کے آنگن میں ہوتی ہے۔لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کو پائیداری بخشیں۔اس کو مزید استحکام بخشیں۔اور وہ صرف اور صرف قرآن وسنت پر عمل پیرا ہوکر ہی بخشا جاسکتا ہے۔

بن سکتا ہے ملک یہ میرا رات سے دن پھر آج
کر سکتا ہے راشد ساری دنیا پر پھر راج

والسلام

ہو میرا کام غریبوں کی حمایت کرنا

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم وطن ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع مل رہا ہے وہ ہے: ''ہو میرا کام غریبوں کی حمایت کرنا''

صدرِ ذی وقار!

شاعر اپنے شعر کے اس مصرعے میں اپنی ایک خواہش کا اظہار کر رہا ہے۔ ایک آرزو اس کے دل میں انگڑائیاں لے رہی ہے، ایک حسرت اس کے دماغ کے دریچوں کو دستک دے رہی ہے، ایک تمنا ہے جس کی روشنی سے وہ اپنے آنگن کو منور کرنا چاہتا ہے۔ ''اس آرزو کی تکمیل میں وُہ عزم صمیم کا حامل ہے''۔

جنابِ صدر!

یہ تمنا مال و دولت کے لیے نہیں ہے، یہ آرزو جائیداد اور بنک بیلنس کے لیے نہیں ہے، اس کی جستجو فلک بوس محلات کی تعمیر کے لیے نہیں ہے۔ اس کی یہ آرزو درازی عمر کے لیے نہیں ہے، اس کی اس خواہش کا مطمع نظر اعزاء واقرباء نہیں ہیں، اس کی اس تمنا کا محور معاشی اور معاشرتی اقدار کا تحفظ نہیں ہے۔

جنابِ صدر!

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ شاعر مشرق ہیں وہ اپنے اس مصرعے کے ذریعے محبت و پیار کے جذبے کو برانگیختہ کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں، وہ رواداری اور اخوت کی لکیر کو مزید گہرا کرنا چاہتے ہیں، وہ ہم آہنگی اور یگانگت کے درمیان حائل خلیج کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

ان کی خواہش یہ ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کے کام آئے، سسکتی اور تڑپتی ہوئی انسانیت کی خدمت کرے، ظلم واستبداد کی چکی میں پستی ہوئی انسانیت کی فلاح مقصود ہو، غربت کی

لکیر سے نیچے زندگی گزارنے والوں کے لیے دستِ تعاون بڑھائے، بحرِ افلاس میں ٹامکٹوئیاں مارنے والی ناؤ کے لیے ناخدائی کا فریضہ سرانجام دے۔

جنابِ صدر!

کسی کی تمنا یہ ہوتی ہے کہ وہ دن دیہاڑے ڈاکہ زنی کرے، کسی کی خواہش یہ ہوتی ہے وہ ہر ایک پہ حکمرانی کرے، کوئی یہ خواب دیکھتا ہے کہ اس کے پاس مال و دولت اور ہیرے جواہرات ہوں، کسی کے دل میں یہ آرزو انگڑائی لے رہی ہے کہ وہ اچھا قانون دان ثابت ہو۔

صدرِ ذی وقار!

کتنا خوش نصیب ہے وہ شخص جو غرباء کی خدمت کا جذبہ رکھتا ہے، جو یتامیٰ کے سر پر دستِ شفقت رکھنے کا ارداہ رکھتا ہے، جو غربت و افلاس کے زخمی حضرات کے زخموں پر مرہم پٹی کرنا چاہتا ہے، جو چیتھڑوں میں ملبوس فقیروں کی ستر پوشی کے لیے لباس کا انتظام کرنا چاہتا ہے۔

جنابِ صدر!

تاریخ شاہد ہے کہ سلف صالحین نے غرباء کی بڑھ چڑھ کر مدد کی، نابغۂ روزگار ہستیوں نے کسمپرسی کے شکار لوگوں کی طرف دستِ تعاون دراز کیا، نفوسِ قدسیہ نے ضعیفوں، غریبوں اور لاچاروں کے چولھوں کو روشن کرنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اگر کسی نے ناموری پائی تو وہ زخم خوردہ انسانیت کی خدمت ہی سے پائی۔

صدرِ ذی وقار!

دینِ اسلام کے احکامات بیّن ہیں، کہ غریبوں کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے، یتامیٰ کے ساتھ محبت کی جائے، ضعیفوں اور کمزوروں کی دستگیری کی جائے، نحیف اور ناتواں افراد کا خاص خیال رکھا جائے۔ معاشی، اقتصادی اور جسمانی طور پر غیر مضبوط حضرات پر بھرپور توجہ دی جائے۔

جنابِ صدر!

قرآن وحدیث میں صدقہ کا ذکر ہو تو وہ بھی مستحق اور کمزور حضرات کے لیے، زکوۃ کا ذکر ہو، فطرانہ کا ذکر ہو، سائل کو نہ جھڑکنے کا ذکر ہو، احکامِ اسلام کی بجا آوری میں کوتاہی ہو جائے اور اس کا ازالہ نہ ہو یہ ایک مسلم کے لئے ناممکن ہے۔ وہ ہمیشہ غریب کی خیر خواہی کا خواہاں رہتا ہے۔

والسلام

دولت ہے جس کے پاس وہی با کمال ہے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم وطن ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع مل رہا ہے وہ ہے:''دولت ہے جس کے پاس وہی با کمال ہے''

صدرِ ذی وقار!

ہر انسان خواہ غریب ہو یا امیر ہو، خواہ وہ چیتھڑوں میں ملبوس ہو یا اس نے خلعتِ فاخرہ زیب تن کی ہو، خواہ وہ سیاہ فام ہو یا سرخ رو ہو، خواہ اس کا قد چھوٹا ہو یا مناسب قد وقامت کا مالک، ہر ایک کو اشتیاق ہے کہ وہ کمال حاصل کرے، اور اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب پر فائز ہو جائے، ترقی کے مدارج طے کرتا ہوا ثریّا تک پہنچ جائے۔

کسبِ کمال کُن کہ عزیز جہاں شوی!

جنابِ صدر!

معلم کا کمال یہ ہے کہ تدریسی میدان کا شاہسوار ہو، زیرِ تعلیم طلباء کی رہنمائی کے لیے مہارت تامہ کا حامل ہو، اپنے مضمون پر مکمل دسترس رکھتا ہو، اس کا ہر سال رزلٹ 100% رہتا ہو، اُس مدرسہ کی نظر میں کامیاب مدرس ہو، خصائل صالحہ کا مجسمہ ہو، تدریسی مہارتوں کے استعمال میں اُسے یدِ طولیٰ حاصل ہو۔

جنابِ والا!

خطیب کا کمال یہ ہے کہ اس کا خطبہ معیاری ہو۔ فرقہ واریت سے پاک ہو، اس کی بیان کردہ

روایات حشو وزوائد سے پاک ہوں۔اس کی زبان میں روانی ہو،اور حسنِ صورت کے ساتھ ساتھ حسنِ سیرت کا بھی مالک ہو۔اس کے پرتاثیر بیان سے تمام سامعین برابر متمتع ہوں۔

صدرِ محترم!

معلم کمال کی بلندیوں کو چھوسکتا ہے،مقنن کا طائرِکمال فضاء کی بلندیوں میں پرواز کرسکتا ہے۔خطیب کی ترقی وعروج کی عندلیب گلشن کمال ومراتب رفیعہ میں مسحورکن نغمے آلاپ سکتی ہے۔ ماہر معاشیات کی ناؤ بحرِکمال وعروج میں رواں دواں رہ سکتی ہے۔سیاستدان کے گلستان عروج و کمال میں گلہائے رنگارنگ نظر آسکتے ہیں،لیکن

جنابِ صدر!

اس کے لیے طائرِ غور وفکر کو قوت پرواز بخشنا ہوگی،قلوب اور ذہن کے دریچوں کو وا کرنا ہوگا، سوچ بچار کرنا ہوگا۔حصول کمال وترقی کے لیے غور وفکر کی عادت ڈالنا ہوگی،جسم کی مضبوطی کے ساتھ قوتِ ادراک ہوتو ترقی وکمال کی منازل آسان ہوجاتی ہیں،کمال کے شاہینوں کی آمدورفت صاف دکھائی دیناشروع ہوجاتی ہے،تنزّل اور غربت کے مہیب سائے چھٹنا شروع ہوجاتے ہیں۔

جنابِ صدر!

یہ سب کچھ اس وقت ہوگا،جب انسان معاشی طور پر مضبوط ہوگا۔اس کی اقتصادی حالت معیاری ہوگی۔اس کے گھروں میں خوش بختی اور خوش نصیبی کی دیوار بلند ہوگی۔اس کے آنگن میں غربت وافلاس کے عفریت کا منحوس سایہ نہ ہوگا۔اس کے دسترخوان پر انواع واقسام کے معیاری کھانے ہوں گے۔اس کی ظاہری بشاشت قابل دید ہوگی۔

جنابِ صدر!

دین اسلام میں بھی اخروی زندگی کی بہتری کے ساتھ ساتھ دنیوی زندگی کی بھی بہتری طلب کرنے کی تاکید اور ہدایت کی گئی ہے، "**ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار**" دعا مانگی جاتی ہے۔دنیوی زندگی میں حسن ہوگا تو اخروی زندگی بھی زیب وزینت کے

تاج سے مرصعّ ہوگی۔ ورنہ جناب غربت تو انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔

بُرا ہے کس قدر جُرمِ غریبی
مجھے پہچانتا کوئی نہیں ہے

محترم صدر!

یہ بات مترشحّ ہو رہی ہے کہ مال و دولت کا صحیح استعمال انسان کو کمال کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے۔ معلم کی تدریس معیاری ہوتی ہے۔ منصف کا انصاف بے لاگ ہوتا ہے، تاجر کی تجارت شفاف ہوتی ہے، قانون دان کا قانون پائیدار رہتا ہے، عابد کی عبادت نمود و نمائش سے پاک ہوتی ہے، زاہد کا زہد پر خلوص ہوتا ہے۔ اس لیے کہ یہ معاشی طور پر خوشحال ہوتے ہیں، اور معاشی خوشحالی ہستی میں بہار لے آتی ہے۔ جنابِ والا معلوم یہ ہوا کہ دولت جس کے پاس ہے وہی با کمال ہے۔

اُس کے ہی رُخ پہ دوستو حُسن و جمال ہے
وہ شخص جو کہ صاحبِ مال و منال ہے
راشدؔ کوئی نہ کہہ سکا اس بات کو غلط
دولت ہے جس کے پاس وہی با کمال ہے

والسلام

انصاف کی فراہمی ترقی کا زینہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو!
آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کرنی ہے وہ ہے: ''انصاف کی فراہمی ترقی کا زینہ''

صدرِ ذی وقار!

اس دنیا و مافیہا میں انسان جہاں کہیں بھی آباد ہے وہ اس بات کا متمنی ہے کہ اسے اعلیٰ مقام مل جائے، اس کو مقام ارفع پر متمکن کر دیا جائے، اسے زندگی کی جملہ راحتیں میسر آجائیں، اس کی زندگی کے اندھیرے اجالے میں بدل جائیں، اس کے گلشن ہستی میں بہار آجائے، اس کے آنگن میں عروج و ترقی کے گلہائے رنگا رنگ کھل اٹھیں۔

جنابِ صدر!

اگر کوئی رشوت ستانی کے ذریعے، اقربا پروری کے ذریعے، کساد بازاری کے ذریعے، انارکی کے ذریعے، دھوکہ دہی کے ذریعے، فریب کاری کے ذریعے، ڈاکہ زنی کے ذریعے، نمود و نمائش کے ذریعے، اور چرب زبانی کے ذریعے ترقی کی منازل طے کرنا چاہتا ہے تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔

صدرِ محترم!

عروج و ترقی کی منازل اگر طے کرنی ہیں تو اقلیم عقل و خرد کی فرمانروائی کو ترک کرنا ہوگا عقل کل کے تصور کی دلدل سے نکلنا ہوگا، تساہل و غفلت کی عبا کو تار تار کرنا ہوگا، جہد مسلسل اور پیہم کد و کاوش کی خلعتِ فاخرہ کو زیب تن کرنا ہوگا مزید برآں عدل و انصاف کے دروازے پر دستک دینا ہوگی۔

جنابِ صدر!

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ''اعدلوھو اقرب للتقوی'' انصاف کرو یہ تقوی کے زیادہ قریب ہے، اور متقی انسان دنیا میں مقامات رفیعہ کا وارث ہوتا ہے۔ اور آخرت میں بھی حور قصور کے وعدے اس کے لیے ہوتے ہیں، متقی انسان کی عظمت کے ڈنکے دنیا اور آخرت میں بجائے جاتے ہیں۔

جنابِ صدر!

تقویٰ اور پرہیز گاری کے زیور سے آراستہ شخص جس میدان میں بھی ہوتا ہے، کامیاب و کامران ہوتا ہے۔کھیت وکھلیان میں ہوتا ہے تواس کی کھیتی کشتِ زعفران کانمونہ پیش کرتی ہے،گلستان وچمنستان میں ہوتا ہے بادِ بہاری کے حیات بخش جھونکے اس سے اٹکھیلیاں کرتے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

وہ شخص عدالت کی کرسی پر براجمان ہوتا ہے تو عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرتا ہے، مظلوم کی مدد کرتا ہے، ظالم کی سرزنش کرتا ہے، وہ شخص مجاہد کے روپ میں ہوتا ہے تو جہاں وہ جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرتا ہے وہاں نظریاتی سرحدیں بھی اس کی دسترس میں ہوتی ہیں۔

جنابِ صدر!

عدل وانصاف پر عمل پیرا لوگ معاشرے کے ماتھے کا جھومر ہوتے ہیں،انسانیت انہیں سلام کرتی ہے،ظلم وبربریت کے مہیب سائے ان کے وجودِ مسعود سے کوسوں دور ہوتے ہیں،وہ قعرِ مذلت میں گرنے سے محفوظ رہتے ہیں اورترقی کے زینے طے کرتے جاتے ہیں،معاشی ،اقتصادی،سیاسی اور روحانی ترقی کا وجودعدل وانصاف کے آفتاب کی حیات بخش کرنوں سے وابستہ ہے۔

محترم صدر!

تاریخ مسلمانان عالم اس بات پر شاہد ہے کہ جن لوگوں نے عدل وانصاف کا دامن تھاما،غربت و افلاس صفحۂ ہستی سے مٹ گئی،معاشرہ میں امن وامان قائم ہوگیا،ان کے وجودِمسعود کی برکت سے کھیل کے میدان آباد ہوگئے،ان کی وجہ سے کسمپرسی کا شکار شخص معاشرے میں اعلیٰ مقام پا گیا۔

جنابِ صدر!

سید البشر حضرت محمدؐ سے لے کر آج تک جس نے بھی عدل و انصاف سے رابطہ جوڑا، انصاف کی فراہمی کو یقینی بنایا،کسی بڑے سے بڑے لالچ سے بھی اس کے عدل وانصاف کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اسے قصرِ ارفع کا مکین بنایا،اس کی زندگی جاوداں ہوگئی،اس کے خواب سہانے ہوگئے ،اس کی عزت وعظمت میں اضافہ ہوگیا،عروج وترقی کے جیسے الفاظ نے اس کے فرہنگ عدل وانصاف میں جگہ پائی۔

ولیوں سے بڑھ کے ملتا ہے راشدؔ اسے مقام
انصاف کے جو رستے پہ چلتا ہے صبح و شام

والسلام

سائنس آئی بہاریں لائی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو! آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع فراہم کیا گیا ہے وہ ہے: ''سائنس آئی بہاریں لائی''

صدرِ ذی وقار!

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا عظمت کا تاج اس کے سر پر سجایا اور جملہ مخلوقات میں اسے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز فرمایا۔ اس کی عظمت کا سبب علم کے ساتھ ساتھ عقل کو بھی قرار دیا اور غیر ذوی العقول مخلوقات میں سے اس ذوی العقول مخلوقات کی اہمیت کا لوہا نوری اور غیر مرئی مخلوق ملائیکہ سے بھی منوایا یہاں تک کہ وہ اس حیوانِ ناطق کے سامنے سجدہ ریز ہوئے۔

صاحبِ صدر!

یہ ساری عظمتیں، یہ ساری رفعتیں، یہ ساری شفقتیں، یہ ساری عنایتیں، یہ ساری سعادتیں، یہ ساری فضیلتیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمائیں کیونکہ علمِ الٰہی میں موجود تھا کہ میری کائنات کے گلشن میں بہار انسان لائے گا۔ میری زمین پر فلک بوس پہاڑوں سے جوئے شیر انسان نکالے گا، آسمان پر پرواز یہ انسان کرے گا۔ خونخوار درندوں کو مطیع میرا یہ انسان کرے گا۔ انسان کی عظمت و رفعت کی بلندیوں پر فائز کرنے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اُس نے دنیا و مافیہا کی ہر چیز انسان کے لیے پیدا فرمائی اور انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا۔

جانور پیدا کیے تیری وفا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ہیں ضیاء کے واسطے

کھیتیاں سر سبز ہیں تیری غذا کے واسطے
سب جہاں تیرے لیے اور تو خدا کے واسطے

معزز سامعین!

سائنس علم کا ایک شعبہ ہے، سائنس کا لفظ جب قوتِ سماعت پر دستک دیتا ہے۔ سائنس کا لفظ جب قوت بصارت کو متحرک کرتا ہے، سائنس کا لفظ جب قوتِ ادراک و وجدان پر اپنا عکس چھوڑتا ہے، سائنس کے لفظ کی بادِ بہاری جب قوت شناخت سے اٹھکیلیاں کرتی ہے، قرطاسِ ابیض پر موجود سائنس کا لفظ جب قوت لامسہ سے مس ہوکر پورے بدن میں اپنی تاثیر پیدا کرتا ہے تو فوراً دماغ میں یہ بات پیغام رسانی کا کام کرتی ہے کہ سائنس ایک صفت ہے جو بغیر موصوف کے اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتی اور جو موصوف اس صفت سے متصف ہوتا ہے۔ کائنات کی رفعتیں اس کے سامنے دست بستہ حاضر ہوتی ہیں، اوراس کے درکی دریوزہ گری کرتی ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

سائنس علم کی ایک شاخ ہے جن لوگوں نے قرآن کے فرمان" **افلا تعقلون**"، "**افلایتدبرون**" کے سامنے سر عجز وانکسار جھکادیا وہ کائنات کے **رجل** "**رشید**" ثابت ہوئے اور ذی روح، ذی شعور، ذوی العقول، حیوانِ ناطق انسانوں کو سائنس دانوں کے نام سے تاریخ کے اوراق میں طلائی حروف سے رقم کیا گیا۔

صدرِ ذی وقار!

آج چاردانگ عالم میں سائنس کی بہاریں ہی بہاریں نظر آتی ہیں۔ آج سائنس نے ہماری دنیا بنادی ہے۔ چندصدیاں قبل دنیا سے رحلت کر جانے والا شخص اگر دوبارہ اس دنیا میں آجائے تو اس کی عقل موجودہ حالات کو دیکھ کر شاید یہ فیصلہ نہ کر پائے کہ زمین پر نظر آنے والی مخلوق کوئی فرشی مخلوق ہے یا آسمانی۔ آج کی سائنس نے یہاں تک ترقی کی ہے کہ ندی نالوں اور برساتی نالوں پر بیٹھ کر ہاتھ دھونے والا شخص آج نل کے قریب جاتا ہے تو بغیر ہاتھ لگائے پانی چلتا ہوا دیکھتا ہے اور

پھر اگر اپنے ہاتھ نل سے دور کرتا ہے تو وہ بغیر کسی لمس کے پانی کے بند ہونے کے منظر کا نظارہ کرتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

گھر کے غلام گردش میں بیٹھ کر امریکہ اور یورپ جیسے دور دراز علاقوں کے لوگوں سے گفتگو کرتا ہے، اور وہاں کے مناظر اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے، زادِراہ کے طور پر نان جویں اور ستو اُٹھانے والا انسان ہزاروں میل کا سفر کرتا ہے اور اس کے لباس پر کی گئی استری کے نشانات بدستور باقی ہوتے ہیں۔ جائے نماز اور لوٹا ساتھ لے کر سفر کرنے والا شخص وضو کر کے اذان سن کر اپنے سفر کی ابتداء کرتا ہے اور اسی وقت کی نماز کی قضائی سے مامون رہتا ہے۔ جسم میں پیچیدہ بیماریاں اپنے وجود کو بذریعہ ایکسرے مشین مریض اور سپیشلسٹ پر منکشف کر دیتی ہیں۔

معزز سامعین!

ہم کیوں نہ کہیں کہ سائنس نے ہماری دنیا بنادی ہے۔ سائنس نے ہر میدان میں اپنے وجود کو تسلیم کروایا ہے۔ موجودہ ایجادات جن میں:۔

گراموفون، ٹیلی فون، ٹیلی ویژن، ریفریجریٹر، ائیر کنڈیشنر، بحری جہاز، ہوائی جہاز، ایکسرے مشین، خلائی جہاز، راکٹ، کمپیوٹر، موبائل، ریموٹ کنٹرول سسٹم یہ تمام سائنسی ایجادات ایسی ہیں جس طرح گلستانِ ہستی میں گلہائے رنگارنگ بادِنسیم کے مسحور کن جھونکوں سے جھوم رہے ہوں۔ کائنات کی تمام بوقلمونیاں، ندرت، رنگینیاں، سائنس کی مرہونِ منت ہیں اور سائنس اُس محسن کائناتؐ کی مرہونِ منت ہے جس کے لیے ساری کائنات بنائی گئی۔

صاحبِ صدر!

آج سے 14 سو سال پہلے جو بات قرآن وحدیث نے کہی آج کی سائنس اس کی تصدیق کر رہی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ گر کسی برتن کو کتا ناپاک کر جائے تو اس کو کچھ مرتبہ پانی سے دھویا جائے اور ایک مرتبہ مٹی سے دھویا جائے یعنی صاف کیا جائے کتے کی زبان میں جراثیم لعاب کی

صورت میں موجود ہوتے ہیں جس کو مٹی ہی ختم کر دیتی ہے اور آج کی جدید سائنس بھی اس بات کی معترف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتے کے کاٹے کے علاج کے لئے جو انجکشن بن رہے ہیں اُن میں مٹی کا عنصر موجود ہوتا ہے۔ اسی طرح مکھی کے پر کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ ایک پر میں شفاء ہے اور دوسرے میں بیماری ہے۔ آج کی سائنس اس کا برملا اعتراف کر رہی ہے کہ مکھی کے ایک پر میں نقصان دہ وائرس موجود ہوتا ہے اور دوسرے پر میں اس وائرس کو ختم کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اسلام کے جملہ احکام کی افادیت سائنسی اعتبار سے بھی ثابت ہو چکی ہے۔ سائنس آئی ہے اور بہاریں ہی بہاریں نظر آ رہی ہیں وہ لوگ جو احکام الٰہی کی پیروی میں عقلی توجیہ کے قائل تھے وہ بھی سرِ تسلیم خم کر گئے۔

صاحبِ صدر!

ہم کیوں نہ کہیں سائنس نے ہماری دنیا بنا دی ہے جناب ہم تو عقلی توجیہ کے قائل تھے وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، سائنسی توضیحات کی بدولت حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ جس طرح دیگر شعبوں میں سائنس نے خزاں نا آشنا فضاء قائم کر دی اسی طرح دینِ اسلام کی حقانیت کو بھی واضح کیا۔ اور اپنے آپ کو اسلامی اقدار اور روایات کا تابع باور کروا کر دینِ اسلام کی مزید اشاعت کا سبب بنی۔

معزز سامعین!

اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ ہماری حکومت اس شعبے کی طرف مزید توجہ دے۔ دیگر مما لک کی نسبت ہماری جامعات بہت کم سائنس دان پیدا کر رہی ہیں، اس شعبہ میں کام کرنے والے زیرک اور فطین لوگوں کی حوصلہ افزائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرنا چاہیے، تاکہ آنے والی نسل کا رجحان بھی اس کی طرف ہو، ملک وقوم کی خدمت کرنے اور اس کا نام روشن کرنے کے لیے اس کی طرف توجہ کی اشد ضرورت ہے۔

ہمارے ہاں ٹیلنٹس کی کوئی کمی نہیں ہے صرف اس کو پیش کرنے کی ضرورت ہے اگر یہ اپنے

او پر محنت، انتھک کوشش، لگن، عمل اور پیہم، جہد مسلسل جیسی عظیم صفات کو لازم کرے تو یہ اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتا ہے اور دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکتا ہے۔ وہ تو پہلے ہی اس کی رفعت اور بلند پروازی سے خائف رہتا ہے۔

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

والسلام

ٹریفک کے قوانین کی پابندی

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم امّا بعد فاعوذ باالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم

معزز صدرِ محترم اور میرے ساتھیو! السلام علیکم۔ آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کرنی ہے وہ ہے: ''ٹریفک کے قوانین کی پابندی''

صدرِ ذی وقار!

بظاہر انسان پیدائش سے لے کر وفات تک پابندیوں کے جال میں پھنسا رہتا ہے۔ کوئی پابندیاں اُس پر خاندان کی طرف سے ہوتی ہیں، کوئی پابندی اُس پر اہل خانہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ کہیں معاشرے کی پابندیاں اُس کو پابند سلاسل بنا رہی ہیں، اور جب ہوش سنبھلتا ہے، کھوٹے اور کھرے میں تمیز کرنے کی نوبت آتی ہے تو بحیثیت مسلمان اسلامی پابندیاں، عبادات کی پابندیاں، معاملات کی پابندیاں، اعتقادات کی پابندیاں اُس کے گرد گھیرا تنگ کر دیتی ہیں۔

بعض پابندیاں ایسی ہوتی ہیں جس سے آزادی کی نعمت چھن جاتی ہے اور بعض پابندیاں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ آزادی کے استحکام اور استمرار بخشنے میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہیں، جیسے اسلامی پابندیاں جو بظاہر پابندیاں نظر آتی ہیں لیکن حقیقتاً وہ آزادی جاں فزا ہوتی ہیں۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

جنابِ صدر!

بعض پابندیاں ایسی ہوتی ہیں جو حکومت عوام اور ملک و قوم کے تحفظ کی خاطر لگاتی ہے۔ ان ہی میں ٹریفک کے قوانین کی پابندی ہے، ٹریفک سے مراد گاڑیوں کی آمد و رفت ہے، گاڑیوں کی آمد

ورفت میں آئے دن اضافہ ہورہا ہے۔ گاڑیوں کا اژدہا آئے روز بڑھتا جارہا ہے، ٹریفک کے قوانین کی پابندی جان کی حفاظت کے لیے انتہائی ناگزیر ہے، ایک لمحہ کی غفلت جان لیوا ثابت ہوسکتی ہے، ٹریفک کے قوانین کی پابندی سے جہاں دیگر حضرات محفوظ رہتے ہیں وہاں حادثے سے اور اپنی جان کے ضیاع سے خود ڈرائیور بھی محفوظ رہتا ہے۔

معزز سامعین!

قانون تحفظ کی خاطر بنایا جاتا ہے، عوام کی فلاح و بہبود ہوتی ہے، عوام سے محبت اور انس کی خاطر قوانین کی پابندی کروائی جاتی ہے، قوانین پابندِ سلاسل کرنے کے لیے نہیں ہوتے بلکہ تربیت فکر کی دعوت دیتے ہیں، دیگر قوانین شکن حضرات کا انجام کچھ دیر بعد ہوتا ہے لیکن جو ٹریفک کے قوانین کی پابندی نہیں کرتا اس کی سزا میں دیر نہیں لگتی آناً فاناً زندگی کی بازی ہار جاتا ہے، اور نہ صرف خود موت کے منہ میں چلا جاتا ہے بلکہ دیگر متاثرین کی زندگی بھی ختم کرنے کا موجب بنتا ہے۔

جنابِ صدر!

آج اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا ملک ٹریفک حادثات میں صف اوّل میں نہ رہے تو ہمیں ٹریفک کے قوانین کے ساتھ ساتھ دیگر قوانین کی پابندی بھی کرنا پڑے گی، ہمیں بچوں کو گاڑی دینے سے گریز کرنا ہوگا۔ ہمیں رشوت لے کر مخبوط الحواس شخص کے ہاتھ میں گاڑی تھمانے سے احتیاط برتنا ہوگی، ہمیں اقرباء پروری کی بھینٹ چڑھ کر اناڑی کو لائسنس کے اجراء میں عجلت سے بچنا ہوگا، ہمیں نشے میں دھت ڈرائیور کی گاڑی میں سوار ہونے سے پہلے کئی بار سوچنا ہوگا۔

صدرِ ذی وقار!

ٹریفک کے قوانین کی پابندی میں زندگی ہے اور قانون شکنی میں موت ہے، اس کی پابندی میں راحت ہے، اس کی خلاف ورزی میں کوفت ہے، اس کی پابندی میں رحمت ہے اس کی قانون شکنی میں زحمت ہے، زندگی میں اصول اور قوانین کے پابند بامراد ہوتے ہیں، اور مادر پدر آزاد لوگ معاشرے میں ناسور ہوتے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

قانون کی پابندی عظیم لوگوں کا شیوہ ہے، اگر کوئی غیر مسلم قانون کی پابندی کو ہر معاملہ میں اپنی عادت ثانیہ بنالیتا ہے تو اگرچہ وہ اسلام کی برکات سے محروم رہتا ہے لیکن دنیاوی زندگی آسائش وآسودگی اس کے گرد طواف کرتی رہتی ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، مسلمان اس کی تعلیمات سے روگردانی کرکے دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں، اور غیر مسلم اس کی تعلیمات کو اپنا کر عیش وعشرت کی زندگی گزار رہے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری شاہراہیں حادثوں سے محفوظ رہیں، ہماری سڑکوں پر کسی کراہنے والے کی آواز ہمیں سنائی نہ دے، ہمارے فٹ پاتھ کی اینٹوں کے کنارے کسی کے خون سے رنگین نہ ہوں، ہماری گاڑیوں سے کسی کو بھی دروازوں کو توڑ کر نہ نکالا جائے، ہمارے ہسپتالوں میں کسی بھی حادثاتی مجروح کو نہ لایا جائے، ہماری سرزمین پر کسی شاہراہ پر حادثے سے ہلاک ہونے والے کا جنازہ نہ پڑھایا جائے، تو ہمیں ٹریفک کے قوانین کی پابندی کرنا ہوگی، گاڑی مقررہ رفتار سے زیادہ چلانے پر خود کو ملامت کرنا ہوگی، یخ بستہ رات میں گاڑیوں کی آمد ورفت میں خاصی کمی کے باوجود ٹریفک قوانین کی پابندی کرنا ہوگی، ٹریفک پولیس کے جوان کے اشارے کو سلام کرنا ہوگا، اس میں ہماری بقا ہے۔

ہر ملک میں لوگوں کی خاطر قانون بنائے جاتے ہیں
پھر ان کو زندہ رہنے کے آداب سکھائے جاتے ہیں
جو لوگ اصولوں کے راشدؔ پابند ہمیشہ رہتے ہیں
ایسے ہی لوگ زمانے کے سلطان بنائے جاتے ہیں

والسلام

ٹریفک قوانین

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معززصدرومیرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پرلب کشائی کرنی ہے وہ ہے: ’’ٹریفک قوانین‘‘

صدرِ ذی وقار!

قانون، اصول، ضابطہ جیسے الفاظ کا تصور جب دماغ کے دریچوں کو دستک دیتا ہے تو تہذیب وتمدن، اور منظّم قوم کی ایک تصویر بھی دماغ کے خانوں میں ابھرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے، اور اُجلا پن جگہ جگہ دکھائی دینا شروع ہوجاتا ہے۔ کائنات رنگ وبو میں ہر شے کا اپنا اپنا ضابطہ ہے۔ نظامِ شمسی ہو، نظامِ فلکی ہو، نظامِ ارضی وسماوی ہو، جملہ نظام ہائے حیات قوانین کے دائرے میں متحرک نظر آتے ہیں۔ کچھ قوانین ایسے ہوتے ہیں جن کو انسان اپنی بقاء کے لیے بناتے ہیں، انھی قوانین میں ٹریفک کے قوانین بھی ہیں۔

صدرِ محترم!

زمین پر حشرات الارض کو دیکھیں تو ان کی اجتماعی حرکت ایک قطار میں نظر آئے گی۔ آسمان کی بلندیوں پر محوِ پرواز طائران خوش الحان کی زندگی کا مشاہدہ کریں تو ان کی پرواز بھی کسی قانون اور ضابطے کے تحت ہوگی۔ حدی خواں کے اونٹوں کی قطاریں، بلبل کی چہک، پھول کی مہک، جگنو کی چمک، ستاروں کی دمک، سورج کی روشنی، چاند کی چاندنی، فضاؤں کی سرسراہٹ، آبشاروں کی گڑگڑاہٹ، سمندر کا سکوت، دریا کا شور، صبح سہانی، ندیوں کی روانی یہ جملہ مظاہرِ فطرت کسی نہ کسی ضابطے کے تحت سرگرمِ عمل ہیں۔

معززِ صدر!

قوانین انسان کی فلاح کے لیے بنائے جاتے ہیں، انسان کی ترقی مقصود ہوتی ہے، انسان کی زندگی میں حسن پیدا کرنا ہوتا ہے، انسان کو نشست وبرخاست کا ڈھنگ سکھانا ہوتا ہے، انسان کی

گفتار میں شائستگی پیدا کرنا ہوتی ہے۔انسان کی رفتار میں اعتدال پیدا کرنا ہوتا ہے،انسان کے شعور میں نفاست مقصود ہوتی ہے،انسان کے کردار کو عظمت کی معراج پر متمکن کرنا ہوتا ہے،قوانین ہی گلستانِ ہستی میں رنگارنگ گلوں کی نمو کا باعث بنتے ہیں۔

معزز سامعین!

ٹریفک قوانین ایسے قوانین ہیں جو شاہراہوں پر حسن کو دوبالا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ جو ڈرائیور کو زندگی بخشنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو تادیر زندہ رکھنے کا شعور بھی پیدا کرتے ہیں۔گاڑیوں کی آمدورفت میں نظم وضبط انہی سے پیدا ہوتا ہے۔ٹریفک قوانین ہی کی بدولت ملک وقوم کے افراد کو گاڑیوں کی آمدورفت کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔اور اس کو صحیح انداز میں رواں رکھنے کی شعوری دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔

جنابِ صدر!

باحیات انسان ہی حقیقت میں انسان ہوتا ہے،وہ زندگی کے گلستانوں میں نسیمِ صبح کے روح افزاء جھونکوں سے مستفید ہوتا ہے۔اور اس کی جملہ ہائے زیست میں ترقی ان ہی قوانین کی مرہونِ منت ہوتی ہے،قانون ٹریفک ایک مکمل قانون ہے،اسی سے آشنا لوگ فُٹ پاتھوں پر چلنے والوں کو زندگی کا تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ذرائع آمدورفت پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں اُور ان کی سالمیت کو یقینی بنانے کا سبب بنتے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

ٹریفک کے قوانین سے ایک ذی شعور تعلیم یافتہ نوجوان ضرور واقف ہوتا ہے،ٹریفک کنٹرول کرنے والے نوجوان کا اشارہ،شاہراہوں پر متحرک گاڑی کی مناسب رفتار،اپنی اطراف پر متحرک گاڑیوں کی نقل وحرکت چوک پر نصب اشاروں کی چمک پر رکنے والے افراد کا اطمینان،گھر پہنچ کر سکون کا سانس لینے والے ڈرائیور کی تسلی بخش گفتگو،یہ سب امور ٹریفک قوانین سے آشناء اور آگاہ باشندگان کے وجود کی عکاسی کرتے ہیں۔

صدرِ محترم!

ٹریفک کے قوانین صرف کم آمدنی والوں کے لیے نہیں ہوتے،صرف ملازم پیشہ حضرات کے لیے نہیں ہوتے،صرف صنعتکاروں کے لیے نہیں ہوتے صرف تاجروں کے لیے نہیں ہوتے،صرف

آجروں اور امیروں کے لیے نہیں ہوتے، صرف مزدوروں اور ساہوکاروں کے لیے نہیں ہوتے، صرف اشرافیہ اور وڈیروں کے لیے نہیں ہوتے بلکہ یہ تو مملکت کی طرف سے ہر ایک کے لیے عطیہ ہوتے ہیں اور تحفظ جسم و جاں کے لیے ایک شاہی نسخہ گردانے جاتے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ہاں کوئی حادثہ نہ ہو، اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری گاڑیوں کے شیشے نہ ٹوٹیں، اگر ہم چاہتے ہیں ہماری شاہراہوں پر حادثے کی وجہ سے کسی کراہنے والے کی آواز ہمارے کانوں کو سنائی نہ دے، اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری سڑکوں پر کسی کے خون کا قطرہ نہ گرے، اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ہسپتالوں میں کسی حادثے میں زخمی ہونے والے نقاہت سے بھرپور مجروح کو نہ لایا جائے، اگر ہم چاہتے ہیں کہ کم از کم کسی سڑک پر زخمی ہونے والے کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ کسی حادثے میں شکستہ ٹانگ والا بیساکھی کے سہارے گلیوں میں بھیک مانگتا ہوا نظر نہ آئے، اگر ہم چاہتے ہیں کہ حادثے میں شدید زخمیوں کے لیے خون کی فراہمی کے لیے دربدر دھکے نہ کھائیں تو ہمیں ٹریفک کے قوانین کو نہ صرف حرزِ جان بنانا ہوگا بلکہ اس کی پابندی بھی کرنا ہوگی۔

معززِ صدر!

قانون تحفظ کے لئے بنائے جاتے ہیں، عوام کی فلاح مقصود ہوتی ہے، عوام سے محبت اور اس کی خاطر قوانین بنائے جاتے ہیں، قوانین پابندِ سلاسل کرنے کے لیے نہیں ہوتے بلکہ حریت فکر کی دعوت دیتے ہیں، دیگر قوانین شکن حضرات کا انجام کچھ دیر بعد میں ہوتا ہے، لیکن جو ٹریفک کے قوانین کو خاطر میں نہیں لاتا اس کی سزا میں دیر نہیں لگتی وہ آناً فاناً زندگی کی بازی ہار جاتا ہے وہ نہ صرف خود موت کے منہ میں جاتا ہے بلکہ دیگر متاثرین کی زندگی کے خاتمے کا بھی سبب بنتا ہے۔

ہر ملک میں لوگوں کی خاطر قانون بنائے جاتے ہیں
پھر ان کو زندہ رہنے کے آداب سکھائے جاتے ہیں
جو لوگ اصولوں کے راشدؔ پابند ہمیشہ رہتے ہیں
ایسے ہی لوگ زمانے کے سلطان بنائے جاتے ہیں

والسلام

سر سید احمد خاں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز صدر و میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کرنی ہے وہ ہے: ''سر سید احمد خاں''

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

صدرِ ذی وقار!

بچوں کی پیدائش ایک فطرتی امر ہے، بچہ کبھی دولت منداور صاحبِ ثروت کے گھر میں پیدا ہوتا ہے کبھی بچہ مفلوک الحال کے بغیر چھت کے گھر میں ٹوٹی ہوئی چار پائی پر جنم لیتا ہے، کبھی بچہ دنیا کی ہوا لیتے ہی خلعتِ فاخرہ زیب تن کر دی جاتی ہے اور کبھی بچے سردی کی یخ بستہ رات میں چیتھڑوں میں ماں کے پہلو سے لپٹا رہتا ہے۔ یوں پیدائش کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور شب وروز گزرتے رہتے ہیں۔

صدرِ محترم!

ملت اسلامیہ کو آج پہلے سے بھی زیادہ خطرات ہیں، فرعون صفت باطل قوتیں اپنے بھیانک عزائم لیے، ظلم وستم، جبر وتشدد، درندگی وسفاکی کی نئی تاریخ رقم کر رہی ہیں۔ طاغوتی طاقتیں مسلمانوں کے وسائل ہڑپ کر رہی ہیں۔ ذہن خریدے جا رہے ہیں، نصابِ تعلیم بدلے جا رہے ہیں، اسلام دشمن قوتیں اس اُمت کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے جمع ہو چکی ہیں۔ یہ الفاظ 1830ء سے لے کر 1860ء تک کسی ادیب کے ضمر کی عکاسی کر رہے ہیں۔

جنابِ صدر!

ان حالات میں ایک ایسی عظیم ہستی کا انتظار تھا اور ایک عظیم شخصیت کی ضرورت تھی جو ملت کے

مرضِ کہن سے بخوبی واقف ہو اور اس کے علاج پر بخوبی دسترس رکھتی ہو، اللہ تعالیٰ نے ہماری اس خواہش کو پورا فرمایا اور سر سید احمد خاں کی شکل میں ہمیں ایک آسمانِ علم و حکمت کا درخشاں آفتاب اور ماہتاب فرمایا، 17 اکتوبر 1817ء کو دہلی کی سرزمین پر جنم لینے والا یہ بچہ قوم کا مصلح اور نجات دہندہ قرار پایا۔

صدرِ محترم!

آپ 17 اکتوبر 1817ء کو دہلی میں پیدا ہوئے، مروجہ تعلیم حاصل کی، 1835ء میں کچہری میں نائب منشی کی حیثیت سے کام کیا، آپ نے مسلمانوں کی تعلیمی، سیاسی اور مذہبی ترقی کے لیے جہد مسلسل کی آپ پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں تھی کہ مسلمان تعلیمی ترقی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔ آپ کا دل مسلمانوں کی زبوں حالی پر تڑپتا تھا، آپ کی آنکھ مسلمانوں کی کسمپرسی کے عالم میں دیکھ کر اشکبار ہو جایا کرتی تھی۔

جنابِ صدر!

آپ نے مسلمانوں کے لیے بڑی خدمات انجام دیں، آپ نے تعلیمی ادارے قائم کئے، آپ نہیں جانتے تھے کہ دشمن اور مخالف کے بچے خواندہ ہوں اور حریر و پرنیاں کا لباس پہنیں اور مسلمان ناخواندہ رہ کر حشرات الارض کی طرح زمین پر رینگتے پھریں، غیروں کی اولا د خواندہ ہو کر مستقبل کی حکمران بنے اور مسلمانوں کے لخت جگر ناخواندہ رہ کر ساری عمر غلامی کی زندگی میں گزار دیں، سر سید احمد خاں یہ نہیں چاہتے تھے کہ غیر مسلم کے بچے بڑے ہو کر ہواؤں اور فضاؤں میں قلہ بازیاں کھائیں اور مسلمان بچے ہمیشہ ان کے آنگن اور شاہراہوں کو صاف کرنے کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔

جنابِ صدر!

1859ء میں مراد آباد میں سکول کا قیام، 1863ء میں سائنٹیفک سوسائٹی کی بنیاد، 1875ء میں علی گڑھ میں سکول کا قیام جو بعد میں 1920ء میں یونیورسٹی بن گئی صرف اور صرف مسلمانوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ اور پیراستہ کرنا تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ ہم غیروں کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر، غیروں کے سامنے سینہ تان کر، غیروں کی آنکھ میں تنکے کی طرح کھٹک کر صرف اُسی

صورت میں زندہ رہ سکتے ہیں کہ جب ہم تعلیم یافتہ ہوں۔

صدرِ ذی وقار!

سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کی تعلیمی پستی کو دور کرنے لیے جہاں تعلیمی اداروں کو قائم کیا وہاں انہوں نے رسالہ ''اسباب بغاوت ہند'' لکھ کر سیاسی خدمات میں بھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ آپ مسلمانوں کے سچے خیر خواہ تھے، ہمدرد تھے مسلمانوں پر مونس و مہربان تھے، آپ نے انگریزوں کو اپنے رسالے کے ذریعے جنگِ آزادی کے حقیقی اسباب سے آگاہ کیا، جس سے ان کے مسلمانوں کے خلاف نظریات کے گلیشیر پگھلنا شروع ہوئے اور وہ حقیقت حال سے آگاہ ہوئے۔ الغرض تعلیمی میدان میں اور سیاسی میدان میں سرسید احمد خاں کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

ہماری باتیں ہی باتیں ہیں سید کام کرتا ہے
نہ بھولو فرق جو ہے کہنے والے، کرنے والے میں
کیا جو چاہے کوئی میں تو کہتا ہوں کہ اے اکبرؔ
خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھی مرنے والے میں

والسلام

زندگی کی بوقلمونیاں اور رنگارنگ حقائق

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدرِ ذی وقار! آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے: ''وہ زندگی کی بوقلمونیاں اور رنگارنگ حقائق کے بارے میں ہے''

جناب!

زندگی ایک ابدی خوشی کا نام ہے۔ زندگی ایک غیر مرئی چاہت کا نام ہے زندگی جگنو کے نور کا نام ہے، زندگی دل کے سرور کا نام ہے۔

جنابِ صدر!

زندگی ایک ایسا پھول ہے جس کی مہک سے گلشنِ حیات کی فضا معطر ہو جاتی ہے۔ زندگی ایک ایسے جذبے کا نام ہے جو ناامیدی کی دلدل میں کبھی نہیں گرنے دیتا، زندگی ایک ایسی چمک کا نام ہے جس سے مُردنی اور موت کے سائے بھاگ جاتے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

زندگی نے ہی تو مجھے معاشرے میں چلنے کا سلیقہ سکھایا، زندگی نے ہی تو مجھے قبیلے کا ایک اہم رکن بنایا، زندگی نے ہی تو حرارتِ ایمانی بخشی، زندگی نے ہی تو مجھے عبادت کا ڈھنگ سکھایا، زندگی ہی نے مجھے خودشناسی کے علاوہ خداشناسی بخشی۔

معزز سامعین!

میرے مخالف نے تو حد کر دی ہے۔ لیکن کیا ہوا مخالفوں نے تو مخالفت تو کرنی ہی ہوتی ہے، زندگی کو ایک مصیبت کے طور پہ پیش کیا ہے، زندگی سے مخاصمانہ رویہ محمود نہیں ہے، زندگی خود اس کی آمد کا سبب ہے، اُس کے والدین کی زندگی اُس کی حیات نو کا سبب ہے۔

جنابِ صدر!

زندگی ہے تو بطخ کا بچہ بھی تالاب میں تیراکی کرتا ہوا اچھا لگتا ہے، زندگی ہے تو فلک کی بلندیوں پر محوِ پرواز طائر خوش الحان کی اڑان میں انفرادیت نظر آتی ہے۔ زندگی ہے تو شاخِ مغیلاں

پر چہکتی ہوئی کنجشک مادہ اپنے بچوں کو چوگ دیتی ہوئی اچھی لگتی ہے۔

معزز سامعین!

میں یہ بات کیسے کہوں ''کہ مجھے کیا برا تھا مرنا جو ایک بار ہوتا'' زندگی کو موت کیسے کہوں، زندگی کے ہر لمحے تازہ ہوتے ہیں، زندگی کی تمام گھڑیاں خوشگوار ہوتی ہیں، حیات کے جملہ پہلو گل و گلزار ہوتے ہیں، زندگی کی شامیں سحر ہوتی ہیں۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
کردار میں گفتار میں اللہ کی برہان

مومن ایمان سے ہے، اور ایمان زندگی سے ہے، اور اظہارِ ایمان زندگی کے خوشگوار حیات سے ہے، زندگی میں مومن کا ایمان منظر عام پر ہوتا ہے۔ زندگی میں مؤذن کی اذان مساجد میں گونجتی ہے، زندگی میں مجاہد کی تلوار میدان جہاد میں کارہائے نمایاں سرانجام دیتی ہے۔ زندگی میں انسان کی انسانیت واضح ہو جاتی ہے۔

جنابِ صدر!

زندگی میں شجاع کی شجاعت نظر آتی ہے، زندگی میں امین کی امانت نظر آتی ہے، زندگی میں صدیق کی صداقت نظر آتی ہے۔ زندگی میں رفیق کی رفاقت منظرِ عام پر آتی ہے، زندگی میں حسین کا حسن دکھائی دیتا ہے، زندگی میں محبّ کی محبت سامنے آتی ہے۔

معزز سامعین!

خودکشی تو ویسے بھی حرام ہے، میں کیوں اپنی زندگی کو ختم کروں، مجھے جھوٹ، فریب، دھوکہ دہی، رشوت ستانی، اقرباء پروری، تعصب، اغواء برائے تاوان، خودغرضی، نسل پرستی جیسی قبیح عادتوں کو زندہ درگور کرنا ہوگا۔ اور یہی حقیقت میں زندگی کی معراج ہے۔

جنابِ صدر!

زندگی کبھی علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں، کبھی درویش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں، کبھی لطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں، کبھی مجدد الف ثانی کی صورت میں، کبھی فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں جب منظر عام پر آتی ہے تو زندگی ایک نعمت بن کر چمکتی ہے۔ اور پھر ایسی عظیم زندگی کو مشکلات کا گھر سمجھنے والے کور ذوق لوگ ہمیشہ کے لیے زیر زمین چلے جاتے ہیں اور زندگی کا سورج اپنی آب و تاب سے درخشاں رہتا ہے۔

والسلام

ذرا نم ہوتو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز صدر اور میرے ہم مکتب ساتھیو! آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کرنی ہے وہ ہے:: ''ذرا نم ہوتو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔**فالھمھا فجورھا و تقوھا**

ہر نفس میں گناہ اور تقوی کا الہام کر دیا گیا

جنابِ صدر!

حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ خالق کائنات نے انسان کو فطرتِ سلیم پر پیدا فرمایا ہے اور ہر انسان کی فطرت میں خیر اور شر کا مادہ رکھ دیا گیا ہے اور جب انسان اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر عمل پیرا ہو کر نیکی کی طرف گامزن ہوتا ہے تو وہ فرشتوں سے بھی آگے نکل جاتا ہے اور اسے انسانیت کی معراج نصیب ہوتی ہے مگر جب انسان ابلیس کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا ہے تو جہالت و گمراہی اس کا مقدر بن جاتی ہے اپنے نفسِ امارہ کی پیروی کرتے ہوئے وہ ذلت کی پستیوں میں نیچے اتر جاتا ہے لیکن انسان کے دل میں اُنس اور محبت کا جذبہ فلاح اور خیر کا عنصر ہمیشہ موجود رہتا ہے جو کسی بھی وقت اس کے من میں زور پکڑ لیتا ہے اور انسان اپنے اصل مقصد کی طرف واپس پلٹ آتا ہے اسی لیے اقبال امید رکھتے ہیں کہ میری قوم کے نوجوان اپنے مقصدِ حیات سے ہٹ گئے ہیں۔ غیروں کی اندھی تقلید میں اپنا جوہر حقیقی کھو چکے ہیں۔تن آسانی اور من فراموشی نے ان کا قومی وقار چھین لیا ہے یقیناً یہ ایک دن اپنے ماضی اور اسلاف کے کارناموں کی طرف واپس پلٹیں گے اور

اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کریں گے۔اسی لیے اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دلِ مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

معزز سامعین!

اقبال کا حکیمانہ اور فلسفیانہ انداز ہمیں یہ باور کراتا ہے کہ مسلمان کا مقصدِ حیات اس سرزمین پر خلافتِ الٰہی قائم کرنا ہے اور دینِ اسلام کا بول بالا کرنا ہے۔ اپنے فکر و عمل سے اس سنسار کو گل وگلزار بنانا ہے، بلندیٔ کردار اور پختگیٔ اعمال سے اس جہان کو امن و آشتی کا گہوارہ بنانا ہے علم و حکمت کی روشن کرنوں سے دنیا پر چھائی گھٹا ٹوپ تاریکیوں کو دور کرنا ہے۔ اس لیے اقبال مسلم نوجوانوں سے یہ تمنا اور امید لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ اپنی بلند ہمتی، عمل پیہم، سخت کوشی اور جہد مسلسل سے اپنے اوپر چھائی ہوئی سستی، کاہلی اور جہالت کو اتار پھینکیں، وہ صبح و شام بدلتے ہوئے رجحانات سے آگاہ ہوں دنیا کے مظاہر اور قوموں کی ترقی وعروج کا مطالعہ اس کا مطمع نظر ہو، علم و عمل اور فکر کی حقیقت سے آشنا ہو، نت نئے چیلنجوں سے نبرد آزما ہوتا کہ کائنات کے اسرار و رموز اس کی پر تجسس آنکھوں کے سامنے ایسے کھل جائیں جیسے مردِ مومن کے سامنے حیات اور کائنات کے اسرار آشکار ہو جاتے ہیں۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں
نہ ہو نومید، نومیدی زوالِ علم و عرفاں ہے
امید مردِ مومن ہے خدا کے راز دانوں میں

عزیز ساتھیو!

ملت اسلامیہ کا بھرپور درد اور بے پناہ تڑپ رکھنے والے اقبال اپنی قوم کی بدحالی پر بہت افسردہ ہیں وہ اپنے فلسفہ اور شاعری کے ذریعے یہ کوشش کرتے رہے ہیں کہ کسی طرح مسلمان کے

اندر کا مردِ مومن جاگ اُٹھے اس قوم کا نوجوان اپنے اصل کی طرف واپس لوٹ آئے۔ مسلم قوم اپنے مرکز کی طرف پلٹ آئے، اتفاق واتحاد، خودی اور خودداری کا راستہ اپنائے۔ صراطِ مستقیم کو اپنی منزلِ مقصود بنائے۔ اسلامی غیرت وحمیت، عشق ومحبت، درد وتڑپ، اور سوز وگداز سے سرشار ہوکر اپنے اجداد کے نقشِ قدم پر چلیں۔ اقبال یہ قوی امید رکھتے ہیں کہ مسلم امہ بحیثیت مجموعی اپنے ماضی کی طرف واپس پلٹے گی اسی لیے وہ کہتے ہیں۔

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پر روح الامیں پیدا

صدرِ ذی وقار!

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھرپور تمنا اور امید رکھتے ہیں کہ میری ملت کے نوجوان یقینِ کامل پر عمل پیرا ہوکر اور مردِ قلندر جیسی صفات پیدا کر کے اپنی قوم کو پستیوں سے نکال سکتے ہیں۔ اپنے دستِ وبازو اور ادائے دلبرانہ سے قوم کو کھویا ہوا مقام واپس دلوا سکتے ہیں۔ قرآنی فکر اور اسوۂ رسول پر عمل پیرا ہوکر اس دنیا کو امن وسلامتی کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فکرِ اقبال اور امیدِ اقبال کو پورا کرے۔ (آمین)

والسلام

جہالت ترقی کی دشمن ہے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز صدر و میرے ہم مکتب ساتھیو! آج مجھے جس موضوع پر گفتگو کا موقع فراہم کیا گیا ہے وہ ہے: ’’جہالت ترقی کی دشمن ہے‘‘

صدرِ ذی وقار!

اس کائنات رنگ و بو میں جو رنگینیاں نظر آرہی ہیں، جو رعنائیاں نمونہ دھنک پیش کر رہی ہیں، گلستانِ ہستی میں جو بہار آئی ہوئی ہے، چمنستانِ حیات نے جو اپنا بھرم قائم رکھا ہوا ہے۔ عنادلِ خوش الحان کی جو مترنم صدائیں گونج رہی ہیں، یہ سب کی سب شعور و آگہی کی مرہونِ منت ہیں۔

جنابِ صدر!

علم ایک ایسا نور ہے جو جہالت کی تاریک عباؤں کو تار تار کر دیتا ہے، آفتاب علم و دانش کی نور فشاں کرنیں جب ظلمت کدۂ جہالت پر پڑتی ہیں تو وہ بقعۂ نور بن جاتا ہے، عروج و ترقی کے راستے میں موجود رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں، زندگی حسن و جمال کا مرقّع بن جاتی ہے۔

محترم صدر!

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ جس نے بھی اپنے آپ کو علم کے زیور سے مرصّع کیا، اپنے سر پر معرفت و آگہی کا تاج سجایا، اپنی کشتِ شعور و عقل کی علم و دانش کے ذریعے آبیاری کی، اپنے قلب و اذہان کو بذریعہ علم و آگہی طراوت بخشی، علم و دانش کی خلعتِ فاخرہ زیب تن کی اللہ تعالیٰ نے انہیں عروج و ترقی کی مسند کا صدر نشین بنا دیا۔

صدر محترم!

جہالت واقعی ترقی کی دشمن ہے، ترقی کے مناظر دلکش دیکھنے کے لیے، عروج کے لازوال نظاروں کی منظر کشی کرنے کے لیے، جہالت کی عینک کو اتارنا ہوگا، لاپرواہی اور غفلت کے حصار سے باہر آنا ہوگا، تساہل پسندی کی خصلت قبیحہ کو نیست و نابود کرنا ہوگا، جہالت کی لائن پر چلنے والی گاڑی کبھی بھی مقام رفیعہ تک نہیں پہنچتی۔

صدرِ محتشم!

جہالت جہاں بھی ہوتی ہے اپنے منحوس سائے بکھیرتی ہوئی نظر آتی ہے، اپنے مہیب سایوں کے وجود سے زندگی کو اجیرن کر دیتی ہے، زندگی کی راحتیں، مسرتیں، عنقا ہو جاتی ہیں، شجرِ جہالت میں پروان چڑھنے والا پودا کہیں بار آور ثابت نہیں ہوسکتا، میدانِ جہالت میں شاہسوارِ علم و دانش کا گزر نہیں ہوتا۔

جنابِ صدر!

جہالت کھیت وکھلیان میں ہو تو فصل ناکارہ ہوگی، جہالت گلستان و چمنستان میں ہو تو خس و خاشاک میں اضافہ ہوگا، جہالت گھر کے آنگن میں ہوگی تو غربت و افلاس کی فراوانی ہوگی، جہالت کے اندھیروں نے خانۂ دل کا احاطہ کیا ہوگا تو پریشانی اور انارکی تمہارے دروازے پر دستک دیں گی۔ جہالت کی مسموم فضاء کے ماحول میں سانس لینے والے کبھی اچھے نتائج نہیں دے سکتے۔

صدرِ ذی وقار!

جہالت کے ماحول میں پروان چڑھنے والے معلم کی تدریس معیاری نہ ہوگی، جہالت کے گرد سے مکدر ہونے والی میز مطالعہ علم وفن کے لیے سازگار نہ ہوگی۔ جہالت کی طاقت حاصل کرنے والے مجاہد کا جذبۂ جہاد غیر معیاری ہوگا۔ جہالت کی زمین میں پرورش پانے والے گُل نرگس کی خوشبو عارضی ہوگی، جہالت کی بھٹی پر تیار ہونے والی تیغ صرف ملمع کاری ہوگی۔

جنابِ صدر!

آج اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری عزت ہو، ہماری عظمت کا تاج دیگر اقوام کے لیے نمونہ ہو، ہمارے کھیت سرسبز و شاداب ہوں، ہمارے کارخانے کی مصنوعات معیاری ہوں، ہمارے عادل کے عدل سے مظلوم کو انصاف فراہم ہو، ہمارے خطیب کے خطبے میں وعظ ونصیحت کے جملہ پہلو بدرجہ اتم موجود ہوں، ہمارے مدرس کی تدریس میں عظیم نکات ہوں، ہمارے طبیب ایک عظیم مسیحا ثابت ہو تو پھر ہمیں جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کو علم کی روشنی میں بدلنا ہوگا۔ یہی اُجالے ہی عروج وترقی کے لیے مینارِ نور ہیں۔ ورنہ جہالت تو ترقی کی دشمن ہے۔

والسلام

خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز صدر و میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر''

جنابِ صدر!

مجدی و سروری ہر ایک کی خواہش رہی ہے، ہر ایک نے اس کی تمنا کی ہے، ہر ایک نے اس کے شجر سایہ دار میں بیٹھنے کا عندیہ ظاہر کیا ہے، ہر ایک کے دل میں اس کی آواز نے انگڑائیاں لی ہیں، یہ ایک ایسی تمنا ہے جس کے کئی متمنی نظر آتے ہیں، یہ خواہش قبر تک پیچھا کرتی ہے۔

صدرِ ذی وقار!

نام پیدا کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے، ناموری کے تاج کو اپنے سر پر سجانا عظمت ہے معروف ہونا قابل صد تحسین ہے، اس کو بنظر تحسین دیکھا جاتا ہے، اس تصور کے حامل افراد قابلِ قدر ہوتے ہیں، اس کی تمنا عظیم لوگوں کا شیوہ رہا ہے۔

محترم صدر!

وہ ناموری جو ذلت کا باعث ہو، وہ سروری جو تحقیر کا باعث ہو، وہ رفعت جس سے پاؤں کٹتے ہوں، وہ اُولوالعزمی جس سے لمحات زیست ظلمت کدہ ہوں، وہ ناخدائی جو آب میں غرق ہونے کا سبب بنے، وہ عزت جو کسی کو ذلیل کرے، اس سے کنارکشی ہی بہتر ہے۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

صدرِ ذی وقار!

خوددار انسان معاشرے کے ماتھے کا جھومر ہوتا ہے، خوددار انسان کی نشست و برخاست معیاری ہوتی ہے۔ خوددار انسان کی گفت وشنید میں ایک تنوع ہوتا ہے، خوددار پر انسانیت ناز کرتی ہے، خوددار لوگ ملک وقوم کی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں، خوددار انسان ہر میدان میں اپنا لوہا منواتے ہیں، خودی کی حفاظت ان کا طرۂ امتیاز ہے۔

غافل نہ ہو خودی سے کر اپنی پاسبانی
شاید کسی حرم کا ہے تو بھی آستانہ

جنابِ صدر!

عزت ہر ایک کو عزیز ہوتی ہے، عزت اور مقام کے خواہاں تو تقریباً سبھی ہوتے ہیں، عزت کا حصول تو ہر کس و ناکس کی خواہش ہوتی ہے، قدر و منزلت کی حرص تو ہر ایک کی آرزو ہوتی ہے، مقام و مرتبہ کو ہر ایک پسند کرتا ہے، عروج و رفعت کے خواہاں تو سبھی ہوتے ہیں۔

صدرِ محترم!

قابلِ قدر ہے وہ شخص جو رسوا ہو کر رفیع نہیں ہوتا، ذلیل ہو کر معزز نہیں ہوتا، دولت دے کر عزت ملے تو لے لیتا ہے، دولت لے کر رسوائی ملے تو چھوڑ دیتا ہے، اپنی خودی کی پاسداری کرتا ہے، اپنی عزتِ نفس کا خیال رکھتا ہے، اپنی خودداری کو پیش نظر رکھتا ہے، وہ اسی میں اپنی بقاء سمجھتا ہے۔

خود عمل تیرا ہے صورت گر تیری تقدیر کا
شکوہ کرنا ہو تو اپنا کر مقدر کا نہ کر

جنابِ صدر!

یہ خام خیالی ہے کہ ناموری کے لیے مال و دولت کی ضرورت ہے، مجدی و سروری کے لیے مال و زر درکار ہے۔ قوت وسطوت کے لیے مقوی اغذیہ کی ضرورت ہے، شجاعت و بہادری کے لیے بڑے بڑے عہدوں کی ضرورت ہے، رعب و دبدبے کے لیے بڑے بڑے اجسام کی ضرورت

ہے،اُولُو العزمی کے لیے صرف غنا کی ضرورت ہے۔ بقول شاعر:۔

تیری خاک میں ہے اگر شرر
تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر
ہے مدارِ قُوّتِ حیدری

صدرِ محترم!

دنیا میں جس نے بھی نام پیدا کیا غریبی سے امیری سے نہیں، اصحاب صفہ کو نان جویں میسر نہیں تھا لیکن کون انہیں نہیں جانتا،فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے کون واقف نہیں لیکن ہفتوں گھر کا چولہا سرد رہتا، بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ دنیا میں معروف ہوئے تھے لیکن کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا، شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ،شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ،علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اور جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی دنیاوی سیم وزر کو اہمیت نہ دی لیکن ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو رہتی دنیا تک یاد رہیں گے۔

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

والسلام

آؤ ملک سنواریں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز صدر و میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کرنی ہے وہ ہے: ''آؤ ملک سنواریں''

صدرِ ذی وقار!

ملک کا دوسرا نام وطن ہے، وطن کی محبت ایمان سے ہے، وطن سے والہانہ عقیدت ایمان کا حصہ ہے، وطن ہے تو ہم ہیں، وطن سے ہی ہمارا وجود قائم ہے، ہمارے وطن کے گلستانوں کی مہک ہمارے دماغوں کو معطر رکھتی ہے، اس کے صحرا اور دریا ہمارا سرمایہ ہیں، وطن کے شجر و حجر ہمارا اثاثہ ہیں۔

محترم صدر!

اگر یہ الفاظ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے کہتے ہیں تو ہم قابلِ فخر ہیں، ہماری حیات کی عدالتیں قابلِ صد مبارک باد ہیں، ہمارے ملک اور وطن کے بارے میں تخیلات و تصورات یقیناً صائب و تندرست ہیں، ہماری محبت واقعی وطن کے لیے حقیقی ہے، ہمارا خیال و تصور واقعی اپنے ملک کے لیے طلسماتی اور کرشماتی ہے۔

صدرِ ذی وقار!

اس ملک سے محبت اور اس کا بناؤ سنگھار دماغ کے سوچنے کا نام نہیں، ملک میں نکھار صرف زبان کے اظہار کا نام نہیں، وطن کے گلشن کی تزئین صرف جسم کی حرکات کا نام نہیں وطن سے محبت اور پیار قول و قرار کا نام نہیں۔

معزز سامعین!

ملک سے محبت کرنی ہے تو وطن اور ملک کے افراد سے محبت کرنا ہوگی، وطن کے در و دیوار سے محبت کرنا ہوگی، ملک کے نقصان کو اپنا سمجھنا ہوگا۔ وطن کے مفادات کو اپنے مفادات پر ترجیح دینا ہوگا۔ وطن کی تعمیر میں لاثانی اور مثالی کردار ادا کرنا ہوگا کیونکہ وطن ہی ہماری آن ہے، وطن اور ملک سے ہماری شان ہے، وطن ہے تو ہم ہیں وطن نہیں ہے تو ہم بھی نہیں کیونکہ یہی وطن اور ملک ہماری

شناخت ہے۔

جنابِ صدر!

ملک کے بناؤ سنگھار کے لیے، ملک کی آبادکاری کے لیے، ملک اور وطن کی آرائش و زیبائش کے لیے، ہم نے صرف کھیتوں، کھلیانوں کو نہیں سنوارنا، ہم نے شجر و حجر کی کتر بیونت نہیں کرنی، ہم نے پہاڑوں سے جوئے شیر نہیں نکالنی، ہم نے گلستانوں سے خس و خاشاک کو نہیں نکالنا، بلکہ ہم نے صرف اپنے آپ کو سنوارنا ہے، اپنی فکری تربیت کرنی ہے اور اپنی آنے والی نسل کو وطن کی محبت سے آشناء کرنا ہے۔

معزز سامعین!

ہم خود سنور گئے تو خاندان سنور جائے گا۔ خویش قبیلہ سنور جائے گا، گلی محلّہ سنور جائے گا، قوم سنور جائے گی، اگر قوم سنور گئی، قوموں کے افراد سنور گئے تو ملک و ملت کے وجود پر نکھار آ جائے گا کیونکہ قوموں سے ہی وطن بنتے ہیں اور قومیں ہی افراد کا مجموعہ ہوتی ہیں۔

صدرِ محترم!

آج اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا اقوام عالم میں نام ہو، اپنے پرائے ہماری اہمیت کو تسلیم کریں، ہم اپنے دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکیں تو اس ملک و وطن کی صورت میں ملی ہوئی نعمت غیر مترقبہ کو آباد کرنا ہوگا۔ اس کو استحکام بخشنا ہوگا، اپنی طرزِ حیات کو بدلنا ہوگا۔ اپنے انداز گفتار میں ترمیم کرنا ہوگی، اور ملک و قوم کی زیبائش اور آرائش کے لیے شب و روز کاوش کرنا ہوگی۔
صدرِ محترم اگر ہم واقعی مخلص ہیں تو آئیں ہم عہد کریں اور اپنے ملک کو سنواریں۔

جو بھی حاجت مند ہیں ان کی مل کر سب امداد کریں
اللہ پاک کو راضی کر کے دل اپنے کو شاد کریں
کہساروں کا سینہ چیریں، رخ موڑیں دریاؤں کے
صحراؤں میں پھول اگائیں ، آؤ وطن آباد کریں

والسلام

نظریہ پاکستان اورنسلِ نو

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز صدر اور میرے ہم مکتب ساتھیو! آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کی سعادت حاصل ہورہی ہے وہ ہے: ”نظریہ پاکستان اورنسلِ نو“

صدرِ ذی وقار!

پاکستان کا نظریہ وہی ہے جو اسلام کا نظریہ ہے، نظریہ اسلام اور نظریہ پاکستان قریب قریب ہیں، پاکستان کے بنانے کا مقصد ہی احکامِ اسلام کی بجا آوری کے لیے خطہ ارضی کا حصول تھا، اور اس مقصد کے لیے پاکستان حاصل کرلیا ہے۔

جنابِ صدر!

پاکستان جس نظریہ کے تحت معرضِ وجود میں آیا اب اگر اس مقصد کے تحت یہ پاک سرزمین استعمال ہو تو گویا یہ ایک عظیم کامیابی ہے اور اگر اس میں وہ کچھ ہو جو کچھ ہو رہا ہے اور سراسر اسلامی اصولوں کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں اور نظریہ پاکستان کی توہین کی جارہی ہے تو یہ ایک کامیابی نہیں بلکہ سراسر اپنے ساتھ اور اپنے سلف صالحین کے ساتھ زیادتی ہے۔

صدرِ ذی وقار!

پاکستان اس مقصد کے لیے بنا تھا کہ یہاں اللہ کے حضور سجدے ہوں گے زکوٰۃ کی منصفانہ تقسیم ہوگی، یہاں صدقہ وخیرات کا مال بلاشرکت غیرے مستحقین تک پہنچایا جائے گا۔ یہاں خداخوفی ہوگی، یہاں خلوص اور عدل وانصاف ہوگا، یا عفوودرگزر اور شجاعت کے مظاہرے ہوں گے۔

جنابِ صدر!

لیکن اس خطہ زمین میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ نظریہ پاکستان اس کی قطعاً تائید نہیں کرتا۔ اس کے بوڑھے، جوان اور بچے اصل نظریہ سے کوسوں دور ہیں۔ اس میں اسلامی اصولوں کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ اس ارضِ پاک کو نجس مشروبات سے ناپاک کیا جا رہا ہے۔ رشوت ستانی، اقرباء پروری، منافقت، دروغ گوئی، غیبت اور بدگمانی کے زہر نے اپنے مسموم اثرات چھوڑنے شروع کر دیئے ہیں۔

جنابِ صدر!

نظریہ پاکستان کی حفاظت گویا نظریہ اسلام کی حفاظت ہے اس کے لیے پیرانہ سالی کے جاہل بوڑھے کی ضرورت نہیں، اس کے لیے نابالغ بچوں کی حاضری لازمی نہیں ہے۔ اس کے لیے ان لوگوں کی ضرورت ہے جن کی رگوں میں جوان خون محوِ گردش ہے۔

صدرِ ذی وقار!

ہماری نسل کی ذمہ داری ہے کہ وہ قدم بڑھائے اور نظریہ پاکستان کی حفاظت کا سہرا اپنے سر سجائے، وہ قدم بڑھائے اور نظریہ پاکستان کی خلعتِ فاخرہ زیب تن کرے وہ آگے بڑھے اور پاکستان کے حصول کا جو حقیقی مقصد ہے اس کو حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔

محترم صدر!

ہماری نسل نو نے اگر اپنی ذمہ داری کو قبول نہ کیا، اور غفلت کا شکار ہوگی۔ غیر مسلم طوفانی طاقتوں کا مقابلہ نہ کیا، پاکستان کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت نہ کی، پاکستان کی بقاء اور استحکام کے لیے انتھک محنت نہ کی تو کہیں خاکم بدہن ہماری اس سرزمین پر محوِ پرواز آزاد پرندہ کسی غیر مسلم کے قفس کی زینت نہ بن جائے۔

والسلام

یوم دفاعِ پاکستان

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدرِ ذی وقار اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس عنوان پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''یوم دفاع پاکستان''

جنابِ صدر!

اقوام کی زندگی میں ایسے دن بھی آئے کہ انہیں اپنی بقاء کے لیے تن من دھن کی بازی لگانا پڑی۔ انہیں اپنی مسرتوں کو خیر آباد کہنا پڑا، انہیں اپنی آبادیوں اور بستیوں کو چھوڑنا پڑا، انہیں طوفانوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔

صدرِ ذی وقار!

کسی چیز کا حصول جتنا مشکل ہے، اس سے بڑھ کر اس کی حفاظت مشکل ہے، اس کا تحفظ ضروری ہے، اس کے لیے وقت کی قربانی ہے، اس کے لیے مال و اسباب کی قربانی ہے، عزیز و اقارب چھوڑنے پڑتے ہیں، اس کے لیے اعزاء و اقربا کی جدائی برداشت کرنی پڑتی ہے۔

جنابِ صدر!

''یوم دفاع پاکستان'' کسی الہ دین کے چراغ کا نام نہیں ہے، کسی تفریحی مقام کا نام نہیں ہے۔ کسی بادِ نسیم کے جھونکوں کا نام نہیں ہے، کسی نور افشاں کہکشاں کا نام نہیں ہے، کسی آفتابِ جہاں تاب کی کرنوں کا نام نہیں ہے۔

صدرِ ذی وقار!

یہ ایک ایسی قوم کی جہد اور مساعی کا نام ہے جس نے شب خون مارنے والی قوم کو ناکوں چنے چبوائے، جس نے دشمن کی رات کی نیندیں حرام کر دیں، جس نے دشمن قوم کے گھٹیا عزائم کو نیست و نابود کر دیا، جس نے ابرِ رحمت کی موسلا دھار بارش سے آتش اعداء کو سرد کر دیا۔

جنابِ صدر!

اس جنگ میں ہر ایک نے حصہ بقدر جُثّہ لیا، نوجوان شمشیر بکف ہوکر میدان میں آ گئے، بوڑھوں اور بچوں نے کفن پوش ہوکر دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مضمون نگار نے اخبار میں مضامین لکھ کر دشمن کے عزائم کو طشت از بام کیا تو واعظ نے منبر پر بیٹھ کر ان کی شاطرانہ چالوں کا اعلان کیا۔

صدرِ ذی وقار!

وہ قوم جو پانچ سو ٹینکوں اور پچاس ہزار فوج کے ساتھ مسلح تھی جس نے یہ طے کیا ہوا تھا کہ دوپہر کا کھانا جمخانہ کلب لاہور میں کھائیں گے۔ جن کے گمان میں لاہور کی فضاء میں سانس لینا یقینی ہو گیا تھا۔ جس فوج کے درندہ صفت فوجی اپنی ہوس کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو گئے تھے۔

جنابِ صدر!

ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔ عددی برتری کے باوجود دشمنوں کو شکست ہوئی اور سترہ روز جنگ جاری رہنے کے باوجود غیر مسلم کامیاب نہ ہو سکے اور مسلمانوں اور دینِ اسلام کی دولت سے مالا مال لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے نصرت و فتح سے ہمکنار کیا۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

صدرِ ذی وقار!

22 جولائی 1914ء کو کھر کال ضلع ہوشیار پور میں جنم لینے والے سپوت طفیل محمد نے نہ صرف موج دین گجر کے گھر کو رونق بخشی بلکہ پوری گجر قوم کا سر فخر سے بلند کر دیا، دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی، مخالفتوں کی مخالفت کو زیر پا کر دیا، حبُ الوطنی کے جذبے سے سرشار طفیل محمد کے طفیل ضلع وہاڑی کی سرزمین کو عزت ملی، پنجاب کے ریگزار گلستان و چمنستان میں بدل گئے، پاکستان کے صحراؤں میں حدی خوانوں کے نغمے سنائی دینے لگے، اس کی توپوں کی گھن گرج نے دشمن کی صفوں میں کہرام برپا کر دیا۔

صدرِ بزم!

کسی کو عزت ملی مال و دولت کے طفیل، کسی کو عظمت کے مینار نظر آئے جائیداد کے طفیل، کسی کا مقدر قصرِ رفیعہ پر متمکن ہوا تعلیم و تعلم کے طفیل، کسی کے نصیب کو نصیبہ ملا سیاست و حکمت کے طفیل، کسی کی حیات مستعار کو چار چاند لگے اعزاء اقرباء کے طفیل، لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے علاقے کو عزت و عظمت عطا فرمائی میجر طفیل کے طفیل۔

محترم صدر!

میجر طفیل ایک ایسے سپوت کا نام ہے جس نے اپنے ملک کا نام جامِ شہادت نوش کر کے بلند کیا جس نے خواب راحت کو چھوڑ کر سرحدوں کی حفاظت کی، جس کا ہر لمحہ ملک وقوم کے لیے وقف تھا جس کی جملہ مساعی دشمنان وطن کو صف ہستی سے مٹانے کے لیے تھیں ایسے ذی روح ہی اقوام کی تقدیر بدلتے ہیں۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مجاہد میں اسی لیے ہوں غازی

آخر میں اپنی تقریر انہی الفاظ پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری نسلِ نو میں بھی میجر طفیل جیسے طفیل پیدا فرمائے۔ آمین

والسلام

فضول خرچی ایک برائی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معزز سامعین اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''فضول خرچی ایک برائی''

صدرِ ذی وقار!

دولت اگر حلال ذرائع سے میسر آجائے تو وہ ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے، دولت کے حصول کی خاطر انسان شب و روز ایک کر دیتا ہے، دن رات محنت کرتا ہے، انتھک جدوجہد کرتا ہے، غیر معمولی مساعی کرتا ہے، اس کی جملہ توانائیاں صرف اور صرف اس مقصد کی خاطر صرف ہو جاتی ہیں اور پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ شہر خاموشاں کا رخ کر لیتا ہے۔

محترم صدر!

مال و دولت کمانے کے لیے خون پسینہ ایک کرنا پڑتا ہے اور خواہ کتنا خرماں نصیب ہے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو بے دریغ خرچ کرتا ہے۔ لہوولعب میں اپنی کمائی ضائع کر دیتا ہے۔ عیش وعشرت میں زندگی گزارتا ہے اور اس طرح اس کے لمحات حیات گزرتے رہتے ہیں۔ فضول خرچ انسان نہ صرف اپنا نقصان کرتا ہے بلکہ اپنے خویش و اقارب کے لیے سم قاتل ثابت ہوتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ بے شک فضول خرچ شیطان کے بھائی ہوتے ہیں اسی طرح دیگر مقام پر آیا ہے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور دشمن کا بھائی بھی دوست نہیں ہوسکتا اس سے بھلائی کی توقع نہیں کی جاسکتی اور پھر مسلمان ہونے کے ناتے فضول خرچی نہ صرف عیب ہے بلکہ

گناہ بھی ہے اور مسلمان کبھی گناہ کو پسند نہیں کرتا۔ ہمیشہ ایسے ذرائع استعمال کرتا ہے کہ جس سے اس کو سکون میسر آئے اور روحانی تازگی نصیب ہو،فضول خرچ بھی طمانیت کی دولت سے مالا مال نہیں ہوسکتا چند ساعتوں میں اگر اس کی زندگی میں آسودگی بھی آ جائے تو فوراً رفو چکر ہو جاتی ہے اور وہ پائیدار طمانیت اور اطمینان قلبی کی پر رونق فضاء سے محروم رہتا ہے۔

محترم صدر!

پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اور اس میں کثیر تعداد میں لوگ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں ان کے گھروں میں فقر و فاقہ نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ان کے چولہوں میں کئی کئی دنوں تک آگ نہیں جلتی ان کے شیر خوار بچوں کو مائیں پیٹ بھر کر دودھ پلانے کے قابل نہیں ہوتیں۔ان کے مریض درد و غم کے ساتھ کراہنے میں مصروف رہتے ہیں ان کی شادیاں سادگی سے انجام پاتی ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

جس ملک کے عوام ایسی نا گفتہ بہ حالت میں ہوں، وہاں کی حکومت کی شاہ خرچیاں، وہاں کے بیوروکریٹ کے نخرے وہاں کے سیاسی اداکاروں کی اداکاریاں ،حکومت کے معدودے چند امیر لوگوں کی عیاشیاں ، دولت کا بے جا استعمال، بے دریغ خرچ ،نمود و نمائش یہ سب چیزیں ایک ترقی پزیر ملک کے لیے کبھی بھی نافع نہیں ہوسکتیں نو دولتیوں کی شر انگیزی وغیرہ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جو فضول خرچی کے زمرے میں آتی ہیں۔

صدرِ محتشم!

فضول خرچی گھر میں ہو گھر کا نظام برباد کر دیتی ہے، چند دن کی چاندنی پھر اندھیری رات کے مصداق اخراجات میں توازن نہیں رہتا اور جلد ہی فاقوں تک نوبت آجاتی ہے۔فضول خرچ چونکہ اپنی دولت اعتدال کے ساتھ خرچ نہیں کرتا اور مسلمان ہونے کے ناطے فرمانِ رسالت مآبؐ کا منکر بھی ہوتا ہے۔لیکن آپؐ نے فرمایا کہ بہترین کام میانہ روی ہے۔ جو ہر معاملے میں میانہ روی اختیار کرتا

ہے۔اعتدال کا راستہ اختیار کرتا ہے وہ کبھی بھی محتاج نہیں ہوتا۔اس کے ایّام زیست خوشی کے ساتھ لبریز ہوتے ہیں اور فضول خرچ پریشانی کے عالم میں وقت گزارتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

فضول خرچی واقعی ایک برائی ہے۔واقعی ایک مصیبت ہے، واقعی ایک پریشانی ہے۔کیونکہ اس صفت قبیحہ سے متصف انسان معاشرے کا ناسور ہوتا ہے۔معاشرے کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہوتا ہے، ملک وقوم کی رگوں میں دوڑنے والا ایک زہر ہوتا ہے۔ ہنستے بستے گھروں کو برباد کرنے والی ایک مصیبت ہوتی ہے۔زندگی کے باغ اجاڑنے والی بادِسموم ہوتی ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس برائی سے اجتناب کیا جائے۔

جو دن رات شاپنگ کے راشدؔ ہیں چرچے
حقیقت میں ہے یہ سراسر برائی

والسلام

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں''

جنابِ صدر!

شاعر اس شعر میں ہماری توجہ جہد مسلسل کی طرف دلانا چاہتا ہے، وہ کاہلی، سستی اور تساہل کے قعرِ ذلت میں گرنے سے بچاتا ہے، وہ یہ یاد کرانا چاہتا ہے کہ حرکت میں برکت ہے اور ہمیشہ کی کدوکاوش سے انسان بالآخر منزل پر پہنچ جاتا ہے۔

صدرِ محترم!

زندگی حرکت کا نام ہے۔ حیات کے لمحات متحرک رہنے والے کے ہوتے ہیں، لمحات زیست کی چاشنی جمود کا شکار افراد کے لیے سمِ قاتل ہے۔ زندگی کی رنگینیاں، زندگی کی رعنائیاں اسی کو ملتی ہیں جوان کے حصول کے لیے جسمانی اور فکری قویٰ منظر عام پر لاتا ہے اس طرح وہ نہ صرف ستاروں کو دیکھتا ہے بلکہ ستاروں پر کمندیں بھی ڈال لیتا ہے اور کامرانی اس کے قدم چوم لیتی ہے۔

جنابِ صدر!

انسان اگر آگے بڑھنے کا جذبہ بیدار رکھے گا، تو آسانیاں میسر آتی جائیں گی، مشکلیں حل ہوتی جائیں گی، پریشانیوں کا وجود عنقا ہو جائے گا، مشکلات، سہولیات میں بدل جائیں گی، الجھنیں کافور ہو جائیں گی، خوشیوں اور مسرتوں کے گلستانوں میں بہار آجائے گی۔

صدرِ محترم!

جمود انسان کے لیے سم قاتل ہے، جمود اشیاء خوردنی میں آجائے تو انہیں متعفن کر کے رکھ دیتا ہے۔ اعضائے جسمانی میں آجائے تو انہیں شل کر کے رکھ دیتا ہے علم و دانش میں آجائے تو فصاحت، جہالت کے قریب ہوجاتی ہے۔ جمود مطالعہ میں آجائے تو صاحب علم کی میز گرد آلود ہوجاتی ہے۔

صدرِ محترم!

انسان کی ترقی کا راز جذبہ مسابقت میں مضمر ہے، اس کے عروج میں یہی جذبہ کام آتا ہے، اس کی تنزّل کی نفی اسی جذبے کی بیداری میں ہے، وہ لوگ عظیم ہوتے ہیں جو اس جذبے کے حامل ہوتے ہیں، یہ نابغۂ روزگار ہستیاں زندگی کے ہر میدان میں کامیاب ہوئے ہیں کیونکہ وہ آگے بڑھنے کا رجحان اپنے اندر بدرجہ اتم رکھتی ہیں۔ بقول شاعر:۔

چڑیوں کی طرح دانے پہ گرتا ہے کس طرح
پرواز رکھ بلند کہ بن جائے تو عقاب

جنابِ صدر!

کسان میں یہ جذبہ پیدا ہوجائے تو اس کے کھیت کشتِ زعفران بن جاتے ہیں، سرسبز و شاداب ہوجاتے ہیں، اس کے کھیت و کھلیان سونا اگلنے لگتے ہیں، اس کے شب و روز حسین ہوجاتے ہیں، اس کے ایّامِ زیست میں نکھار آجاتا ہے، اس کے آنگن میں بہار آجاتی ہے، اس کے مکانوں کی منڈیر پر خوشی و خوش بختی کا ہما ڈیرہ جما لیتا ہے۔

جنابِ صدر!

جذبہ مسابقت ایک طالب علم کے ذہن میں پیدا ہوجائے، تو اسے ایک عظیم انسان بنا دیتا ہے۔ اس کے مطالعے کا رخ بدل دیتا ہے، اس کے قلوب و اذہان مثبت سوچ کے حامل ہوجاتے ہیں، اس کی سوچوں میں ملک و قوم کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اس کی زندگی عوام النّاس کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہوجاتی ہے اور وہ مستقبل کا ایک رُجل رشید ہوجاتا ہے۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

صدرِ ذی وقار!

من جد وجد کے تحت جو آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے اس کے لیے آسانیاں پیدا کر دی جاتی ہیں، رکاوٹیں دور کر دی جاتی ہیں، ماحول سازگار کر دیا جاتا ہے، اضمحلال ختم ہو جاتا ہے، طبائع مانوس ہو جاتی ہیں آرام وسکون کی موسلا دھار بارشیں شروع ہو جاتی ہیں، اور زندگی شاہراہ طمانیت پر رواں دواں ہو جاتی ہے۔

محترم صدر!

ضرورت اس امر کی ہے کہ طالب علم اپنی فیلڈ میں کوشش کرے، معلم اپنے انداز تدریس میں انفرادیت پیدا کرے، کسان آلاتِ زرعی میں ندرت پیدا کرے، منصف انصاف کی میز پر اوقاتِ مطالعہ میں اضافہ کرے، تاجر رزق حلال کی فراوانی میں سعی کرے، خطیب اپنے خطبہ کو مثالی بنائے، ہر شخص موجود پر توکل کر کے نہ بیٹھ جائے بلکہ مزید آگے بڑھتا جائے یہی انسانیت کی معراج بھی اور اسلام کا طرۂ امتیاز بھی ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
کردار میں گفتار میں اللہ کی برہان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

والسلام

ان کو خبر نہیں کہ لہو بولتا بھی ہے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر گفتگو کرنی ہے وہ ہے: ''ان کو خبر نہیں کہ لہو بولتا بھی ہے''

جنابِ صدر!

ہر اک کا انداز گفتگو مختلف ہے، فلک کی فضاء میں طیور بولتے ہیں، جنگل و بیاباں میں درندے بولتے ہیں، گھر میں کوچہ گرد مرغ بولتے ہیں، رات کی تنہائیوں میں مختلف جانور آوازیں نکالتے ہیں، فصیح زبان میں حیوان ناطق بولتے ہیں، انسانوں کے گروہ کا نمائندہ انسان زبان کھول کر بولتا ہے۔

معزز سامعین!

جو عظمت کی داستاں رقم کر جاتے ہیں، جو اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے تاریخ کے اوراق کی زینت بن جاتے ہیں، جو زندگی کی بازی ہار کر بھی دامنِ حیات سے وابستہ رہتے ہیں وہ لوگ زندگی میں نہیں بعد از وفات بھی فلک جرأت وشجاعت پر آفتاب بن کر چمکتے ہیں۔ان کی رگوں میں دوڑنے والا خون بھی حرارت وتمازت لیے ہوتا ہے اور شہادت کی منزل پر فائز ہونے کے باوجود بھی ان کا لہو بولتا ہے۔جیسے آج کل کشمیر کے مجاہدین دشمن کے خلاف صف آرا ہیں۔

جنابِ صدر!

زندگی کے پر لطف لمحات گزارنے کے بعد جب وہ شہادت کے مقام پر رفیعہ کے حصول میں کامیاب ہوتے ہیں تو ان کے جسم سے بہنے والا خون بھی پس ماندگان کے لیے مہمیز ثابت ہوتا ہے اور یہی اس کی آواز ہے کہ انسانیت کے دامن سے مربوط لوگ ایک ایسے جذبے سے حصول منزل کے لیے مستعد ہو جاتے ہیں۔

جنابِ صدر!

قوموں کی زندگی میں کچھ ایسے لمحات بھی آتے ہیں۔ جب انہیں تاریخ کے نازک ترین دور

سے گزرنا پڑتا ہے 16 دسمبر 2014 کو پیش آنے والا المناک سانحہ جس میں ننگ انسانیت اور عافیت نا اندیش دہشت گردوں نے آرمی سکول پشاور کے کے معصوم طلباء پر قیامت صغریٰ برپا کر دی نہ صرف پاکستانی قوم بلکہ پوری عالمی برادری کے لئے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔

برادرانِ اسلام!

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ خونخوار درندے اور وحشی جانور بھی اپنے بچوں کو ہلاک نہیں کرتے بچے جو قدرت کا حسین شاہکار ہوتے ہیں۔ان کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کے باغ جنت کے خوبصورت پھول ہیں ہر صاحبِ ایمان مسلمان کا یہ فیصلہ ہے کہ ان نازک کلیوں اور معصوم پھولوں کے مسلنے والے لوگ انسانیت کے ماتھے پر ایک بدنما داغ ہیں۔

جنابِ صدر!

آج کے دن مجھے ایک پیغام دینا ہے اپنی قوم کے حکمرانوں، دانشوروں اور طلباء برادری کے نام کہ ہمیں صفوں میں اتفاق واتحاد پیدا کرتے ہوئے پوری قوم کو ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دینا ہے تا کہ آئندہ ہماری قوم کے بچوں کی طرف اٹھنے والی نظر کو پھوڑ دیا جائے۔

حاضرین محفل!

قاتل نے اس صفائی سے دھوئی ہے آستیں
اُس کو خبر نہیں کہ لہو بولتا بھی ہے

معزز سامعین!

ہم کائناتِ عالم کے عظیم ترین مذہب اسلام کے پیروکار، بے مثل ولاریب کتاب قرآن مجید اور پیغمبر انقلاب کے ماننے والے ہیں ہمیں کسی بھی صورت میں دشمنانِ اسلام کا آلہ کار نہیں بننا ہے۔اور قوم کے، ملت کے اور دین کے دشمنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہے۔

میں انہی اشعار پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں!

اے دشمنِ جاں یہ مت سمجھو ہم تم سے ڈرنے والے ہیں
ہم تین سو تیرہ ہو کر بھی باطل سے لڑنے والے ہیں
تو قوت بازو پر نازاں ہم خوف خدا کے قائل ہیں
اے غافل ہے یہ بھول تری ہم پھر سے سنبھلنے والے ہیں

والسلام

ہم زندہ قوم ہیں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع مل رہا ہے وہ ہے: ''ہم زندہ قوم ہیں''

صدرِ ذی وقار!

زندگی جہاں بھی ہو حرکت کی علامت ہے۔ حرکت ہے تو زندگی ہے، حیات ہے، زیست ہے، زندگی کی اپنی برکات ہوتی ہیں، جن کی اپنی رعنائیاں ہوتی ہیں، زندگی کے اپنے نشیب وفراز ہوتے ہیں، زندگی کا تصور ہی دلفریب مناظر کا داعی ہوتا ہے۔

جنابِ صدر!

گلِ پژمردہ باعث نفرین ہوتا ہے، عروق مردہ کو حیاتِ نو بخشنے کے لیے کافی تگ ودو کی ضرورت ہوتی ہے، مفلوج زدہ عضو کی بحالی کے لیے نظریں کسی مسیحا کی متلاشی ہوتی ہیں، خزاں رسیدہ شجر پر بہار کی آمد نوید مسرت سے کم نہیں ہوتی۔

جنابِ صدر!

زندگی رات کی تنہائیوں میں آئے تو بدر کامل کا احساس دلاتی ہے، زندگی فلک کی رفعتوں میں پہنچے تو آفتاب بن کر چمکتی ہے، زندگی بحرِ ظلمات میں غوّاصی کرے تو ناخدا کا وجود بن جاتی ہے، زندگی اقوام میں اپنے وجود کا احساس دلائے تو اس گیتی کے ماتھے کا جھومر ثابت ہوتی ہے۔

صدرِ ذی وقار!

اللہ کا شکر ہے کہ ہم زندہ قوم ہیں، ہمارے افکار زندہ ہیں، ہمارے اطوار زندہ ہیں، ہماری سوچیں مثبت ہیں، ہمارے نوجوان حیات وزیست کا مجسمہ ہیں، ہمارے اسلاف کی نصائح زندگی کو تابندگی فراہم کرتی ہیں، ہمارے شعور علم وآگاہی کا نمونہ ثابت ہوتے ہیں۔

اس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی
ہو جس کے جوانوں کی خودی صورتِ فولاد

جنابِ صدر!

ہمارا مجاہد سرحدوں پر زندہ ہے، ہمارا منصف انصاف کی کرسی پر زندہ ہے، ہمارا کسان فصل کو کشتِ زعفران بنانے کے لیے زندہ ہے۔ ہمارا تاجر مارکیٹ میں فراہمی اجناس کے لیے زندہ ہے، ہمارا زرگر طلائی زیورات کی صناعی کے لیے زندہ ہے، ہمارا خطیب اسلامی تعلیمات کی ترویج کے لئے زندہ ہے۔

صدرِ ذی وقار!

ہمارا معلم اپنی تدریس کو کامیاب بنانے کے لیے زندہ ہے، ہمارے بزرگ اعلیٰ پند و نصائح کی خاطر زندہ ہیں ہماری قوم کی خواتین اپنی قوم کو اوجِ ثریا تک پہنچانے کے لیے مردوں کا دست راست بننے کے لئے زندہ ہیں، ہمارے ملک وقوم کے نوجوان اپنے ملک اور قوم کی خاطر جان کی قربانی پیش کرنے کے لئے زندہ ہیں۔

جنابِ صدر!

کیونکہ ہم زندہ قوم ہیں، یہ صرف تصور ہی نہ ہو، یہ صرف نظریہ ہی نہ ہو، یہ صرف خیال وگمان ہی نہ ہو، اس کو عملی جامہ پہنانے کی ضرورت ہے، اس کے لیے قوم کی خاطر تن، من، دھن قربان کرنے کی ضرورت ہے۔

صدرِ ذی وقار!

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری زندگی کا تصور دیگر اقوام کے دل میں جاگزیں ہو تو اس کے لئے شب و روز کوشش کرنا ہوگی، اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ہوگا، اپنی جملہ مساعی جمیلہ کو ملک و قوم کے حسن کو نکھارنے کے لئے استعمال کرنا ہوگا، جہاں بھی ہماری ضرورت ہوگی وہاں سرخیل کے طور پر اپنے وجود کو ثابت کرنا ہوگا۔

ہم قوم ہیں سن لو، ہم قوم ہیں
دنیا والو! ہم زندہ قوم ہیں

والسلام

چلے چلو کہ منزل ابھی نہیں آئی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو! آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع مل رہا ہے وہ ہے: ''چلے چلو کہ منزل ابھی نہیں آئی''

صدرِ ذی وقار!

منزل کے حصول کے لیے جدوجہد ہر ذی روح کی خواہش رہی ہے، ہر کس و ناکس اس کے لئے کدوکاوش کرتا ہے، اس کی زندگی کا ہر لمحہ حصولِ منزل کے لئے وقف ہوتا ہے، ہمہ قسم لوگ شبانہ روز اس مقصد کے حصول کی خاطر کوشاں رہتے ہیں، حصول منزل میں ہر آنے والی رکاوٹوں کو ختم کرنے کے درپے ہوتے ہیں، اور پھر یونہی ان کے لمحاتِ زیست گزرتے رہتے ہیں۔

جنابِ صدر!

حشرات الارض سے لے کر انسان تک ہر ایک اپنی منزل کی طرف گامزن ہے، ہر ایک کی اپنی ایک منزل ہے، مور و مگس کی منزل اور ہے، گل لالہ کی منزل اور ہے، جوئے نغمہ خواں کی منزل اور ہے، حریر و پرنیاں کی منزل اور ہے، زمین پر رینگنے والی مخلوق کی منزل اور ہے، گل لالہ کے گرد بھنبھنانے والی شہد کی مکھی کی منزل اور ہے، غلاظت پر چکر لگانے والی مکھی کی منزل اور ہے۔

صدرِ محترم!

گلستان میں عندلیب خوش الحان کی منزل اور ہے، برگد کے درخت پر موجود بوم کی منزل اور ہے، آبادی میں شجر سایہ دار کی منزل اور ہے، ویرانے میں خشک تنے والے درخت کی منزل اور ہے، فضاء میں محوِ پرواز عقاب و شاہین کی منزل اور ہے، مُردار کے گرد چکر لگانے والی گدھ کی منزل اور ہے۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں

کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

جنابِ صدر!

انسانی فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ وہ بہتر سے بہتر کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہے، اس پر جمود طاری نہیں ہوتا، جب کوئی تساہل اور غفلت کا شکار ہو جائے، تگ و دو اور کاوش ترک کر دے محنت سے جی چرانا اپنی عادت بنالے، جہد مسلسل کے چمنستان میں کھلنے والے گلوں کی خوشبو سے اپنے آپ کو معطر نہ کرے تو پھر منازل اس کے سائے سے بھی دور بھاگ جاتی ہیں۔

صدرِ محترم!

منزل اسی کا بڑھ کر استقبال کرتی ہے، منزل کا طالب طائر خوش الحان اسی کی فضا میں پرواز کرتا ہے۔ منزل کا سوار اسی کے میدان میں شاہسواری کرتا ہے، منزل کی فاختہ اسی کی منڈیر پر بیٹھتی ہے، عندلیب منزل اسی کے چمنستان کی زینت بنتی ہے۔ جس کی رگوں میں دوڑنے والے خون سے پیدا ہونے والی قوت حصول منزل کی آرزومند ہوتی ہے۔

جنابِ صدر!

جب کوئی شب و روز لہو و لعب میں گزار دے، خوابِ خرگوش کے مزے لیتا رہے، بے کاری کو حرز جان بنالے، لمحاتِ حیات کی بے قدری کرے، مقصدِ حیات سے نا آشنا ہو، جہالت کو اپنی طبیعت کا خاصا بنالے، اپنی منزل کے تعیّن میں اہل ثابت نہ ہو تو بدنصیبی ان کا مقدر بنتی ہیں۔ منزلیں اس سے دور بھاگ جاتی ہیں۔

جنابِ صدر!

منزل کا تعین صحیح ہو جائے، اس کے خدوخال واضح ہو جائیں، اس کے اخروی اور دنیوی زندگی میں فوائد مترشّح ہو جائیں، اس کی افادیت کے جملہ پہلو عیاں ہو جائیں، اس کے حصول سے پیدا ہونے والی پر مسرت فضاء متبیّن ہو جائے، تو پھر اس کے حصول کے لیے کدو کاوش ناگزیر ہو جاتی ہے۔ اس کے لیے محنت شاقہ جز لاینفک ہے۔

صدرِ ذی وقار!

پھراس سے جو لاپرواہی برتتا ہے تنزلی کی دلدل میں دھکیل دیا جاتا ہے، غربت وافلاس کے مہیب سائے اس کا استقبال کرتے ہیں، انارکی، پریشانی، بے چینی جیسی قباحتیں اس کا طواف کرتی ہیں، اور اگر کوئی اس کے لیے مستعد ہو جائے، کمربستہ ہو جائے، چاک وچوبند ہو جائے اور حصولِ مقصد کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے تو اس کو اپنی منزل آسمانوں میں نظر آتی ہے۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

والسلام

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو! آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع مل رہا ہے وہ ہے "ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے"

محترم صدر!

اتحاد جس شکل میں موجود ہو قابل تحسین تصور کیا جاتا ہے جو قوم ملی اتحاد کی دولت سے مالا مال ہوتی ہے وہ ہر لحاظ سے خوش و خرم ہوتی ہے اس کی فضاؤں میں آلودگی نہیں ہوتی اس کے کھلیانوں میں خس و خاشاک نہیں ہوتے۔ اس کے میز گرد جہالت سے خالی ہوتے ہیں اس کے افراد کی عروق مردہ نہیں ہوتیں۔ اس کے میدان ویران نہیں ہوتے۔ اس کے ہسپتال آباد نہیں ہوتے۔

محترم صدر!

اتحاد جس قوم میں بھی ہو وہ دیگر اقوام میں ممتاز ہوتی ہے۔ اس کے وجود میں حسن اور نکھار پیدا ہو جاتا ہے چند اینٹیں متحد ہو جائیں تو ایک مکان تعمیر کر دیتی ہیں ایک عمارت بنا دیتی ہیں ایک دیوار کھڑی کر کے بے پردہ گھر کو باپردہ بنا دیتی ہیں، چند قطرے اکٹھے ہو جائیں تو ایک بحیرہ اور پھر بحر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ریت کے چند ذرّے اکٹھے اور متحد ہو جائیں تو ریگستان وجود میں آ جاتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

اسلام میں اتحاد ملی پر بہت زور دیا گیا ہے۔ حدیث نبویؐ ہے مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، مسلمان مسلمان کو کبھی گالی نہیں دیتا، مسلمان مسلمان کو کبھی بُرا بھلا نہیں کہتا، اسلام کے زیور سے مرصّع شخص معاشرے کے ماتھے کا جھومر ہوتا ہے۔ اس کے انداز نشست و برخاست معیاری ہوتے ہیں،

اس کی گفتگو میں حسن ہوتا ہے۔ جو اتحادِ ملی کے جذبے سے سرشار ہوتا ہے۔

جنابِ صدر!

دنیائے رنگ و بو کے تمام مظاہر اتحاد و یگانگت کا درس دے رہے ہیں ستاروں کی اخوت تار یک شب کے اندھیرے چاک کر کے رکھ دیتی ہے۔ سنگریزوں کے اکٹھے ہونے سے کوہسار جنم لیتا ہے۔ بہت سے قطرے باہم مل کر سمندر کا روپ دھار لیتے ہیں، مختلف پھولوں کی ترتیب و تنظیم سے خوش نما اور خوش رنگ گلدستہ تیار ہوتا ہے۔ اسی طرح مسلمان اکٹھے ہو جائیں تو کفر کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہو سکتے ہیں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

جنابِ صدر!

مسلمان جب اکٹھے ہو جائیں تو دریاؤں کی طغیانی کو ختم کر سکتے ہیں، بحرِ ظلمات میں اٹھنے والی عداوت و بغض کی موجوں کا رخ موڑ سکتے ہیں۔ اسلام کی طرف اٹھنے والی ہر میلی آنکھ کو پھوڑ سکتے ہیں، دین اسلام کے خلاف بولنے والی زبان کو گدی سے نکال سکتے ہیں، مسلمانانِ عالم کی طرف اٹھنے والے ہاتھوں کو شل کر سکتے ہیں بشرطیکہ سب ایک ہو جائیں۔

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

صدرِ ذی وقار!

ہمارے اسلاف تھے جن سے کفر و شرک خائف تھا، جن کی للکار سے کفر و شرک کے ایوانوں میں زلزلہ آ جاتا تھا، جن کے کردار سے معاندین اسلام لرزہ براندام تھے، جن کی گفتار سے غیر مسلم قوموں کے در و دیوار میں دراڑ پڑ جاتی تھی، آج ہم ہیں کہ ماضی کے برعکس ہر شعبۂ حیات میں زوال و انحطاط کا شکار ہیں۔ جس کا سبب صرف اور صرف انتشار، افتراق، پھوٹ اور اختلاف ہے۔

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

جنابِ صدر!

آج ہم ایک ہوجائیں، نیک ہوجائیں، متحد ہوجائیں، انتشار ختم کردیں، متفق ہوجائیں اختلاف ختم کردیں، فرقہ واریت، اقرباء پروری، رشوت ستانی، تعصب، خودغرضی، بددیانتی، ملاوٹ، ڈاکہ زنی کے اژدہا کو محبت ومودّت، اخوت و بھائی چارہ اور اتحاد واتفاق کے آہنی راڈ سے کچل دیں تو ہم حفظِ حرم اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا فریضہ بطریقِ احسن ادا کر سکتے ہیں۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

والسلام

نوجوانوں کے تعاون سے دہشت گردی کا خاتمہ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم امّا بعد فاعوذ باالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم

معززاساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے:''نوجوانوں کے تعاون سے دہشت گردی کا خاتمہ''

صدرِ ذی وقار!

برائی جہاں بھی ہو، گھر کے اندر ہو گھر کے باہر ہو، بازار میں ہو، تھانہ کچہری میں ہوں جہاں بھی ہو اس کو ختم کرنا، اس کو نیست و نابود کرنا، اس کو صفحۂ ہستی سے مٹانا ایک مسلمان کا فرض ہے۔ اور اس کے لئے اس کا خاتمہ جز ولاینفک ہے۔

جنابِ صدر!

فرمان رسالت مآبؐ ہے کہ تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے اسے ہاتھ سے روکے، اگر ہاتھ سے نہ روک سکے تو اسے زبان سے منع کرے اور اگر زبان سے بھی منع نہ کر سکے تو اسے دل میں برا سمجھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ایمان کا آخری درجہ ہے۔

جنابِ صدر!

معاشرے کو سنوارنا، معاشرے کو نکھارنے کے لیے شب و روز ایک کرنا، انتہائی کدو کاوش کرنا، جہد مسلسل سے کام لینا تن، من، دھن کی بازی لگانے کیلئے پیہم جدوجہد کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

صدرِ ذی وقار!

ہر ایک کے لیے بالعموم اور نوجوان کے لیے بالخصوص یہ ناگزیر ہے کہ ہم اس معاشرے اور قوم کے گلستان حیات میں میں اُگنے والے خودرو غیر مفید پودوں کو اپنی خداداد صلاحیت سے نکال باہر پھینکیں، گلستان ہستی میں چلنے والی بادِ نسیم کو متعفن کرنے والی غیر اخلاقی بیماریوں کا قلع قمع کریں۔

جنابِ صدر!

ہمارے ملک میں دہشت گردی کا اژدہا خوف و ہراس پھیلا رہا ہے، پشاور والا واقعہ اس کا بین ثبوت ہے۔ رات کی تاریکی ہو یا دن کا اجالا، نخلستان ہو یا ریگستان ہو، صحرا، کوہسار ہو یا میدانی علاقہ ہر جگہ یہ اژدہا خوف کی علامت بن گیا ہے۔

صدرِ ذی وقار!!

معصوم بچوں کی جانیں لی جاتی ہیں، کئی بچے یتیم ہو جاتے ہیں، کئی گھر اُجڑ جاتے ہیں، کئی عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں، گھر کھنڈرات بن جاتے ہیں، عام لوگ اپاہج ہو جاتے ہیں، یہ سب کا سب دہشت گردی کا شاخسانہ ہے۔

جنابِ صدر!

آج کا نوجوان اگر پرعزم ہو جائے، مستعد ہو جائے، عزمِ صمیم کر لے کہ اس نحوست کو ختم کرنا ہے، امن و آشتی کے گلہائے رنگا رنگ کھلانے ہیں، اور اس عفریت سے معاشرے، قوم اور ملک کو بچانا ہے تو یہ ناممکن نہیں ہے۔

والسلام

جدائی کے لمحات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معززاساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''جدائی کے لمحات''

جُدائی پر ہے قائم یہ نظامِ زندگانی بھی
بچھڑ جاتا ہے ساحل سے گلے مِل مِل کے پانی بھی

جنابِ صدر!

آج وہ لمحہ ہے جس میں ہم ایک دوسرے سے جدا ہو رہے ہیں، ایک دوسرے کو خیر آباد کہہ رہے ہیں، ایک دوسرے سے الوداعی کلمات کہہ رہے ہیں۔

غنیمت جان لو، مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

معزز سامعین!

ہماری آج کی یہ تقریب ہمیں یہ احساس دلا رہی ہے کہ ترقی کی منازل طے کرنے کے لیے گھر چھوڑنا پڑتا ہے، اور اعزہ واقرباء کو جدائی کے لمحات سے گزرنا پڑتا ہے، خزاں آشنا مخلوق ہمیشہ پستی کی طرف رواں دواں رہتی ہے اور بہار رسیدہ افراد عروج کی طرف گامزن ہو جاتے ہیں۔

جنابِ عالی!

آج ہم وسطانی تعلیم مکمل کر کے المدرسۃ العلیاء کی طرف جا رہے ہیں۔ یہ ہماری محنت کے ساتھ ساتھ والدین کی دعاؤں اور اساتذہ کی کدوکاوش اور بالخصوص اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا

شاخسانہ ہے۔

محترم صدر!

وہی قوم ترقی کی منازل طے کرتی ہے جس کی رگوں میں دوڑنے والا خون حلال روزی سے بنا ہو، اور جس کے ذہن میں وطن کی خدمت کا جذبہ انگڑائی لے رہا ہو اور جو ملک وملت کے لیے کچھ کارہائے نمایاں سرانجام دینے کا متمنی ہو اور جس کے شب وروز اپنے خاندان کے علاوہ پوری قوم کے ساتھ اُخوت ومحبت کے جذبے کو پروان چڑھانے میں مصروف ہوتے ہوں۔

جنابِ عالی!

میں اپنے ان اساتذہ کا ممنون ہوں جنہوں نے ہمیں زیرو سے ہیرو بنایا میں اپنی طرف سے اور اپنی جماعت کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ہم جیسے خودرو اور نکمے پودوں کی آبیاری کی اور شجر تناور بنایا۔

محترم صدر!

آخر میں میں اپنی طرف سے اور اپنی جماعت کی طرف سے تمام جماعت نہم کے طلباء کا بے حد ممنون ہوں جنہوں نے ہمارے لئے دعوت کا اہتمام کیا، میں ان کے لئے خیر سگالی کے جذبات پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ انہیں بھی اپنے مقصد میں کامیاب فرمائے۔

جنابِ صدر!

میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے رئیس مدرسہ جناب ا۔ب۔ج کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہمارے لیے گھر کا ماحول پیدا کیا اور ہماری کتر بیونت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور تدریس میں اساتذہ کی معاونت سے اہم کردار ادا کیا۔

والسلام

آج کا طالب علم کل کا رہنما

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز سامعین اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کرنی ہے وہ ہے: ''آج کا طالب علم کل کا رہنما''

صدرِ ذی وقار!

اس کائنات رنگ و بو میں جو کچھ نظر آ رہا ہے، اس میں کسی نہ کسی کاریگر کی ضرور کاریگری ہے۔ پہاڑوں کو کاٹ کر سرنگیں نکالنا ،آبی اور فضائی راستوں کا تعین کرنا، زمین کی پیمائش کرنا،فصلوں کو کاشت کرنا پھر ان کو برداشت کرنا یہ سب کچھ ایک انسان کے ہاتھوں سرانجام پاتا ہے۔

صدرِ محترم!

یہ انسان یا تو کسی کا استاد ہوتا ہے اور یا پھر کسی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے ہوتا ہے۔ زندگی کے تمام شعبوں میں جو نمایاں ترقی نظر آرہی ہے یہ کسی نہ کسی شخصیت کی مرہونِ منت ہے اور وہ شخصیت یا تو معلمین کے اہم پیشے سے وابستہ ہوگی اور یا پھر کسی ماہر کی مہارت کا شاخسانہ ہوگی اور یہ عروج ان افراد ہی کی وجہ سے ہے اور یہ لوگ بنیادی طور پر طالب علم ہوتے ہیں۔

جنابِ صدر!

فرمانِ رسالت مآبؐ ہے کہ ''گود سے گور تک علم حاصل کرو'' یعنی تحصیل علم کے لیے کوئی عمر کی حد کا تعین نہیں کیا گیا ہے بلکہ فرمادیا گیا ہے کہ اگر کامیابی و کامرانی کے زینے طے کرنا چاہتے ہو تو ہمہ وقت حصولِ علم کی خاطر مستعد رہو، چلتے پھرتے ، اٹھتے بیٹھتے، ہمیشہ یہ جدوجہد کرتے رہو کہ تمہارے علم میں اضافہ ہو۔

معزز سامعین!

آج اگر طالب علم اپنے علم کی بنیاد صحیح خطوط پر رکھے گا تو کل معاشرے کی ترقی میں اہم کردار ادا کرے گا معاشرے کا اہم رکن ثابت ہوگا۔علمِ طب پڑھنے والا طالب علم کل ایک اچھا مسیحا

ثابت ہوگا۔علمِ دین کی تحصیل کرنے والا طالب علم ایک اچھا واعظ اور خطیب ثابت ہوگا۔علم ِزراعت پڑھنے والا طالب علم ایک اچھا کسان اور مزارع ثابت ہوگا۔

جنابِ صدر!

اچھے طالب علم کی تخلیق کے لیے اچھے نصاب کی ضرورت ہے۔نصاب کی تمام جزئیات اور کلیات تعمیری ہوں گی تو اس کے اثرات مثبت ہوں گے۔اس نصاب کی تکمیل کرنے والا طالب علم ایک معیاری طالب علم ہوگا معاشی ، معاشرتی اور اقتصادی لحاظ سے ملک میں ایک اہم کردار ادا کرے گا اس کی ترجیحات معیاری ہوں گی۔اس کی زندگی کے جملہ پہلو واضح ہوں گے۔

صدرِ ذی وقار!

طالب علم نے کل اسمبلیوں میں پہنچنا ہے،قوم کی باگ ڈور سنبھالنی ہے، ملت وقوم کی جہالت میں ٹامکٹوئیاں مارتی ہوئی ناؤ کو کنارے لگانا ہے۔ستاروں پر کمندیں ڈالنی ہیں۔گمشدہ طالبانِ حق کی صحیح خطوط پر راہنمائی کرنی ہے آج کے طالبعلم نے کل جملہ شعبہ ہائے زیست میں اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا لوہا منوانا ہے۔

جنابِ صدر!

آج کا طالب علم کل کا راہنما کیسے بن سکتا ہے اس کے لیے عظیم اساتذہ کی شفقت جزولاینفک ہے۔اس کے لیے پدرانہ شفقت انتہائی ناگزیر ہے اس کے لیے اچھے تدریسی ماحول کی ضرورت ہے۔اس کے لیے اچھی صحت کی ضرورت ہے اس کے لیے معیاری اور پائیدار نصاب کی ضرورت ہے ان اداروں سے گزر کر ایک طالبعلم اپنے مستقبل کا نہ صرف ایک مثالی راہنما ثابت ہوگا بلکہ آنے والی نسل اس پر رشک کرے گی۔

جنابِ صدر!

اگر اچھے اساتذہ میسر نہ آئے مشیّت ایزدی شاملِ حال نہ ہوئی ، حالات نے ساتھ نہ دیا۔والدین نے ذمہ داری کا مظاہرہ نہ کیا،سکول کا ماحول تعلیمی وتدریسی نہ ہوا،گھریلو حالات صائب نہ ہوئے ،حصول تعلیم کے لیے شوق فراواں کی مصاحبت شامل حال نہ رہی تو ایک طالب علم کے کل کا قائد اور راہنما ہونے کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

والسلام

توانائی کے مسائل

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کرنی ہے وہ ہے: ''توانائی کے مسائل''

چمن میں قحط گُل ہے اور وطن میں لوڈ شیڈنگ ہے
نہ یہ بلبل کا موسم ہے نہ پروانے کا موسم ہے

صدرِ ذی وقار!

توانائی سے مراد طاقت ہے، اور پوری عالمی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ترقی کی منازل طے نہیں کر سکتی جب تک وہ اپنے جسم و جاں میں قوت پیدا نہ کرے، کیونکہ حرکت میں برکت ہے اور حرکت کے لیے توانائی کی ضرورت ہے اور کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ کام بھی اس وقت تک پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کے لئے مناسب طاقت اور قوت فراہم نہ کی جائے۔

جنابِ صدر!

توانائی کا مسئلہ ایک بڑا اہم مسئلہ ہے۔ ہمارا ملک دیگر ممالک کی نسبت پسماندہ اور ترقی پذیر کیوں ہے، وہ صرف اور صرف توانائی کے گھمبیر مسئلہ کی بدولت ہی ایسا ہے۔ مختلف برآمدات سے حاصل ہونے والی آمدنی اس کو ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا کرنے کے لیے ناکافی ہے۔

معزز سامعین!

کھیتوں کو کشتِ زعفران بنانے کے لیے، فضا میں پرواز کرنے کے لئے، اپنے گلی کوچوں کو قمقموں سے روشن کرنے کے لئے، اجناس کی کامیاب برآمد کے لیے، فصلوں کو زیادہ اگانے کے لیے، اپنی برآمدات میں اضافہ کیلئے، انسان کا معیارِ زندگی بہتر بنانے کے لیے توانائی کی اشد ضرورت ہے۔

صدرِ ذی وقار!

اگر ہم کوشش کریں تو توانائی کے مسائل پر قابو پا سکتے ہیں، ہم پن بجلی کا استعمال شروع کر

دیں تو ہمارے کئی مسائل حل ہو جائیں گے۔اور ہمیں سستے داموں بجلی مہیا ہو جائے گی۔

صدرِ ذی وقار!

جہاں پر یشانیاں ہی پر یشانیاں ہوں، مشکلات کے انبار ہوں، مہنگائی کا عفریت ہولناک صورت میں موجود ہو، گرانی کا اژدہا پھن پھیلائے بیٹھا ہو، تعلیم کے مسائل ہوں، تربیت کا فقدان ہو، لوگ غربت کی لکیر کو چھ کر رہے ہوں تو وہاں جملہ مسائل کو حل کرنے کے لئے انتھک کوشش کی ضرورت ہے۔ بقول شاعر:۔

اُلجھا ہوا ہوں اپنے مسائل میں اس طرح
کھویا ہوا کلرک ہو فائل میں جس طرح

معزز سامعین!

ہمارے ملک میں توانائی کے مسائل کثیر تعداد میں موجود ہیں، توانائی کی جتنی اقسام ہیں سب کا فقدان ہے۔ ارباب حل وعقد عیش پسندی کو چھوڑیں، آرام طلبی کو خیر آباد کہیں، ہوش کے ناخن لیں، ایسے اربابِ علم ودانش سے فائدہ اٹھائیں جو متعلقہ فیلڈ میں ید طولیٰ رکھتے ہوں، ریسرچ کریں، سستے داموں پیدا ہونے والی توانائی کی اقسام دریافت کریں، پھر جا کر کہیں ہمارا یہ مسئلہ حل ہوتا ہے۔

جنابِ صدر!

توانائی کے مسائل حل ہو گئے تو غریب عوام خوشحال ہوگی۔ طرزِ زندگی میں تبدیلی آئے گی، ماحول خوشگوار ہو جائے گا، امن وسکون کی دیوی کی چاندنی ہوگی، مشکلات، پر یشانیاں، مصائب، بے سکونی جیسی بیماریوں کا خاتمہ ہو جائے گا، اور ہر سو ہریالی ہی ہریالی ہوگی، ان سب مسائل پر قابو پانے کے لیے انتھک جد وجہد کی ضرورت ہے۔

ترقی کی نئی راہوں سے جو خود دور ہو جائیں
وہ قومیں صفحہ ہستی پہ پھر باقی نہیں رہتیں

والسلام

نوجوانوں کے مسائل

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معززاساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہارِ خیال کرنا ہے وہ ہے: ''نوجوانوں کے مسائل''

صدرِ ذی وقار!

مسئلہ جیسا بھی ہو پریشان کن ہوتا ہے۔ ذہنی اور جسمانی قویٰ کے اضمحلال کا باعث ہوتا ہے اس کے حل کے لیے کوششیں کی جاتی ہیں، اس کو عوام النّاس کے ذریعے اہلِ علم طبقہ کے ذریعے تگ و دو اور کاوش کے ذریعے حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے تاکہ مسئلہ، مسئلہ ہی نہ رہے۔

جنابِ صدر!

مسائل کے شکار لوگ اپنی ذات کی حد تک سوچتے ہیں، ان کی قوتِ فکر محدود ہو جاتی ہے ان کے سوچنے کا انداز مختلف ہو جاتا ہے، دوست و احباب ان کے عظیم مشوروں سے محروم رہتے ہیں یہاں تک کہ تہذیب و تمدن اور کلچر و ثقافت تک متاثر ہو جاتے ہیں۔

صدرِ محترم!

مسائل کسی کی شکل و صورت دیکھ کر نہیں آتے، یا قد کاٹھ والے شخص ہی مسائل کا شکار نہیں ہوتے، مسئلہ کسی کو بھی درپیش ہو سکتا ہے، غریب ہو یا امیر ہو، شاہ ہو یا گدا ہو، چھوٹا ہو یا بڑا ہر ایک کو کوئی نہ کوئی مسئلہ درپیش رہتا ہے۔ اور یوں ہی اس کے شب و روز مسائل کے حل میں گزرتے رہتے ہیں۔

ہر دل میں نئی طرح سے ہے یاد کسی کی
ملتی نہیں فریاد سے فریاد کسی کی

جنابِ صدر!

لیکن نوجوانوں کے مسائل بڑے گھمبیر ہوتے ہیں، بچے کا اگر کوئی مسئلہ ہے تو نوجوان حل کر لیتے ہیں، نوجوانوں کا مسئلہ پیرانہ سالی کے شکار لوگوں سے بوجہ ضعف اور تھکاوٹ حل ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس عمر میں حتی الوسع مسائل کا شکار ہونے سے محفوظ رہنا چاہیے۔

صدرِ محترم!

نوجوانوں کا سب سے بڑا مسئلہ ان کی تعلیم وتربیت ہے، ان کی صحیح خطوط پر راہنمائی ہے، ان کے اخلاق کو سنوارنا ہے، خصائل قبیحہ سے محفوظ رکھنے کے لیے روڈ میپ کا قیام انتہائی ضروری ہے۔ چھوٹا بچہ تو زد وکوب بھی برداشت کرلیتا ہے لیکن نوجوان کے لیے مار پیٹ کی زبان سے سمجھنا ناممکن ہے۔

صدرِ محترم!

نوجوانوں کے مسائل بے شمار ہیں، جو نوجوان اسلام کے آفاقی اصولوں پر کار بند رہتے ہیں وہ زندگی کے دشوار گزار راستوں کو بحسن وخوبی طے کر لیتے ہیں، ان کی رفتار میں کمی، ان کی گفتار میں لکنت، ان کے کردار میں جھول کسی خارجی عوامل کے تحت کبھی رونما نہیں ہوتا۔ اور وہ ہمیشہ خوش وخرم زندگی گزارتے ہیں۔

جنابِ صدر!

ان کے لئے دین اسلام سے دوری کے ساتھ ساتھ بے راہ روی اور جہالت بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ وہ جہالت کی بنا پر خصائل غیر صالح کا مرتکب ہو جاتے ہیں جوان کے اذہان کے حصے بخرے کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے اجسام کے بھی پرخچے اڑا کر رکھ دیتی ہیں۔ اور یوں وہ بے راہ روی کا شکار ہوکر بقیہ زندگی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاتے ہیں۔

صدرِ محترم!

نوجوانوں کا ایک مسئلہ ان کی بے وقت شادی ہے یا تو قبل از وقت رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جاتے ہیں یا پھر کفو اور غیر کفو کا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے جس کی بناء پر شادی کا سہانا وقت رخصت ہو جاتا ہے۔ اس مسئلے کا حل نوجوان طبقہ کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ گھر کے ذمہ دار افراد کی توجہ کی اس طرف انتہائی ضروری ہے، اس طرح عُریانی، فحاشی اور بے حیائی کا سدِباب بھی کیا جاسکتا ہے۔

جنابِ صدر!

نوجوانوں کا سب سے بڑا مسئلہ بے روزگاری کا ہے، بے روزگاری کا شکار نوجوان چوری، ڈاکہ زنی، رشوت ستانی جیسی غلط عادات کا مرتکب ہو جاتا ہے، بے روزگاری سے بچنے کے لئے سمال انڈسٹریز اور چھوٹی چھوٹی صنعتوں کے قیام کی اشد ضرورت ہے۔ تاکہ نوجوان بیروزگاری کے مہیب انجام سے محفوظ رہ سکے۔

والسلام

پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہارِ خیال کرنا ہے وہ ہے: ''پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ''

صدرِ ذی وقار!

زندگی تو گزر ہی جاتی ہے، رات کی تاریکی ہو زندگی تب بھی گزر جاتی ہے، دن کی روشنی ہو زندگی پھر بھی گزر جاتی ہے، ریگستان میں تپتی ہوئی ریت ہو زندگی وہاں بھی گزر جاتی ہے، گلستان میں موسم بہار ہو زندگی وہاں بھی گزر جاتی ہے، سورج کی تپش سر پر سوار ہو زندگی تب بھی گزر جاتی ہے۔ جنابِ صدر! زندگی کانٹوں پر بھی گزری جاتی ہے، زندگی پھولوں کی سیج پر بھی گزر جاتی ہے۔

جنابِ صدر!

اصل زندگی تو اس کی ہے جو معاشرہ سے وابستہ رہ کر گزارتا ہے، جو قوم سے محبت میں گزارتا ہے، جو ملت سے ہم آہنگی میں گزارتا ہے، جو غرباء سے ہمدردی میں گزارتا ہے، جو محبت میں، موانست سے گزارتا ہے، جو کس مپرسی کی پشت پناہی میں گزارتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

جو ملت سے مربوط ہوتا ہے، جو اپنے قویٰ اس کے استحکام کے لیے بروئے کار لاتا ہے، جو اس کی ترقی کے لئے شب و روز وقف کر دیتا ہے، جس کی مساعی جمیلہ اپنی قوم کے لئے مختص ہوتی ہیں، جس کو ملت سے انس کبھی مضمحل نہیں ہونے دیتا، جس کی تمام کد و کاوش اپنی قوم کے لیے ہوتی ہے۔ یہی اصل میں رجل رشید ہے اور زندہ انسان ہے۔

محترم صدر!

یہ وہی شخص ہوسکتا ہے جو درددل رکھتا ہو، جوقوم کے لئے مر مٹنے کو تیار ہو، یہ جذبہ وہی انسان پیش کرسکتا ہے جس کی نشست و برخاست، جس کی گفت وشنید، سب کی سب ملت کے لیے ہو، جس کے جملہ لمحات زیست قوم کے لئے وقف ہو، جس کے تمام مفادات اپنی ذات کے لیے نہ ہو جملہ انسانیت کے لیے ہو۔ **واعتصمو بحبل اللہ** کی عملی تفسیر ہو۔

جنابِ صدر!

آسمان پر ستارے اکٹھے ہو جائیں تو کہکشاں کو جنم دیتے ہیں، موسمِ برسات میں فلک کے افق پر چند رنگوں کا اجتماع قوسِ قزح کا منظر پیش کرتا ہے، چند قطرے فضا میں اکٹھے ہو جائیں تو ابرِ رحمت بن کر برستے ہیں، چند ریت کے ذرّے اکٹھے ہو جائیں تو ریگستان بن جاتے ہیں، چند پھول اکٹھے ہو جائیں تو گلدستہ بن جاتا ہے، چند موتی اکٹھے ہو جائیں تو کسی کے سر کا تاج بن جاتے ہیں۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

صدرِ ذی وقار!

شاعر اس مصرعے میں اتحاد و اتفاق کا متمنی ہے۔ اتحاد و اتفاق میں برکت ہے۔ زندہ قوم کے لئے اتحاد نعمت ہے، افراد کے رابطے سے ہی قوم وجود میں آتی ہے معاشرتی ترقی، اقتصادی عروج، سیاسی استحکام، فرمانروائی کے ڈھنگ عدالتی حسن، مسیحائی کے کرشمے یہ سب ملت سے مربوط ہونے میں مضمر ہیں۔ اور ملت سے رابطہ ہی عزت وعظمت کی علامت ہے۔ ورنہ ذلت ہی ذلت پستی ہی پستی۔

ڈالی گئی جو فصل خزاں میں شجر سے ٹوٹ
ممکن نہیں ہری ہو سحابِ بہار سے

جنابِ صدر!

اگر ایک شخص شجر قوم وملت کے سائے میں ہے تو وہ خوش وخرم ہے، اس کے غم غلط ہیں، اس کی پریشانیاں کافور ہیں، اس کے آنگن میں مسرتوں کے ڈیرے ہیں، اس کے گلستان میں آرام وآسائش کے پھول ہیں، اس کے آسمان تصورات پر اطمینان وسکون کا شاہین محو پرواز ہے۔

صدرِ ذی وقار!

وہ انسان ہر ایک کی آنکھ کا تارا ہے جس کے دل میں انسانیت کا درد ہے، آہن گر ہے، زرگر ہے، ساہوکار ہے، نیکوکار ہے، تاجر ہے، ملازم ہے جو کچھ بھی ہے اگر اپنی قوم کا درد دل میں رکھتا ہے ،قوم کے ساتھ وابستہ ہے تو وہ معاشرے کے ماتھے کا جھومر ہے، معاشرہ اس پر ناز کرتا ہے قوم اس پہ فخر کرتی ہے۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

جنابِ صدر!

آج اگر چاہتے ہیں ہمارا نام دیگر اقوام میں ممتاز ہو، ہمارا وجود اقوام غیر کے گلے کی پھانس ہو، ہماری ہستی ایک معیاری ہو، ہمارے باشندگان دنیا عالم میں منفرد ہوں تو ہمیں اکٹھے اور مل جل کر رہنا چاہیے۔

والسلام

اُمّید بنو، تعمیر کرو سب مل کر پاکستان کی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معززاساتذہ کرام اور میرے طالب علم ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع فراہم کیا گیا ہے وہ ہے: ''اُمّید بنو، تعمیر کرو سب مل کر پاکستان کی''

صدرِ ذی وقار!

امید مایوسی کو جڑ سے کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔قنوطیّت اور نا امیدی کی فضاء میں نشو ونما پانے والا شجر کبھی بار آور ثابت نہیں ہوتا، امید ایک نویدِ جاں فزا ہے، اُمید کی کرن ظلمت کدہ جہاں میں نور ثابت ہوتی ہے، امید کے سہارے چلنے والا شخص کبھی نہ کبھی در منزل پر ضرور دستک دیتا ہے۔

صدرِ محفل!

پاکستان ہمارا ملک ہے، پاکستان ہمارا وطن ہے، پاکستان ہماری پیاری سرزمین ہے، پاکستان ہماری جنت ہے، پاکستان کا ہر ذرّہ ہمیں جان سے بھی زیادہ پیارا ہے، پاکستان کے گل وگلستان پاکستان کے صحرا اور ریگستان، پاکستان کے کھیت اور کھلیان، پاکستان کے مزدور اور اور دہقان یہ سب ہمارے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

اس کی جامعات ہمیں زیورِ تعلیم سے مزیّن کرتی ہیں، اس کے محراب ومبرسے ہمارے لیے وعظ ونصیحت کی صدائیں بلند ہوتی ہیں، اس کے کھیت وکھلیان ہمارے لئے رزق وافر کا انتظام و انصرام کرتے ہیں، اس کی عدالتیں ہمارے لیے انصاف کا بندوبست کرتی ہیں اس کے گلستان و چمنستان ہمارے لیے نکہت وبادِ بہاری کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔

جنابِ صدر!

تاجر ایماندار ہوگا تو تجارت معیاری ہوگی، منصف مجسمہ خلوص ہوگا تو عدالت کی کرسی اقربا پروری اور رشوت ستانی کی گرد سے صاف ہوگی، واعظ وخطیب جب صاحب علم وعمل ہوگا تو محراب

وممبر سے بلند ہونے والی آوازیں پُرتاثیر ہوں گی، باغبان کی نیت ٹھیک ہوگی توگلشنِ وطن میں بہار آئے گی۔

صدرِ ذی وقار!

آج ہماری قوم نوجوان نسل کی طرف نظریں اُٹھا اُٹھا کر دیکھ رہی ہے، اس کی امید انھی نونہالانِ چمن سے وابستہ ہے، وہ انہی کے سہارے اپنے ملک کے آفتاب و ماہتاب کو درخشندہ و تابندہ دیکھنا چاہتی ہے، وہ انہی کے دم قدم سے جڑے ہوئے گلستان میں بادِ بہاری کی منتظر ہے، وہ انہیں کے وجود مسعود سے بحرِظلمات میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والی ناؤ کو ساحل آشنا کرنا چاہتی ہے اور یہی نوجوان نسل اس کی آخری امید ہے۔

جنابِ صدر!

آج کل کا طفلِ مکتب کل کا باشعور پاکستانی ہے، اسی نے سیاست کرنی ہے، اسی نے تجارت کا پیشہ اختیار کرنا ہے، اسی نے تعلیم وتربیت کے میدان میں قدم رکھنا ہے، اسی نے علم وہنر کے بجھتے ہوئے چراغ کو سحر تک روشن رکھنا ہے۔ اسی نے سائنسی میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے ہیں، اسی نے تصورِ قوس قزح میں رنگ بھرنا ہے، اس نے دشمنانِ وطن کو نیست ونابود کرنا ہے۔

جنابِ صدر!

آج ہم نے اپنے ملک کی تعمیر کرنی ہے، ہم نے اپنی سرزمین کی حفاظت کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرنا ہے، ہم نے زمینی کاروائیوں کی بیخ کنی کرنی ہے، ہم نے تعمیری ذہن رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنی ہے، ہم نے اپنی قوم کو لوڈ شیڈنگ، اقرباپروری، رشوت ستانی، کساد بازاری اور ملاوٹ کے عذاب سے نجات دلانی ہے کیونکہ پوری قوم کی امیدیں ہمارے ساتھ وابستہ ہیں اور ہم نے مل کر اس کی تعمیر کرنی ہے۔

اپنے دیس سے پیار محبت ہے ایمان کا حصہ
اِدھر اُدھر کی باتیں چھوڑو، بات سنو قرآن کی
نسلِ نو کے نام یہی ہے راشدؔ کا پیغام
اُمید بنو، تعمیر کرو سب مل کر پاکستان کی

والسلام

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہارِ خیال کرنا ہے وہ ہے: ''نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا''

صدرِ ذی وقار!

اس عالم رنگ و بو میں جہاں کہیں بھی انسان موجود ہے اس کے دل میں یہ خواہش بڑی شدومد کے ساتھ انگڑائیاں لے رہی ہے کہ وہ معروف ہو جائے، اس کی عظمت کے ڈنکے بجنے لگیں، اس کی چاردانگ عالم میں مشہوری ہو جائے، اس کے سر پر ناموری کا تاج سج جائے۔

جنابِ صدر!

شہرت کا عقاب بلند پروازی کرسکتا ہے، مجدی وسروری کی آرزو پوری کی جاسکتی ہے، نامی کہنے کا خواب پورا ہوسکتا ہے، عزت وعظمت کی فاختہ اپنے گھر کی منڈیر پر بٹھائی جاسکتی ہے، گلستان وچمنستان میں بڑے پن کے گلہائے رنگارنگ کھلائے جاسکتے ہیں، اپنے اعزاء واقارب، احباب واصدقاء کے درمیان اپنی بڑائی کا لوہا منوایا جاسکتا ہے، لیکن

جنابِ صدر!

اس کے لیے تساہل وغفلت کی عبا کو تار تار کرنا ہوگا، اس کے لیے جہد مسلسل اور پیہم کدوکاوش کرنی ہوگی، اس کے لیے تیشۂ فرہاد استعمال کرتے ہوئے جوئے شیر لانا ہوگی، اس کے لئے آرام و آسائش کی قربانی دینی ہوگی، اس کے لیے زندگی کے حسین لمحات کو خیرباد کہنا ہوگا۔

صدرِ ذی وقار!

تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی سے یہ بات مترشّح ہوتی ہے کہ جن نابغۂ روزگار ہستیوں نے مقامِ رفیعہ پر قدم رکھا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ ساتھ ان کی محنت بھی شامل تھی، ان کی شبانہ روز کوششوں اور کاوشوں کا بڑا عمل دخل تھا، ان کی محنتِ انتھک کا ثمرہ تھا، ان کے لیل ونہار اور ماہ وسال ان کی سخت جد وجہد اس کے شاہد ہیں۔

جنابِ صدر!

گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے تصوف کے میدان میں شاہسواری کی تو اس میں ان کی محنت شاقہ شامل تھی، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فلسفہ میں میدان مارا تو ان کی انتھک محنت ومشقت کا نتیجہ تھا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث میں یدِ طولیٰ حاصل کیا تو یہ ان کی پیہم جد وجہد کی وجہ تھی، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ میں امامت کا درجہ حاصل کیا تو یہ ان کی جہد مسلسل تھی۔

صدرِ محترم!

کاشت کار اگر فصل اچھی اگانے کا آرزومند ہے تو اس کو اچھے بیج کے ساتھ ساتھ اچھی ٹیکنالوجی بھی استعمال کرنا ہوگی، معمار اگر تعمیراتی میدان میں اپنا نام پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کو سخت محنت کرنا ہوگی، خطیب اگر اپنے خطبے کو کامیاب بنانا چاہتا ہے تو کاہلی اور سستی کی گرد سے اپنی کتب کو پاک رکھنا ہوگا۔

جنابِ صدر!

ارشادِ رسالت مآبؐ ہے کہ مَن جَدَّ وَجَدَ ''جس نے کوشش کی اس نے حاصل کرلیا'' جو کوشش نہیں کرتا وہ خائب وخاسر رہتا ہے، ناکامی اس کا نصیب بن جاتی ہے، کامیابی کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں، ذلت ورسوائی اس کا مقدر بن جاتی ہے، ندامت وشرمندگی کے بادل سر پر منڈلانے شروع ہو جاتے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

طالب علم کو محنت ایک اچھا طالب علم بنا دیتی ہے، عادل ومنصف کو جد وجہد ایک مایہ ناز قاضی بنا دیتی ہے، عام مقرر اگر محنت کرے تو خطیب لاثانی کے منصب پر فائز ہو جاتا ہے، عام فوجی

اگر جہد مسلسل کو اپنی عادتِ ثانیہ بنالے میجر کے عہدے پر فائز ہو جاتا ہے۔

جنابِ صدر!

سخت کوشش اور جفاکش انسان اپنی محنت کا پھل خود کھاتا ہے، اس کے ضعیف اور کمزور والدین مستفید ہوتے ہیں، اس کے نابالغ اور ناتواں بچے اس کی محنت کے شجر سایہ دار میں محو استراحت ہوتے ہیں، محنت اور کوشش ایک ایسا ہالہ نور ہے جو گرد و نواح کو منور کرتا ہے، ایسا ابرِ کرم ہے جس سے مسرتوں اور فرحتوں کی بارش ہوتی ہے۔ محنت و مشقت ہی انسان کو ثریّا کی بلندیوں سے آشناء کرتی ہے۔

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

والسلام

بچپن مولانا احمد رضا بریلوی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!
آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''بچپن مولانا احمد رضا بریلوی''

صدرِ ذی وقار!
انسان کے تین ادوار ہوتے ہیں جو اس کی شخصیت کی ہمہ گیریت پر روشنی ڈالتے ہیں، اس کے شخصی حسن کے نکھار کا پتہ دیتے ہیں، اس کی زندگی کے نشیب وفراز کے بارے میں آگاہی بہم پہنچاتے ہیں، اس کی معاشی، معاشرتی، سیاسی اور مذہبی حیثیت کی نشاندہی کرتے ہیں۔

جنابِ صدر!
ضروری تو نہیں کہ یہ تینوں ادوار ایک پہ آئیں۔ کسی نے بچپن میں داعی اجل کو لبیک کہنا ہوتا ہے، کسی نے جوانی میں زندگی کی بوقلمونیوں کو خیر باد کہنا ہوتا ہے، اور کوئی ایسے ہوتے ہیں جن کو زندگی پیرانہ سالی تک مہلت دیتی ہے اور تادیر زندہ رہتے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!
وہ خوش نصیب ہوتا ہے جس کے بچپن میں، جس کی جوانی میں، جس کے بڑھاپے میں ہم آہنگی ہوتی ہے۔ جس کے یہ ایّام معاشرے کے لئے، قوم کے لئے، خاندان کے لئے مفید اور سودمند ہوتے ہیں، جو بچپن سے لے کر پیرانہ سالی تک ہر شعبۂ حیات میں ایک نمونہ ثابت ہوتا ہے۔

جنابِ صدر!
کئی نابغۂ روزگار ہستیاں ایسی گزری ہیں جن کی زندگی پیدائش سے لے کر قبر کی لحد تک مثالی رہی ہیں۔ لیکن ان نفوسِ قدسیہ میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو مقام حاصل کیا ہے وہ مہر نیم روز کی طرح متبیّن اور واضح ہے۔

معزز سامعین!
اللہ نے آپ کو دینِ اسلام کا خادم پیدا فرمایا، عشقِ مصطفیٰ ﷺ آپ کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا تھا۔ حضور ﷺ کی محبت آپ کے بدن میں انگڑائیاں لیتی تھی، دن ہو یا رات قیام وقعود ہو، خلوت ہو جلوت ہو، گھر ہو یا بازار ہو، ریگستان ہو یا گلزار ہو آپ جہاں کہیں بھی ہوتے عشق نبی ﷺ کے گلستان میں گل چینی کرتے ہوئے نظر آتے۔

انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
لِلّٰہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

جنابِ صدر!

جہاں تک آپ کے بچپن کی بات ہے۔آپ کا بچپن مثالی تھا۔آپ نے تقریباً چار سال کی عمر میں قرآن ناظرہ پڑھ لیا۔6 سال کی عمر میں میلادِ مصطفیٰ کے موقع پر ایسی پر مغز تقریر کی کے عظیم سے عظیم مقرر بھی انگشت بدنداں رہ گئے اور بزبانِ حال بول اٹھے کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیدہ ور پیدا کیا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

صدرِ ذی وقار!

آپ کی ذہانت کا یہ عالم تھا کہ ایّام طفولیت میں ہی فنِ نحو کی مشہور کتاب ہدایۃ النحو کی شرح عربی میں لکھ دی تقویٰ کا یہ عالم کہ تھا کہ بچپن ہی سے آپ کے چلنے کی آواز نہ آتی تھی۔مرتبہ حیا پر اس قدر فائز تھے بچپن میں ہی غیر محرم عورت سے پردہ کرتے تھے۔

صدرِ محترم!

لڑکپن سے ہی نماز باجماعت کی پابندی تکبیر اولیٰ کی محافظت، سات سال کی عمر سے ہی رمضان کے روزوں کا باقاعدہ اہتمام،آپ کی فطرت ثانیہ بن چکا تھا۔اسلامی خدوخال آپ کے چہرہ بشریٰ سے نمایاں تھے۔آپ کے بزرگوں، اساتذہ اور سلف صالحین نے اندازہ لگالیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی خاص مقصد کے لیے پیدا کیا ہے۔

محترم صدر!

موضوع کے مطابق گفتگو صرف آپ کے بچپن پر کرنی ہے ورنہ ان کی جملہ حیات مستعار کا اگر بالاستیعاب تذکرہ کیا جائے تو گھنٹوں درکار ہیں۔ میں انہیں الفاظ پر اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں کہ اگر ہم دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گفتگو کرنا چاہتے ہیں تو سیرتِ رضا اپنانا ہوگی۔

والسلام

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز سامعین اور میرے ہم مکتب ساتھیو! آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کی سعادت حاصل ہو رہی ہے وہ ہے: ''فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں''

صدرِ ذی وقار!

فرد ملت کی بنیادی اکائی ہے، فرد ہے تو ملت ہے، فرد ہے تو قوم کا وجود ہے، فرد ہے تو اس کائنات کی رنگینیاں ہیں، فرد ہے تو اس کائنات کی رعنائیاں ہیں، فرد ہے تو اس گیتی کے گلشن میں بہار ہے، فرد ہے تو اس گلستانِ ہستی میں نکھار ہے۔

جنابِ صدر!

یہ مصرع ہمیں اتحاد کا درس دے رہا ہے۔ ہمیں اتحاد کی بابت آگاہ کر رہا ہے، فرد کا وجود ہی اتحاد کی بدولت قائم ہے، اتحاد کا لفظ ہے ہی بڑی جاذبیت کا حامل، یہ جس فقرے میں آ جائے اس کے معنی میں حسن پیدا ہو جاتا ہے، چند اینٹیں متحد ہو جائیں تو مکان کی تعمیر ہو جاتی ہے، چند قطرے متحد ہو جائیں تو بحرِ بے کنار کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

اتحاد جس صورت میں بھی موجود ہو قابل تحسین تصور کیا جاتا ہے، جو قوم آپس میں مربوط ہوتی ہے وہ ہر لحاظ سے خوش و خرم ہوتی ہے، اس کی فضاؤں میں آلودگی کا زہر نہیں ہوتا، اس کے کھلیانوں میں غیر نافع بوٹیاں نہیں اگتیں، اس کے شجر سایہ دار خزاں آشنا نہیں ہوتے، اس کے میدان ویران نہیں ہوتے، اس کے ہسپتال آباد نہیں ہوتے۔

جنابِ صدر!

اسلام میں اتحادِ ملی پر بڑا زور دیا گیا ہے، حدیث پاک میں ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، مسلمان مسلمان کو گالی نہیں دیتا، مسلمان مسلمان کو برا بھلا نہیں کہتا، مسلمان کی سوچ اپنے بھائی کے لیے مثبت ہوتی ہے، ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ جب ایک شخص دوسرے کی مدد میں لگا رہتا ہے تو اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

جنابِ صدر!

آسمان پر ستارے اکٹھے ہو جائیں تو کہکشاں کو جنم دیتے ہیں، برسات کے موسم میں فلک کے افق پر رنگ اکٹھے ہو جائیں تو قوس قزح کا وجود سامنے آجاتا ہے، فضا میں چند قطرے اکٹھے ہو جائیں تو ابرِ رحمت بن کر برستے ہیں۔

جنابِ صدر!

کعبہ پر حملہ کے وقت چند ابابیل متحد ہو جائیں تو ابرہہ کے لشکر کو نیست و نابود کر دیتے ہیں۔ اگر اقوام متحد اور مربوط ہو جائیں تو ایک عظیم معاشرہ اور ایک عظیم ریاست اور ایک عظیم ملک منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

اقوام کے ربط سے افراد کا وجود قائم ہے، معاشی ترقی، اقتصادی عروج سیاسی استحکام، فرمانروائی کے ڈھنگ، عدالتی حسن، مسیحائی کے کرشمے یہ سب کچھ ربط ملت اور اتحاد و اتفاق کے مرہون منت ہیں۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

والسلام

آج کے بچے کی خواہشات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز سامعین اور میرے ہم مکتب شاہینو! آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کی دعوت دی گئی ہے وہ ہے: ''آج کے بچے کی خواہشات''

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مِرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

صاحبِ صدر!

خواہش، تمنا، آرزو ایسے الفاظ ہیں جو کسی نہ کسی شکل میں انسان کے ساتھ وابستہ رہتے ہیں۔ زندگی کے ابتدائی ایام سے لے کر تا دمِ زیست کوئی ذی روح اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، کسی کا قد چھوٹا ہو یا کسی کا قد سرو قد کے مماثل ہو، کوئی دبلا پتلا ہو یا کوئی لحیم شحیم، کسی کا رنگ سیاہ ہو یا کسی کا سرخ و سفید خواہش کے معاملہ میں سب میں اشتراک پایا جاتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

خواہش ہر ایک میں ہوتی ہے خواہ نوعیت کے اعتبار سے اختلاف ہی کیوں نہ ہو، عالمِ شباب میں خواہش اور تمناؤں کا سمندر جوبن پر ہوتا ہے، اس زمانے میں اُٹھتی ہوئی موجوں کا جوبن دیکھنے کے قابل ہوتا ہے، اسی دور میں نوجوان پہاڑوں کا سینہ چیر کر نہر نکالنے کا جذبہ رکھتے ہیں، عمر رسیدہ حضرات کی خواہش منفرد ہوتی ہے۔

محترم صدر!

بالکل اسی طرح بچے کی خواہشات ہوتی ہیں، شیر خوارگی میں بچے کی خواہش مختلف ہوتی ہے وہ صرف ماں کی مامتا حاصل کرنے کا متمنی ہوتا ہے، اس کی عظیم سے عظیم تر خواہش ماں کے ساتھ لیٹنا، ماں کی

لوری سننا، بے معنی آوازیں نکال کر ماں کو دودھ پلانے کا احساس دلانا ہوتی ہے۔ شیر خوارگی کی عمر سے نکلتا ہے تو اس کی خواہش میں تبدیلی رونما ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اب اس کی خواہش پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے ٹھوس غذا کا حصول، خانگی ماحول میں گفتگو فضول، اور اپنے باپ کے کندھے پر سواری ہوتی ہے۔

معزز سامعین!

بچے کی عقل خام اور ناپختہ ہوتی ہے، اس کی خواہشات کو سودمند بنانے کے لیے والدین کا کردار کلیدی ہوتا ہے۔ بچہ میں تلفظ کی ادائیگی کے ساتھ قرآنِ پاک کی تلاوت کی خواہش، سریلی آواز میں گنگنا کر نعت مصطفیٰ ﷺ کی خواہش، صدق پر مداومت کی خواہش کذب سے نفرت کی خواہش، لہجے کی نرمی کی خواہش، انداز میں درشتگی سے منافرت کی خواہش، والدین کے احترام کی خواہش، ان جملہ خواہشات کی تکمیل کے لیے ایک بچہ اپنے اساتذہ اور والدین کا محتاج ہوتا ہے۔ اور والدین و اساتذہ ہی کو ان خواہشات کا بچے کی عادتِ ثانیہ بنانے میں اہم رول ادا کرنا ہوتا ہے۔

صدرِ محترم!

آج جس چیز کی زیادہ ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ بچے کے اندر اسلامی عبادات، روایات اسلامی شعار کے ساتھ محبت پیدا کرنے کا جذبہ اور خواہش پیدا کی جائے، جبکہ آج کے میڈیا نے بچے کی خواہشات کے نظام کو یکسر بدل دیا ہے، آج کا بچہ، ڈش انٹینا کی خواہش، آڈیو ویڈیو موبائل کی خواہش، سینما بینی کی خواہش، انسانیت سوز ڈراموں کی خواہش، بے حیائی، بے غیرتی اور بے حسی پر مبنی ناولوں کی خواہش رکھتا ہے۔ کار پردازانِ حکومت اور احباب حل وعقد سے گزارش ہے کہ وہ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کو پابند کریں کہ ہمارا ملک اسلامی ہے اور وہ اسلامی ملک کی خدمت اسلامی نقطہ نظر سے کریں تاکہ ہر بچے، بوڑھے کی خواہش اسلامی روایات سے محبت ہو۔

مانا بچوں اور بوڑھوں کی خواہش میں تفاوت ہے لیکن
تکمیلِ خواہش تو راشدؔ ہر اک انساں کی فطرت ہے

والسلام

میری زندگی کا مقصد

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اَمّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ۔ صدق اللہ مولنا العظیم

صدرِ ذی وقار! معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو! آج مجھے جس عنوان پر اظہار خیال کا موقع فراہم کیا گیا ہے وہ ہے: ''میری زندگی کا مقصد''

معزز سامعین!

اس دنیا و مافیہا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے بے مقصد پیدا فرمائی ہو۔ مشرق سے مغرب تک جنوب سے شمال تک، زمین کی گہرائیوں سے لے کر آسمان کی بلندیوں تک، خلوتوں سے لے کر جلوتوں تک، تنہائیوں سے لے کر شہنائیوں تک، گود سے لے کر گور تک ہر چیز اللہ تعالیٰ نے با مقصد پیدا فرمائی ہے۔

جنابِ صدر!

ریت کا ذرہ، پانی کا قطرہ، ہوا کا جھونکا، صحراؤں کی سنسناہٹ، فضاؤں کی سرسراہٹ، ستاروں کی چمک، سیاروں کی دمک، پھولوں کی مہک، کلیوں کی چٹک، سورج کی روشنی، چاند کی چاندنی یہ جملہ مظاہر فطرت ببانگِ دہل یہ اعلان کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں با مقصد اور کائنات کی رنگینیوں میں اضافے کے لیے وجود عطا فرمایا ہے۔

معزز حاضرین!

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے عرض کی اور ہم کلام ہوئے کہ یا اللہ العالمین تو نے چھپکلی کو کیوں پیدا فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسی کچھ دیر پہلے یہی سوال مجھ سے چھپکلی کر چکی ہے کہ تو نے موسیٰ علیہ السلام کو کس مقصد کے لیے پیدا فرمایا۔ عربی کا مقولہ ہے: **فعل الحکیم لا یخل عن الحکمہ** کہ حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر چیز کسی نہ کسی مقصد کے لیے پیدا فرمایا۔

چاند کو پیدا فرمایا روشنی اور چاندنی کے لیے، بحر اور بحیروں کو پیدا فرمایا، حیات نباتات کے

لیے، ستاروں کو پیدا فرمایا، تعیّن اوقات کے لیے اور زینت افلاک کے لیے

شجروں، حجروں، گلشن وگلستانوں، کھیتوں کھلیانوں الغرض ہر چیز کو انسان کے لیے وجود بخشا لیکن انسان کو جب پیدا فرمایا تو اس کی زندگی کا مقصد اپنی عبادت اور معرفت متعین کیا۔

جانور پیدا کیے تیری وفا کے واسطے
کھیتیاں سر سبز ہیں تیری غذا کے واسطے
چاند ، سورج اور ستارے ہیں ضیا کے واسطے
سب جہاں تیرے لیے اور تو خدا کے واسطے

معزز سامعین!

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا تو اس کا مقصد بھی دیگر مخلوقات کی نسبت انوکھا اور نرالا رکھا۔ جس طرح دیگر انسانوں کا مقصد اعلیٰ اور ارفع ہے اس طرح میرا بھی اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے عظیم اور ارفع مقصد ہے۔ میں تعلیم حاصل کروں تو مقصد رضائے الٰہی اور رضائے رسولؐ ہو، میں حصول رزق کے لیے اپنے گھر کو غیر خیر آباد کہوں تو مقصد رضائے الٰہی ہو، میں تعلیم کے زیور سے طلباء کو آراستہ کروں تو مقصد رضائے الٰہی ہو۔

جنابِ صدر!

میں بہن بھائیوں میں ہوں، میں اہلِ خانہ میں ہوں، میں دوست احباب میں ہوں، میں اپنے ماتحتوں میں ہوں، میں اپنے افسروں میں ہوں، میں سفر کی شکل میں ہوں یا حضر کی راحت میں ہوں، میں جنگل کی تنہائیوں میں ہوں یا با رونق بازاروں میں، میری خلوت، میری جلوت، میری راحت، میری کلفت، میرا دکھ، میرا سکھ، میری زندگی، میری موت سب کچھ اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا کی خاطر ہو تو اسی میں کامیابی ہے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مجاہد میں اسی لیے ہوں غازی

والسلام

پاکستان کی جغرافیائی اہمیت

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''پاکستان کی جغرافیائی اہمیت''

صدرِ ذی وقار!

پاکستان کا لفظ جہاں فی نفسہ اہمیت کا حامل ہے، وہاں اس کی جغرافیائی اہمیت بھی مسلم ہے۔اس کے محل وقوع کی اپنی ایک اہمیت ہے، اس کے خدوخال کی اپنی ایک اہمیت ہے، اس کے فضائی علاقے کی اپنی ایک اہمیت ہے، اس کے بری اور بحری علاقے کی اپنی ایک اہمیت ہے۔

جنابِ صدر!

ہمارے ملک پاکستان میں پہاڑی علاقوں کی ایک اہمیت ہے، سیاح خواہ غیر ملکی ہوں یا ملکی پہاڑوں کے دلاویز مناظر ان کے لیے سراسیمگی کے ساتھ ساتھ مسرت وانبساط کا باعث بنتے ہیں، ان کی فلک بوس چوٹیاں آنکھوں کو نورِ بصارت فراہم کرتی ہیں، ان میں رہائش پذیر جفاکش انسان کاہل اور تساہل پسند انسان کے لیے مہمیز ثابت ہوتے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

دیگر ممالک کے لیے اس کی سرحد آسمان پر دھنک کا منظر پیش کرتی ہے، اس کی وادیوں کو سیراب کرتی ہوئی جوئے نغمہ خواں کا اپنا ایک حسن ہے، اس کی فضاؤں میں محوِ پرواز طائران خوش الحان کی اپنی ایک اہمیت ہے، اس کی آب وہوا کا اعتدال حسن وجمال کا مرقع ہے، اس کی سونا اگلنے والی زمین کی اپنی ایک اہمیت ہے۔

جنابِ صدر!

چین ہو، ایران ہو، افغانستان ہو، یا ہندوستان جملہ ممالک اس کی ہمسائیگی پر خوش ہیں، چین، ایران اور افغانستان تو اس کے ساتھ بہتر تعلقات پر نازاں ہیں اور انڈیا اس اسلامی خطے سے محفوظ و مامون ہے۔ کیونکہ اس کے باسی اسلام کی دولت سے مالا مال ہیں جو ایک سلامتی کا دین

ہے۔

صدرِ محترم!

پاکستان کی جغرافیائی اہمیت مترشّح ہے، اس کی بندرگاہوں کو دیکھ کر دیگر غیر مسلم مما لک رشک کی بجائے حسد کی روش پر قائم ہیں، اس قدرتی وسائل کی نعمت گراں مایہ سے مملو خطے کی جغرافیائی اہمیت متبیّن ہے۔اس میں موجود جنگلات کا حسن دلربا غیر کی آنکھوں کو چندھیانے کے لیے کافی ہے۔

جنابِ صدر!

ایران کے ساتھ، چین کے ساتھ، افغانستان کے ساتھ ہمارے تعلقات مثالی ہیں لیکن بھارت کے ساتھ ہمارے تعلقات لا ابالی ہیں، بھارت ہمارا روایتی حریف ہے، اس کے ساتھ جذبہ مسابقت پیہم متحرک رہتا ہے، اس سے آگے بڑھنے کے تصورات ہمیشہ عالم شباب میں رہتے ہیں۔اور یہ تخیلات کبھی اضمحلال اور پیرانہ سالی کا شکار نہیں ہوتے۔

صدرِ محترم!

معدنی وسائل، قدرتی وسائل کے علاوہ ہمارا یہ خطہ سمندری اور بحری ماحول بھی اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔اس سونے کی چڑیا کو اپنے نفس منحوس میں پابندِ سلاسل کرنے کے لیے ہر غیر مسلم آنکھ مصروف نظارہ ہے، اس کے گلستان میں گل نرگس کے وسط میں چمکتا ہوا شبنم کا چمکدار قطرہ غیر مسلم مما لک کے گلے کی پھانس بن چکا ہے۔

جنابِ صدر!

ہماری جغرافیائی اہمیت مسلم ہے، اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم جملہ شعبہ ہائے حیات میں اپنی اہمیت کا لوہا منوائیں، ٹیکنالوجی ہو، سوشیالوجی ہو، شعبہ حیات ہو یا سیاسیات ہو، شعبہ زراعت ہو یا صنعت، شعبہ گفتار ہو یا کردار ہمہ قسم شعبہ ہائے گیتی میں اپنی توانائیاں صرف کرنے کی اشد ضرورت ہے اور اسی میں ہماری کامیابی ہے۔

والسلام

ہمیں معلومات سے زیادہ حکمت چاہیے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معززاساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع دیا گیا ہے وہ ہے: ’’ہمیں معلومات سے زیادہ حکمت چاہیے‘‘

صدرِ ذی وقار!

علم ایک خزانہ ہے، ہر ایک اس خزانے سے اپنی تجوریوں کو بھرنا چاہتا ہے، علم جستجو سے حاصل ہوتا ہے، علم کے حصول کے لیے محنت شاقہ کی ضرورت ہے، علم کی تگ و دو میں زندگیاں صرف ہو جاتی ہیں۔ معلومات حاصل کرتے کرتے ایاّم زیست گزر جاتے ہیں۔ معلومات جیسی بھی ہوں جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں کا خاتمہ کر دیتی ہیں۔

جنابِ صدر!

معلومات کا خزانہ اس وقت متمتع اور کارآمد ثابت ہوتا ہے، جب اس خزانے کے صحیح مصارف معلوم ہوں، ان معلومات کے لیے صحیح استعمال سے آشنائی حاصل ہو، معلومات کے مطابق زندگی کے ڈھنگ ہر صاحب علم کی دسترس میں ہوں۔ دنیا بھر کی معلومات ہیں لیکن وہ صرف اپنی ذات کی حد تک محدود ہیں تو وہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔

جنابِ صدر!

جب کسی کام میں حکمت شامل ہو جاتی ہے تو اس کے حسن کو دوبالا کر دیتی ہے، اس کی خوبصورتی میں اضافہ ہو جاتا ہے، اس کی دھنک کے رنگ نمایاں ہو جاتے ہیں، اس کی اہمیت دوبالا ہو جاتی ہے، اس کی شان نرالی ہو جاتی ہے۔ دانائی اور حکمت سے معمور کام انفرادیت کا حامل ہوتا ہے، اس علم صفت کے حامل طفلان خود معاملہ نہیں ہوتے بلکہ زیرک وفطین لوگ ہوتے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

حکمت کے پھول کاغذی پھول نہیں ہوتے، گلشن حکمت و دانائی میں چلنے والی ہوا حیات بخش

جھونکوں سے معمور ہوتی ہے، جس جگہ پر حکمت ہوتی ہے اس مقام پر جہالت وحماقت کے خس وخاشاک نہیں اگتے۔ جہاں حکمت ودانائی کا ہما گزر جاتا ہے وہاں حرماں نصیبی کے بوم کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوتی ، جہاں علم وحکمت کے شاہین محو پرواز ہوتے ہیں وہاں گدھیں بھول کر بھی نہیں آتیں۔

جنابِ صدر!

معلومات حاصل کرنا ایک عظیم مشغلہ ہے، ایک اعلیٰ وارفع شغل ہے۔ اس سے علم کی مردہ روح میں جان پڑتی ہے، اس مشغلہ سے احباب میں عزت بڑھتی ہے، دوست احباب قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس کے مطالعہ کے شوق کو سراہا جاتا ہے، اس کی زندگی کے اندھیرے اُجالے میں بدل جاتے ہیں۔

محترم صدر!

جب معلومات کا خزانہ تو موجود ہو، قلوب واذہان کے جملہ گوشے اس خزانے سے بھرے ہوتے ہیں، لیکن اس خزانے کے استعمال سے نا آشنائی ہو، یا اس کا استعمال غلط جگہ پر ہو رہا ہو۔ اس خزانے کے استعمال سے معاشرتی قدریں پامال ہو رہی ہوں، معاشرتی روایات کا خون کیا جا رہا ہو تو پھر وہ معلومات کا خزانہ زہر ہے تریاق نہ ہے۔

جنابِ صدر!

قانون کی تعلیم کا حصول معلومات ہے لیکن انصاف کی فراہمی حکمت ہے۔ طبی کتب کا مطالعہ طب ہے لیکن مرض کی صحیح تشخیص حکمت ہے، مدرس ومعلم کا تعلیم دینا تدریس ہے لیکن تلامذہ وطلباء کا صحیح مستفید ہونا حکمت ہے، واعظ کا وعظ ایک فن ہے لیکن اس سے قلوب واذہان کا بدل جانا حکمت ہے، مصنف کی تصنیف ایک تحریر ہے لیکن اس کے مطالعہ سے ہیرو جواہرات اکٹھے کرنا حکمت ہے۔

صدرِ محترم!

حکمت ، دانائی ، دانشمندی، عقلمندی ایسی عظیم صفات ہیں ، جو انسان کو انسانیت کی معراج پر متمکن کر دیتی ہیں۔ اگر حکمت ودانائی عنقا ہے تو دنیا کے تمام شعبے حرف غلط ہیں، لحیم وشحیم، حسین وجمیل اور خوبرو شخص کا وجود تو نظر آ رہا ہے لیکن حکمت ودانائی کے فقدان نے اسے عضو معطل بنا دیا ہے، جنابِ والا۔ ہاتھوں میں سند اور سینہ پر تمغہ سجانے والا شخص بے عقل ہے، تو فضول ہے اور ریڑھی چلانے والا اور سبزی فروش شخص اگر حکمت ودانائی کے زیور سے مرصّع ہے تو وُہ محمود ہے، اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ ہمیں معلومات سے زیادہ حکمت کی ضرورت ہے۔

والسلام

پاکستان سے محبت

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کی دعوت دی گئی ہے وہ ہے: ''پاکستان سے محبت''

صدرِ ذی وقار!

محبت ایک ایسا لفظ ہے جس کے معانی کی خوشبو سے گردونواح کی فضاء معطر ہو جاتی ہے، جس کی بارش کے قطرے نفرت، حسد، بغض کی دھول کو ختم کر کے نکھار پیدا کر دیتے ہیں، جس سے معاشرے میں موجود عداوت، عصبیت، اقرباء پروری کے کھلیانوں میں موجود غلاظت کے ڈھیروں سے اُٹھنے والی سرانڈ کا وجود ختم ہو جاتا ہے، محبت کی آبیاری سے نشوونما پانے والے گلستان جنت کا نمونہ پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ہر سو سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے جو ایک نیک شگون تصور کیا جاتا ہے۔

جنابِ صدر!

میں پاکستان سے محبت کیوں نہ کروں! یہ تو میرے آباؤ اجداد کی کاوش ہے، میں اس کے گلی کوچوں کو حرز جاں کیوں نہ بناؤں یہ تو میرے اسلاف نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے حاصل کیا ہے، مجھے اس کی فضاؤں سے، مجھے اس کی ہواؤں سے، مجھے اس کے گلستانوں سے، مجھے اس کے بیابانوں سے، مجھے اس کے کھیتوں کھلیانوں سے، الغرض مجھے اس کے ذرے ذرے سے پیار ہے۔

معزز سامعین!

پاکستان میرا وطن ہے، پاکستان میرا دین ہے، پاکستان میرا گھر ہے، پاکستان کی مٹی مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہے، ایسا کیوں نہ ہو، میں مسلمان ہوں میرا ایمان ہے کہ وطن کی محبت ایمان سے ہے۔ وطن سے محبت کر کے، پاکستان سے محبت کر کے جہاں میں بحثیت انسان اپنا فرض ادا کر رہا ہوں وہاں اپنا دینی فریضہ بھی پورا کر رہا ہوں۔

جنابِ صدر!

پاکستان ہم نے آسانی سے حاصل نہیں کیا، کئی نوجوانوں نے جوانیوں کی قربانی پیش کی، کئی بچے جوانی کی کلیاں کھلنے سے پہلے یتیم ہو گئے کئی عورتوں کے سہاگ لٹے اور وہ بیوہ ہو گئیں، قتل و غارتگری ہوئی، خون کی ہولی کھیلی گئی پھر جا کر ہم ایک آزاد ملک میں سانس لینے کے قابل ہوئے۔

معزز اساتذہ کرام و سامعین حضرات!

آج ہم اگر ایک آزاد ملک میں اپنے شب و روز گزار رہے ہیں، ہماری رگوں میں دوڑنے والا خون آزاد فضاء کے حیات بخش جھونکوں سے توانائی اخذ کر کے ہمیں زندگی کی نعمتوں سے مالا مال کرنے کے مواقع فراہم کر رہا ہے۔ آزاد ملک کے گلستانوں میں سے اٹھکیلیاں کرتی ہوئی بادِ نسیم ہمیں تازہ دم کر رہی ہے، تو یہ پاکستان کی بدولت ہے۔

معزز سامعین!

ہمیں اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ آج ہمیں گفتار کی آزادی ہے، رفتار کی آزادی ہے، آج ہمیں عبادت کرنے کی آزادی ہے، ہم اپنی مرضی سے جہاں چاہیں پاک جگہ پر اپنی عبادت ادا کر سکتے ہیں، ہم اس آزادی کو استمرار بخش اور پاکستان کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دیں یہ وقت کا تقاضا بھی ہے اور دینی فریضہ بھی۔

محبت ہے مجھے اس دیس کی رنگیں فضاؤں سے
خدا محفوظ رکھے اس کو طوفانی بلاؤں سے

والسلام

آؤوطن آباد کریں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معززاساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''آؤوطن آباد کریں''

صدرِ ذی وقار!

وطن کی محبت ایمان سے ہے، وطن سے والہانہ عقیدت ایمان کا حصہ ہے، وطن ہے تو ہم ہیں ،وطن ہے تو ہمارا وجود قائم ہے، وطن کی خوشبو سے ہمارے دماغ معطر رہتے ہیں، وطن کے صحرو دریا ہمارا سرمایہ ہیں، وطن کے شجر وحجر ہمارا اثاثہ ہیں۔

محترم صدر!

اگر یہ الفاظ ہم دِل کی اتھاہ گہرائیوں سے کہتے ہیں، تو ہم قابلِ فخر ہیں، ہماری حیات کی ساعتیں قابلِ صد مبارکباد ہیں، ہمارے وطن کے بارے میں تصورات یقیناً صائب ہیں، ہماری محبت واقعی وطن کے لیے حقیقی ہے، ہمارا خیال اپنی سرزمین کے لیے واقعی طلسماتی اور کرشماتی ہے۔

صدرِ محترم!

وطن سے محبت اور وطن کی آبادکاری دماغ کے سوچنے کا نام ہیں، وطن کی تعمیر صرف زبان کے اظہار کا نام نہیں، وطن کے گلشن کی تزئین صرف جسم کی حرکات کا نام نہیں، وطن سے محبت اور پیار صرف قول وقرار کا نام نہیں۔

معزز سامعین!

وطن سے محبت کرنی ہے تو وطن کے افراد سے محبت کرنا ہوگی، وطن کے درودیوار سے محبت کرنا ہوگی، وطن کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھنا ہوگا، وطن کے مفاد کو اپنے مفادات پر ترجیح دینا ہوگی، وطن کی تعمیر میں لاثانی اور مثالی کردار ادا کرنا ہوگا کیوں کہ وطن ہی ہماری آن ہے، وطن سے ہماری شان ہے وطن ہے تو ہم ہیں وطن نہیں ہے تو ہم بھی نہیں ہیں کیونکہ یہی وطن ہی تو ہماری شناخت ہے۔

اقوام کے وجود سے ممکن ہے تعمیرِ وطن

قومیں گر نہ ہوں تو وطن نہیں ہوتے

صدرِ ذی وقار!

وطن کی تعمیرِ نو کے لیے، وطن کی آباد کاری کے لیے، وطن کی آرائش و زیبائش کے لیے، وطن کے بناؤ سنگھار کے لیے، ہم نے صرف کھیتوں کھلیانوں کو نہیں سنوارنا، ہم نے شجر و حجر کی کتر بیونت نہیں کرنی، ہم نے پہاڑوں سے جوئے شیر نہیں نکالنی، ہم نے گلستانوں سے خس و خاشاک کو نہیں نکالنا بلکہ ہم نے صرف اپنے آپ کو سنوارنا ہے، اپنی آنے والی نسل کو وطن کی محبت سے آشنا کرنا ہے۔

معزز سامعین!

ہم خود سنور گئے، تو خاندان سنور جائے گا، خویش قبیلہ سنور جائے گا، گلی محلّہ سنور جائے گا، قوم سنور جائے گی، نسل سنور جائے گی اور قوم سنور گئی، قوموں کے افراد سنور گئے تو وطن کے وجود پر نکھار آ جائے گا۔ کیونکہ قوموں سے ہی وطن بنتے ہیں اور قومیں ہی افراد کا مجموعہ ہوتی ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

آج اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا اقوامِ عالم میں نام ہو، اپنے پرائے ہماری اہمیت تسلیم کریں، ہم اپنے وطن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکیں، تو ہمیں وطن کی صورت میں ملی ہوئی نعمتِ غیر مترقبہ کو آباد کرنا ہوگا۔ اس کو استحکام بخشنا ہوگا، اپنی طرز کو بدلنا ہوگا۔ اپنے اندازِ گفتار میں ترمیم کرنا ہوگی، اپنے اخلاق کریمانہ کا لوہا منوانا ہوگا۔ صدرِ محترم اگر ہم واقعی مخلص ہیں تو آئیں ہم عہد کریں اور اپنے وطن کو آباد کریں۔

جو بھی حاجت مند ہیں ان کی مل کر سب امداد کریں
اللہ پاک کو راضی کر کے دل اپنے کو شاد کریں
کہساروں کا سینہ چیریں، رخ موڑیں دریاؤں کا
صحراؤں میں پھول اگائیں، آؤ وطن آباد کریں

والسلام

میرا بستہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معززاساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو! آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کا کہا گیا ہے وہ ہے: ''میرا بستہ''

معزز سامعین!

میرا بستہ کا تصور جب ذہن میں آتا ہے تو فوراً ایک طالب علم کی تصویر ذہن میں گردش کرنا شروع کر دیتی ہے ایک علم کے متلاشی کا تصور پیدا ہو جاتا ہے۔ تشنگانِ علم دماغ کی سکرین پر نمودار ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

صاحبِ صدر!

یہ بستہ ہی تو ہے جو کسی نہ کسی صورت میں اپنا وجود برقرار رکھے ہوئے ہے وہ کتنے خوش نصیب لوگ ہوتے ہیں جو بستہ سے پیار کرتے ہیں، جو بستے کو حرزِ جاں بناتے ہیں، جو بستہ کے ساتھ وابستہ رہتے ہیں، جو بستہ کی خوبیوں سے کما حقہ واقف ہوتے ہیں، جو بستے میں موجود علمی ہیرے و جواہرات اٹھاتے ہوئے اپنے سر فخر سے بلند کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

جنابِ صدر!

میرا بستہ یہ طالب علم کہہ رہا ہے جس کے شب و روز علم کی تلاش میں گزرتے ہیں جس کے لیل و نہار معلوماتِ عامہ کے حصول میں صرف ہوتے ہیں، جس کے لمحات زیست اپنے استاد کی خدمت میں گزرتے ہیں، جو بستہ کے ذریعے جبال شامخہ کی سینہ شگافی کرنا چاہتا ہے، جو بستہ کے ذریع فضاء میں پرواز کا متمنی ہے، جو بستہ کے ذریعے کھیت و کھلیان سے مال و زر نکالنا چاہتا ہے، جو

بستہ کے ذریعے چاند پر سفر کرنے کا آرزو مند ہے، جو بستہ کو اُٹھا کر خدمت اسلام کے لیے کمر بستہ ہونا چاہتا ہے۔

جنابِ صدر!

بستہ سے محبت سلف صالحین کا وطیرہ رہا ہے، علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بستہ اٹھایا تو حکیم الامت بن گئے۔ محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے بستہ اٹھایا تو قائداعظم بن گئے، فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ نے بستہ اٹھایا تو گنج شکر بن گئے، علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے بستہ اٹھایا تو گنج بخش بن گئے۔ الغرض جس نے بھی بستہ سے پیار کیا تو گویا اس نے علم و دانش سے پیار کیا، علم و آگہی سے پیار کیا، واقفیت سے پیار کیا تو وہ میدانِ علم و دانش کا شاہسوار بن گیا۔

جنابِ صدر!

میرا بستہ علم و دانش کی ایک علامت تصور کیا جاتا ہے، اس بستہ میں علم کے موتی و جواہرات کی وافر مقدار کا مہیا کرنا اربابِ حل وعقد کی ذمہ داری ہے، علم و حکمت سے معّرا بستہ صرف وزن ہی وزن ہے جو بعد میں سوائے تھکاوٹ کچھ نہیں دیتا۔

محترم صدر!

علم و آگہی سے بھرپور یہ تھیلی جو بعد میں بستہ اور پھر دورِ جدید میں bag کے نام سے یاد کی جاتی ہے، موجودہ حکومت، صوبائی وزارت تعلیم اور سرکاری پرنٹنگ کارپوریشن کی خصوصی توجہ کی مستحق ہے، اربابِ حل وعقد اس جانب اپنی توجہ مبذول کریں اور بستہ کا وزن ہلکا کریں تا کہ کہیں وزنی بستہ کندھوں پر اُٹھانے والا طالب علم مضمحل ہو کر ملک و قوم کے ناتواں افراد کا وزن اُٹھانے سے دستبردار نہ ہو جائے۔ ہمیں بارگاہِ بستہ میں دست بستہ حاضر رہنے کی ضرورت ہے۔

اگر بننا ہے عالم تو محبت کر تُو بستے سے
اُٹھا دے گا جہالت کے سبھی پتھر یہ رستے سے

والسلام

لے ڈوبا مجھے میرا موبائل

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو! آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع دیا گیا ہے وہ ہے: ''لے ڈوبا مجھے میرا موبائل''

جنابِ صدر!

سائنسی ایجادات نے تہلکہ مچا رکھا ہے، زندگی کو رنگینیاں عطا کی ہیں، زندگی کو رعنائیاں نصیب ہوئی ہیں زندگی کے گلشن میں بہار آئی ہے، زندگی کے حسن میں نکھار آیا ہے، زندگی کے بادل گھٹا بن کر برسے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

زندگی نئے نہج پر رواں دواں ہے، گھر بیٹھے ہزاروں میل دور کے نظارے کر رہے ہیں، فلک بوس چوٹیوں کے منظر دیکھ رہے ہیں، مہینوں کا کام گھنٹوں میں کر رہے ہیں، کوسوں دور بیٹھے عزیز واقارب سے نہ صرف بات کر رہے ہیں بلکہ ان کی تصویر بھی دیکھ رہے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

یہ سب کچھ سائنسی ایجادات کی بدولت ہے لیکن سہولتوں کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی ایجادات بھی ہیں جس نے زندگی اجیرن کر رکھی ہے، سکون برباد کر رکھا ہے، شرفاء کی کشتی بحرِ ذلت ورسوائی میں ٹامکٹوئیاں مار رہی ہے، شرم وحیاء کا لباس اتر چکا ہے، سرکردہ لوگوں کی دستار کا طرہ نظر آنا بند ہو گیا ہے۔

جنابِ صدر!

ان جدید ایجادات میں ایک ایجاد ایسی ہے جس کو موبائل کہتے ہیں، میں مانتا ہوں کہ یہ نفسہٖ

بری نہیں ہے، یہ بذاتِ خود غیر اہم نہ ہے، اس کی افادیت بھی مسلمہ ہے، اس کے فوائد بھی گونا گوں ہیں لیکن اس کے غلط استعمال نے اس کی افادیت کے ماہِ ضوفشاں کو گہنا دیا ہے۔

جنابِ صدر!

موبائل آج ہر گھر میں ہے، ہر شخص کے پاس تقریباً موجود ہے، اس موبائل نے بجائے محبت ومودت کے عداوت وحضومت کے شجر کی آبیاری کی ہے، گلشن اخوت و ہمدردی کو خزاں آشنا کر دیا ہے۔ گلستانِ رنگ و بو میں نحوست کے بوم نے ڈیرے ڈال دیئے ہیں، موبائل کے باعث گھر کی منڈیر پر بے غیرتی و بے حیائی کے پرندوں نے چہچہانا شروع کر دیا ہے۔

صدرِ محترم!

موبائل کا حامل شخص دوران نماز عذاب، دوران تلاوت عذاب، اور دورانِ گفت وشنید عذاب ہے، موبائل طالب علم کو تعلیم دینے کی بجائے بے حیائی کا درس دے رہا ہے، عریانیت کی دہلیز پر کھڑا کر رہا ہے، بے غیرتی اور بے شرمی کے نغمے سُنا کر اس کی سامعہ خراشی کر رہا ہے، حیا سوز تصویر دکھا کر سامانِ عیش وعشرت فراہم کر رہا ہے۔

جنابِ صدر!

موبائل نے پھول کو پھول بننے سے پہلے ہی مرجھا دیا ہے، کچی کلی کو جوانی کی سیڑھی پر چڑھنے سے پہلے ہی مسل دیا ہے۔ بے نکاح بیوی کا ظہور، بے باپ بیٹے کی ولادت، بغیر شادی بہنوئی کا اعزاز، بے تعلق شرعی زن شوئی سسر اور داماد کا لقب اگر اس دور میں کسی کو مل رہا ہے وہ سب کا سب موبائل ہی کی بدولت ہے۔

صدرِ ذی وقار!

موبائل نے تعلیم کا جنازہ نکال دیا، موبائل نے میری قرابتیں مجھ سے چھین لی ہیں، موبائل نے میری عبادتیں مجھ سے چھین لی ہیں، موبائل نے میری ذہانت مجھ سے چھین لی، موبائل نے میری فطانت مجھ سے چھین لی، موبائل نے میرا کردار مجھ سے چھین لیا، موبائل نے میرا وقار مجھ سے

چھین لیا، موبائل نے میرا معیار مجھ سے چھین لیا۔

جنابِ صدر!

آج بھی اگر اس کے صحیح استعمال کی طرف توجہ نہ دی گئی، حکومتِ وقت نے ہوش کے ناخن نہ لیے، پیغام رسانی کے غلط طریقے بند نہ کیے گئے، نوجوان نسل کی نگرانی نہ کی گئی، ہر ذی فہم وفراست نے اپنا اپنا رول ادا نہ کیا، موبائل کمپنیوں سے مناسب باز پرس نہ کی گئی، تو ہماری آنے والی نسل شعوری طور پر مکمل مفلوج ہو جائے گی اور ہماری داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں، اور ہمارا ہر نوجوان جب دہلیز مرگ پر قدم رکھے گا تو اس کی روح سے یہ آواز آئے گی کہ ''لے ڈوبا مجھے میرا موبائل''

کبھی ہوتا نہ تھا جو ہم سے قائل
غلط رہ پر تھا جو ہر وقت مائل
وہ اب یہ کہہ رہا ہے سب سے راشدؔ
کہ لے ڈوبا مجھے میرا موبائل

والسلام

تلوار سے برتر میرا قلم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو! آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنے کی دعوت دی گئی ہے وہ ہے: ''تلوار سے برتر میرا قلم''

جنابِ عالی!

تلوار کا اس دنیا مافیہا میں اپنا ایک فنکشن ہے، تلوار سے میدان جنگ میں مجاہد کا وار دیدنی ہوتا ہے، تلوار کا حامل شخص مقابل کی آنکھ میں کھٹکتا ہے تلوار سے لیس اور اس اسلحہ سے مسلح شخص کی اڑان نرالی ہوتی ہے، تلوار کی واقعی ہی ایک تاریخی حیثیت ہے۔

صدرِ ذی وقار!

تلوار گھر میں ہو، گھر سے باہر ہو، تلوار نیام میں ہو یا نیام سے باہر ہو، تلوار ایک ہتھیار ہے، تلوار ایک اوزار ہے، تلوار ایک اسلحہ ہے۔ تلوار سے منسوب ہر شخص قوی و توانا گردانا جاتا ہے، اس کی ظاہری طاقت متبیّن ہو جاتی ہے، ظاہری نقاہت کے باوجود اس کا حامل شخص طاقتور سمجھا جاتا ہے۔

جنابِ صدر!

تلوار کی چمک اپنی جگہ لیکن جو کام قلم کر سکتا ہے وہ تلوار نہیں کر سکتی، تلوار جسم کو گھائل کرتی ہے، قلم روح کو گھائل کرتا ہے، تلوار کا زخم مندمل ہو جاتا ہے لیکن قلم کا زخم تا دیر مندمل نہیں ہوتا، تلوار کی کاٹ عارضی ہوتی ہے قلم کی کاٹ دیرپا ہوتی ہے۔

صدرِ ذی وقار!

قلم سے سخت دل کو نرم کیا جا سکتا ہے، قلم سے بسمل کے زخم پر مرہم رکھا جا سکتا ہے، قلم سے مرغ بسمل کی طرح تڑپتے ہوئے شخص کی مسیحائی کی جا سکتی ہے، قلم سے جاہل کو صاحب علم بنایا جا سکتا ہے، قلم سے گنوار کو علم و دانش کی مسند پر متمکن کیا جا سکتا ہے۔

جنابِ صدر!

قلم صحافی کے ہاتھ میں ہو تو معاشرے کے حسن میں نکھار پیدا کرتا ہے، فکری طہارت کا

باعث بنتا ہے، علاقے میں آلودگی کے خاتمے کا سبب بنتا ہے، شفاء خانوں میں موجود مسیحاؤں میں مستعدی پیدا کرتا ہے، عدالتوں، اور پولیس اسٹیشن پر موجود عملے کی کارکردگی میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ اسمبلی میں موجود ارباب بست وکشاد اس قلم کو اکثر ذہن میں رکھتے ہیں۔ اور یہی قلم ایوان میں زلزلہ پیدا کر دیتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

قلم منصف کے ہاتھ میں ہو تو انصاف ملتا ہے، قلم معلم کے ہاتھ میں ہو تو تعلیم دیتا ہے، قلم فن کار کے ہاتھوں میں ہو تو شاہ پارے تخلیق ہوتے ہیں، قلم طالب علم کے ہاتھوں میں ہو تو فرشتے اس کے پاؤں کے نیچے پر بچھاتے ہیں، قلم خطیب کے ہاتھوں میں ہو تو اس کی خطابت کو چار چاند لگا دیتا ہے، قلم مجاہد کے ہاتھوں میں ہو تو اسے چوکنا رکھتا ہے۔

جنابِ صدر!

قلم سے جس نے پیار کیا، اس کا صحیح استعمال کیا، اس سے وابستگی رکھی تو وہ آسمانِ علم و دانش پر آفتاب نصف النہار کی طرح چمکا، داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب لکھ کر، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیمیائے سعادت لکھ کر، ابن خلدون نے مقدمہ ابن خلدون لکھ کر، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے انفاس العارفین لکھ کر، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر حقانی لکھ کر قلم کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کیا تو زمانے نے انہیں عزت و عظمت کی مسند پر فائز کر دیا۔

جنابِ صدر!

جو کام بڑے بڑے فرمانرواؤں کی تلواریں نہ کر سکیں وہ قلم نے کر دکھایا، قلم صحافی کے ہاتھ میں ہو، منصف کے ہاتھ میں ہو، محرر کے ہاتھ میں ہو، معلم کے ہاتھ میں ہو، خطیب کے ہاتھ میں ہو، مؤلف کے ہاتھ میں ہو، مصنف کے ہاتھ میں ہو اگر اس کا استعمال صحیح ہو تو بقولِ شاعر ''قلم گویم کہ شاہ جہانم'' کہ مصداق بڑی عظمت عطا کرتی ہے۔

جنابِ صدر!

ان سب حقائق کو پیش نظر رکھ کر مجھے یہ کہنا پڑے گا کہ ''تلوار سے برتر ہے میرا قلم''

یہ پوچھو کسی مردِ مختار سے
قلم تیز چلتا ہے تلوار سے

والسلام

آج کا طالب علم کل کا معمار

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باﷲ من الشیطن الرجیم

بسم اﷲ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ’’آج کا طالب علم کل کا معمار‘‘

معزز سامعین!

طالب علم معاشرے کا ایک اہم رکن ہوتا ہے، معاشرے کا نظام اسی صورت میں صائب اور صحیح ہوتا ہے اس کے باشندے علم یافتہ ہوں، ہنر مند ہوں، معاشرے کی جملہ اقدار سے واقف ہوں، معاشرے کی تشکیلِ نو میں اہم رول ادا کرنے کے متمنی ہوں۔

صاحبِ صدر!

یہ دنیا شجر و حجر کا نام نہیں، شمس و قمر کا نام نہیں، گل و گلزار کا نام نہیں، میدان و پہاڑ کا نام نہیں، اس کے لیے میدان کا وجود از حد ضروری ہے، ہر چیز ہو لیکن اس میں انسان نہ ہو تو اس کو معاشرہ، قوم، ملت، ریاست اور ملک کا نام نہیں دے سکتے۔

صاحبِ صدر!

صحت مند معاشرے کی تشکیل میں جو رول تعلیم یافتہ انسان کا ہے وہ کسی اور عنصر کا نہیں ہے۔ پانی زندگی کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ مٹی حیات کی بقاء کے لیے انتہائی ناگزیر ہے، آگ کے بغیر تصور زیست ناممکن ہے، ہوا کا وجود زندگی کے لیے جزو لاینفک ہے۔ لیکن ان سب کے باوجود صاحبِ علم کا وجود تعمیری نقطہ نظر سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

صدرِ ذی وقار!

اچھا طالب علم ملک کی تعمیر و ترقی میں اہم رول ادا کرتا ہے، اگر اس کی تعلیم کا بندوبست صحیح طور پر ہو جائے تو وہ ایک نعمت سے کم نہیں، آج اس کی تعلیم و تربیتی انداز سے ہوگی، اس کا سلیبس اسلامی ہوگا، اس کے اساتذہ مثالی ہوں گے، اس کا ماحول مثالی ہوگا۔ تو یہ چیزیں کل اس کو تعمیرِ وطن میں آسانیاں فراہم کریں گے۔

معزز سامعین!

طلباء کی ذمہ داریاں گونا گوں ہیں، ان کی اوّل ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے اساتذہ اور بزرگوں کی راہنمائی میں آگے بڑھیں، کیونکہ وہ زندگی کے نشیب و فراز سے اچھی طرح آگاہ ہوتے ہیں۔ طلباء نے آگے جا کر ملک و قوم کی باگ ڈور سنبھالنی ہے اس لیے ضروری ہے کہ وہ اسلاف کے نقش قدم پر چلیں۔

جنابِ صدر!

تاریخ کی ورق گردانی کریں تو پتہ چلتا ہے کہ عظیم لوگوں نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیے، سائنسی دنیا میں ایک نام پیدا کیا، ناممکن کو ممکن بنایا، جبال شامخہ کی سینہ شگافی کی، چاند پر سفر کیا، ہزاروں میل کا سفر چند گھنٹوں میں طے کیا، فضائی پروازوں کی یہ عظمت ان کو صرف علم ہی کی بدولت ملی۔

صاحبِ صدر!

آج بھی اگر ایک طالب علم یہ طے کر لے کہ میں نے کل قوم کی خدمت کرنی ہے، اپنی زندگی خدمت کے لیے وقف کرنی ہے، اپنی قوم کو تنزلی سے نکال کر ترقی کے راستے پر گامزن کرنا ہے، ذلت کے گڑھے سے نکال کر عزت کا تاج پہنانا ہے تو وہ آنے والے وقت میں یقیناً قوم کا معمار بن سکتا ہے، اس لیے یہ زبان زدِ عام ہے کہ آج کا طالب علم یقیناً قوم کا معمار ہے۔

جس شخص کو بھی راشدؔ ہے علم سے محبت
کرتا وہی ہے آخر دنیا پہ حکمرانی

والسلام

میری آواز کو باغی کہہ سکتے ہو تو کہو

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع دیا گیا ہے وہ ہے: ''میری آواز کو باغی کہہ سکتے ہو تو کہو''

صدرِ ذی وقار!

آواز ہی سب کے مافی الضمیر کے اظہار کا واحد ذریعہ ہے جس سے مخاطب تک رسائی ممکن ہوئی ہے۔ آواز فی الفور خوشی بھی بہم پہنچاتی ہے اور غم سے بھی ہمکنار کر دیتی ہے۔

جنابِ صدر!

آواز کا اپنا ایک نشہ ہوتا ہے۔ نکلتی جبڑوں کے درمیان سے ہے لیکن مفاہم کے اعتبار سے کلیتًا مختلف ہوتی ہے، کسی آواز میں رعب و دبدبہ ہوتا ہے اور کوئی آواز مرجھائی ہوئی اور دبی سی محسوس ہوتی ہے۔

صدرِ محترم!

کوئی آواز کسی کے حق میں ہوتی ہے، کوئی آواز کسی کی مخالفت میں ہوتی ہے۔ کسی آواز سے کان مستفید ہوتے ہیں، کسی آواز سے قوت سماعت متنفر ہوتی ہے۔

صدرِ ذی وقار!

میں اس انتظار میں رہتا ہوں کہ کسی مستحق ہمدردی کے حق میں آواز اُٹھاؤں کسی بیوہ و یتیم کی بہبود کے لیے میری آواز دیگر سامعین کی قوت سماعت سے ٹکرائے۔

جنابِ صدر!

آواز اسمبلی میں بھی اُٹھائی جاتی ہے، آواز معاشرے کے زعماء بھی اُٹھاتے ہیں، آواز رات کو پہرے پر موجود پہرے والا بھی اُٹھاتا ہے، آواز امتحان میں کامیابی کی اچانک خبر سن کر طالب علم بھی اُٹھاتا ہے۔

جنابِ صدر!

آواز بستر مرگ پر لیٹا ہوا صاحبِ فراش شخص رات کی تنہائیوں میں بھی اُٹھاتا ہے، آواز کوچہ گرد مزدور ریڑھی پر بھی لگاتا ہے۔ آواز کی گونج زندگی کے ہر شعبے میں سنائی دیتی ہے۔

جنابِ صدر!

میں آواز معاشرے کے نکھار میں اٹھاؤں گا۔ زندگی کے معیار میں اٹھاؤں گا، بیمار کے علاج میں اٹھاؤں گا، ذہن کی تعمیر میں اٹھاؤں گا، ملت کی خوشحالی میں اٹھاؤں گا۔ قوم کی غربت میں اٹھاؤں گا۔

صدرِ ذی وقار!

میری آواز ملاوٹ کے خلاف ہوگی، میری آواز کرپشن اور بدعنوانی سے بغاوت کرے گی، میری آواز کساد بازاری کے خلاف ہوگی، میری آواز رشوت سے متعفّن کاروبار کی مخالفت میں ہوگی۔

جنابِ صدر!

میری آواز کی گونج سے قمار خانہ میں زلزلہ آ جائیگا، میری آواز کی لہریں بحرِ ظلم و بربریت میں ارتعاش پیدا کر دیں گی، میری آواز کی رفتار عیش و عشرت کی مسافت کو چشمِ زدن میں طے کر لے گی۔ اور بجائے عیش و عشرت کے اصلاح معاشرہ کے لیے بلند ہوگی۔

صدرِ محترم!

میری آواز کو آپ باغی کہیں گے تو کیا ہوگا۔ مخالف یہی کرتے ہیں، معاندانہ رویہ رکھنے والے یوں ہی کہتے ہیں، اعداء کا یہ شیوہ رہا ہے، میری آواز ناانصافی ظلم و بربریت، وعدہ خلافی، کذب بیانی، اقرباء پروری، تعصب اور نسل پرستی کے خلاف بغاوت بلند کرتی رہے گی۔ تم اس کو باغی کہہ سکتے ہو تو کہتے رہو۔

والسلام

ہمارا مقصدِ حیات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون

صدر ذی وقار معزز اساتذہ کرام و معزز سامعین حضرات!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کرنی ہے وہ ہے: ''ہمارا مقصد حیات''

معزز سامعین!

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو کسی نہ کسی مقصد کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو بے مقصد پیدا کی گئی ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کی کہ یا رب العالمین تو نے چھپکلی کو کس لیے پیدا فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ میرے کلیم تجھ سے پہلے چھپکلی بھی یہی سوال کر چکی ہے کہ تُو نے موسیٰ علیہ السلام کو کس مقصد کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ عربی کا مقولہ ہے: **فعل الحکیم لا یخل عن الحکمہ ط** کہ حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

یعنی علم کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ معلوم یہ ہوا کہ کائنات کے اندر کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جو بے مقصد پیدا کی گئی ہو، اب اگر کوئی اس کو اس کے مقصد کے خلاف استعمال کرے گا تو اس کو انسان نہیں بلکہ حیوان کہیں گے۔ مثال کے طور پر ٹوپی سر پر رکھنے کے لیے، جوتا پاؤں میں پہننے کے لیے، گلاس پینے کے لیے، اگالدان تھوکنے کے لیے، جو کوئی ٹوپی کو پاؤں میں اور جوتے کو سر پر رکھے اور اگالدان کو پینے کے لیے اور گلاس کو تھوکنے کے لیے استعمال کرے وہ دیوانہ ہے عقل مند نہیں ، جو کوئی پتھر اور لکڑی کی بے جان مورتیوں کو اپنا کعبہ سمجھنے لگے اور انسان کو جو خالقِ حقیقی کی مخلوق ہے اپنا خدا سمجھنے لگے تو وہ کامیابی اور عزت وعظمت کا تاج بھلا کیسے سر پر سجا سکتا ہے۔ جبکہ عزت وعظمت اور

کامیابی کا راز تو معبودِ حقیقی کی بندگی میں چھپا ہوا ہے۔

صاحبِ صدر!

جو پرزہ اپنی جگہ فٹ بیٹھتا ہے اور صحیح کام کرتا ہے مالک اس کی دیکھ بھال اور حفاظت کرتا ہے، مالک کے ہاں اس کی قدر و منزلت بھی ہوتی ہے اور جو پرزہ اپنی جگہ فٹ نہ بیٹھے اور کام نہ کرے تو کباڑ خانے میں پھینک دیا جاتا ہے بالکل یونہی جو شخص اپنا مقصدِ حیات پورا کرتا ہے اللہ رب العزت کے ہاں اس کی قدر و منزلت ہوتی ہے اور جو کوئی اپنا مقصد حیات فراموش کردے تو وہ بے کار پرزے کی طرح ہے۔

معزز سامعین!

میں نے جو آیت مقدسہ آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس کی تفسیر حضرت علیؓ نے یوں فرمائی ہے۔

وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون-ا لامرهم بالعبادة۔

یعنی میں نے جن وانس کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ میں انہیں حکم دوں کہ وہ میری عبادت کریں۔ انسان کو عقل وفہم، امتیاز و اختیار کی جو نعمتیں ارزانی کی گئی ہیں ان کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی جبین نیاز اس ذات کے سامنے جھکائے جس نے اسے پیدا فرمایا ہے اور اپنے احسانات سے اسے مالا مال فرمایا۔ اب اگر وہ کسی اور کی عبادت کرنے لگے جو نہ اس کا خالق ہے اور نہ اس کا پروردگار ہے بالکل الحاد و ہریت کا راستہ اختیار کرلے تو گویا وہ اپنی فطرت سے جنگ آزما ہے اور اپنی طبع سلیم کو مسخ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

آخر میں ان الفاظ پر اختتام کر رہا ہوں۔ کہ اے مسلمان اپنا مقصدِ حیات یاد رکھ کہ اگر تو سمجھے تو اسی میں سب کچھ ہے

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

تاریخ گواہ ہے کہ اسی مقصد کو یاد کروانے اور عمل کروانے کے لیے باری تعالیٰ نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا۔ جس کی تکمیل فخرِ انبیاء حضرت محمدؐ نے فرمائی۔

والسلام

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم امّا بعد فاعوذ باالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو! آج مجھے جس موضوع پر اظہارِ خیال کرن ہے وہ ہے: ''عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں''

جنابِ صدر!

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے، اس کو کلامِ مجید میں اشرف المخلوقات کا تاج پہنایا ہے، اس کی عظمت کو فرشتوں سے منوایا ہے، اس کو مسجودِ ملائکہ بنایا ہے، اس کے شرف سے دیگر مخلوقات کو آگاہ فرمایا ہے۔

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

صدرِ ذی وقار!

انسان جب اپنی تخلیق کا مقصد پہچان لے، اپنے وجود کے بارے میں آگاہی حاصل کر لے، اپنی حیات کو صحیح خطوط پر گزارنے کا سلیقہ حاصل کر لے، اپنے لمحاتِ زیست سودمند مواقع کی تلاش میں صرف کر دے، اپنے حواسِ خمسہ کا صحیح استعمال کرنا سیکھ لے تو اس کو اپنی منزل آسمانوں پر نظر آنی شروع ہو جاتی ہے۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

صدرِ محترم!

اس آدم خاکی نے جب سرحدوں کا رخ کیا تو دشمن لرزہ براندام ہو گئے ، دشمن کو قہر آلود نظروں سے دیکھا تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ، اعداء پر ضربِ کلیمی لگائی تو فضاء گونج اُٹھی ، اس نے دشمنوں کی زندگی اجیرن کر دی ، اس کی نسلوں تک مار کرنے والے تصورات پیش کیے ، دشمنِ اسلام کو بتایا کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے پیروکار کبھی گھبراتے نہیں۔

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

جنابِ صدر !

انسان جب کھیتوں ، کھلیانوں میں پہنچتا ہے تو انہیں کشتِ زعفران بنا دیتا ہے ، جب عدالت میں کرسی انصاف پر بیٹھتا ہے تو اس کے عدل و انصاف کے نقارے بجنا شروع ہو جاتے ہیں ، مظلوم کو انصاف ملتا ہے ، کسمپرسی کی دادرسی ہوتی ہے ، ظلم و بربریت کے سائے چھٹنا شروع ہو جاتے ہیں خزاں رسیدہ گلستان میں بہار آ جاتی ہے۔

صدرِ محترم !

انسان اگر انسانیت کے زیور سے مرصّع ، انسانیت کا تاج اس کے سر پر سجا ہوا ہے انسانیت کے میدان کا شاہسوار ہے گلستانِ انسانیت کا مہکتا ہوا پھول ہے ، فلک آدمیت کا دمکتا ہوا ماہتاب ہے ، آسمان انسانیت کا چمکتا ہوا آفتاب نصف النہار ہے ، تو معاشرے کے ماتھے کا جھومر ہے۔

جنابِ صدر !

انسان دیگر مخلوقات سے ممتاز ہے ، انسان نے دیگر مخلوقات کو مسخر کر رکھا ہے ، انسان فلک کی بلندیوں پر محو پرواز ہے ، انسان کی ایجاد نے فاصلے کم کر دیئے ہیں۔ آج دنیا کے ایک کونے پر بیٹھا ہوا شخص دوسرے کونے پر بیٹھے ہوئے شخص کی نہ صرف بات سن سکتا ہے بلکہ اس کی تصویر بھی دیکھ سکتا ہے۔ اس کی منظر کشی کر سکتا ہے۔

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

جنابِ صدر!

کائنات کی ہر چیز ارتقاء کے مراحل سے گزرتی ہے، جمادات ہوں، نباتات ہوں، حیوانات ہوں ہر ایک اس مرحلے سے گزرتا ہے۔ ہر ایک پر یہ نوبت آتی ہے، ہر ایک تبدیلی کا شکار ہوتا ہے۔ لیکن ارتقائی مراحل سے گزرنا انسان کا ایک اہم وصف ہے۔

صدرِ محترم!

انسان کے اس تصور کو عملی جامہ پہنانا اس کی ذاتی کاوش ہوتی ہے، اس میں ماحول اثر انداز ہوتا ہے، اس میں اس کی تخلیقی صلاحیتیں اپنا فرض ادا کرتی ہیں، اس میں سلف صالحین کی زندگیوں کا اسوہ موجود ہوتا ہے۔ یہ تمام امور اس کو آگے بڑھنے میں مدد کرتے ہیں۔

صدرِ محترم!

انسان کی اس قوت سے، اس انقلابی طاقت سے، اس جرأت سے، اس پیش رفت سے نہ صرف انسان بلکہ وہ نوری مخلوق جو رات کی تاریکیوں کو چاک کر دیتی ہے، جو شب ظلمت کے حسن میں اضافہ کر دیتی ہے، جس کے باعث سودمند ہونے کے تمام معترف ہیں وہ بھی انسان کی عظمت کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں اور زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں کہ انسان واقعی ترقی وعروج کی منازل طے کر رہا ہے۔

والسلام

کمپیوٹر عصر حاضر کی اہم ضرورت

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''کمپیوٹر عصر حاضر کی اہم ضرورت''

کمپیوٹر عقلِ انسانی کا اک انعام ہے
زندگی کا سہل اس کے دم سے ہر اک کام ہے

صدرِ ذی وقار!

قوموں کی زندگی میں کچھ لمحات ایسے آتے ہیں جو ان کی زندگی میں امر ہو جاتے ہیں۔ قرآنِ پاک میں ہے کہ انسان کے لیے کائنات کی ہر چیز مسخر کر دی گئی ہے۔ ہر چیز انسان کے تابع ہے، انسان جب چاہے، جہاں چاہے اور جیسے چاہے کائنات کے ذرے ذرے پر حکومت کر سکتا ہے، قرآن پاک کی اس آیت نے اہل لب کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا، اور کمپیوٹر کو دیکھ کر قرآن پاک کی یہ حقیقت تو اور بھی الم نشرح ہو جاتی ہے کہ کائنات کی ہر چیز مسخر کر دی گئی ہے۔

جنابِ صدر!

کمپیوٹر عصر حاضر کی اہم ضرورت ہے، یہ ہمارے لاکھوں مسائل حل کر دیتی ہے۔ کمپیوٹر کی ایجاد ایک ایسی ایجاد ہے کہ ہماری بے شمار مشکلات آناً فاناً درست انداز میں حل کر دیتی ہے، یہ اعداد و شمار کو جمع کرنے اور ان کا تقابلی جائزہ لینے کے کام بھی آتا ہے، دوسرے الفاظ میں اس کی اپروچ اور ڈاٹا کا عمل انسانی دماغ سے کئی گنا بہتر اور جلد حل ہو جاتا ہے یہ معلومات کو print کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

کمپیوٹر عصر حاضر میں اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، ایک عظیم نعمت ہے، ایک نفع بخش ایجاد ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا کے لیے اپنی نعمتوں کی فراوانی فرمائی ہے، اپنے انعاماتِ رفیعہ سے عوام النّاس کو نوازا ہوا ہے، اپنے بندوں کو دنیا و عقبیٰ میں بشارتیں عطا فرمائی ہوئی ہیں اپنے ماننے والوں کے لیے زندگی کے لمحات کو حسین و جمیل بنایا ہوا ہے، یہ سب خالق کائنات کی طرف سے انعامات ہی کی صورتیں ہیں۔اسی طرح کمپیوٹر بھی انعامِ الٰہی میں سے ہے۔

جنابِ صدر!

آج کے اس دور میں کمپیوٹر نے تعلیمی میدان میں انقلاب برپا کر دیا ہے، پرائمری سے لے کر یونیورسٹی تک کے تمام طلباء اس سے مستفید ہو رہے ہیں، اس سے لوگوں کو تربیت دی جاتی ہے، اس سے تحقیقی کام بھی ہو رہے ہیں، کمپیوٹر میں امتحان کے نتائج بھی تیار کیے جاتے ہیں، رول نمبر سلپس تیار کی جاتی ہیں، یونیورسٹیوں نے اپنے علیحدہ علیحدہ کمپیوٹر کے شعبے کھول رکھے ہیں، تمام تعلیمی نظام آج کل کمپیوٹر کے گرد ہی گھومتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

کمپیوٹر اس جدید دور میں طالب علموں کے لیے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے، انٹرسسٹم کے ذریعے دنیا بھر کی معلومات حاصل کی جاسکتی ہے، تعلیمی و تحقیقی کام پلک جھپکتے ہی کمپیوٹر کی سکرین پر دیکھے جاسکتے ہیں، پروجیکٹر، ٹیلی ویژن، ریڈیو، اور ٹیپ ریکارڈ والے کام اب صرف کمپیوٹر کی مدد سے کیے جاتے ہیں، کمپیوٹر کی ایجاد عصرِ حاضر کی نہ صرف ضرورت ہے بلکہ اس جدید دور میں اس کے بغیر زندگی ادھوری ہے، زندگی کی بڑی بڑی مشکلات صرف اس کی مدد سے ختم ہو جاتی ہیں۔

جنابِ صدر!

کمپیوٹر کی میموری اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ ان کے اندر آسانی سے کتابوں کا ذخیرہ کیا جاسکتا ہے، اس سے اصطلاح کا صحیح استعمال، تلفظ کی درستگی، تلفظ کی ادائیگی یہ سب کچھ کمپیوٹر کی مدد سے ہم سیکھ سکتے ہیں، کمپیوٹر نے انسانی ذہن کو وسعت، انسانی زندگی کے لیے سہولت، انسانی جسم کے لیے علاج، انسانی دل و

دماغ کے لیے طراوت کا سامان اور زندگی کے لیے مسرت وشادمانی کے مواقع کی فراہمی کو یقینی بنادیا ہے۔

صدرِ محترم!

خواہ کوئی ایاّم پری میں ہو، یا کوئی صغرسنی میں ہو، ایاّم طفولیت گزار رہا ہو، یا عالم شباب کے مزے لوٹ رہا ہو، خواہ رَجُل رشید ہو، یا منکسر المزاج شخص، خواہ کوئی صاحب ثروت ہو، یا تنگدست کسی کے گلستان ہستی میں بہار آگئی ہو، یا اس کے شجر سایہ دار کو خزاں نے ویران کردیا ہو، کوئی آسمانِ علم وحکمت کا ماہتاب وآفتاب ہو یا میدانِ علم ودانش کا شاہسوار، کوئی آسمان پر محو پرواز ہو یا زمین پر پیادہ پا سب کے لیے کمپیوٹر کی ایجاد نہایت اہمیت کی حامل ہے اور اس کے بانی ''چارلس بابیج'' کے لیے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔

کمپیوٹر وقت کی سب سے بڑی ایجاد ہے
''چارلس بابیج'' کا اب نام سب کو یاد ہے

والسلام

محنت کامیابی کی ضمانت ہے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''محنت کامیابی کی ضمانت ہے''

صدرِ ذی وقار!

اس کائنات میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میں کامیاب و کامران ہو جاؤں۔ میری کامیابی و کامرانی کے ڈنکے چار دانگ عالم میں بجنے لگیں۔ میری زندگی کامیابی سے گزرے۔ کسی میدان میں مجھے ناکامی کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔ میرے دوست میرے ساتھ ہمیشہ تعاون کرنے پر آمادہ رہیں۔ اپنے اعداء اور مخالفین کو بھی معاونت پر آمادہ کرنے پر کامیاب ہو جاؤں۔

محترم صدر!

یہ بہت کچھ یونہی نہیں ہوگا۔ اس کے لیے انتھک محنت کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے شب و روز کوشش کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے مسلسل تگ ودو کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے عمل پیہم کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے مساعی جمیلہ کی ضرورت ہے، جیسے جیسے ہم محنت کرتے جائیں گے کامیابی کے دروازے ہمارے لیے کھلتے جائیں گے۔

یقین محکم ، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

جنابِ صدر!

اگر کوئی طالب علم تعلیمی میدان میں کامیاب ہونا چاہتا ہے۔ اگر کوئی سیاستدان میدانِ سیاست میں کامیابی و کامرانی کے جھنڈے گاڑھنا چاہتا ہے۔ اگر کوئی قانون دان اپنی عظمت کا لوہا منوانا چاہتا ہے۔ اگر کوئی کسان اپنے کھیت وکھلیان کو کشتِ زعفران بنانا چاہتا ہے تو سب کو در محنت و مشقت پر دستک دینا ہوگی۔

صدرِ ذی وقار!

قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ’’لیس للانسان الا ما سعی ‘‘یعنی انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے جس کے لیے تگ ودو کرتا ہے۔جس کے لیے وہ دن رات ایک کرتا ہے جس کے لیے وہ وقت اور مال کی قربانیاں دیتا ہے جس کے لیے وہ لہو ولعب کو چھوڑ دیتا ہے، جس کے لیے وہ وقت کا ضیاع ترک کر دیتا ہے جس کے لیےوُہ اپنے آپ کو مختص کر دیتا ہے۔

معزز سامعین!

ارشاد رسالت مآبؐ ہے کہ ’’من جد وجد‘‘ جس نے کوشش کی اس نے پالیا یعنی جس نے محنت کی اس کو کامیابی مل گئی۔جس نے رات کو پاؤں سے سنپولیے مسلے اور کھیتوں کو پانی دیا اس کی کاشت رنگ لائی۔جس نے رات کو مطالعے کی میز پر بیٹھ کر رات گئے تک اپنے آپ کو مطالعے کے لیے وقف کر دیا امتحان میں یقینی کامیابی کے احساس نے اسے مسرور کر دیا۔

صدرِ ذی وقار!

اگر کامیابیوں کے زینے طے کرنا ہیں تو ہمیں محنت شاقہ کرنا ہوگی، اگر منازل کا حصول درکار ہے تساہل پسندی کو چھوڑ نا ہوگا، اگر زندگی میں نام پیدا کرنا ہے تو غفلت کے دروازے بند کرنا ہوں گے۔محنت ومشقت کو عادتِ ثانیہ بنانا ہوگا۔تاریخ گواہ ہے کہ جتنے عظیم لوگ دنیا میں پیدا ہوئے ہیں وہ پیدائشی عظیم نہ تھے محنت نے ان کو اس منزل پر پہنچایا۔

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

صدرِ محترم!

کائنات میں رنگارنگ بہاریں لہلہاتے ہوئے کھیت، گلستان میں کھلے ہوئے گلہائے رنگارنگ، چمنستان میں اٹھکیلیاں کرتی ہوئی بادِنسیم نظر آنے والے جبال شامخہ پہاڑوں کے اندر سے نکالی گئی سرنگیں، ملک کے طول وعرض پر بچھائی ریلوے لائنیں، یہ بڑے بڑے بنائے گئے ڈیم، یہ بڑی بڑی لگائی گئی صنعتیں یہ سب محنت شاقہ کا شاخسانہ ہے۔

معزز سامعین!

پھر کیوں نہ کہیں کہ محنت کامیابی کی ضمانت ہے

والسلام

میرا ملک پاکستان

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہارِ خیال کرنا ہے وہ ہے: ''میرا ملک پاکستان''

صدرِ ذی وقار!

جہاں تک میرے ملک کا تعلق ہے تو یہ مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہے، اس کے کھیت وکھلیان عزیز ہیں، اس کے کوہ ودمن عزیز ہیں، اس کے گلستان وچمن عزیز ہیں، میرا ملک پاکستان ایک ایسی سرزمین ہے کہ جس پر جملہ عالم اسلام ناز کرتا ہے۔ جس کا وجود ہر مسلم کے لیے ناگزیر ہے۔ جس کی بقاء وسالمیت پر کلمہ گو کا مقصدِ حیات ہے۔

محترم سامعین!

پاکستان کا قیام ایک نعمت غیر مترقبہ ہے، ہم نے یہ آسانی سے حاصل نہیں کیا، اس میں لاکھوں شہیدوں کا لہو شامل ہے، اس شجرِ ثمردار کی بنیادوں میں کئی یتیموں کی یتیمی بھی شامل ہے۔ کئی بیواؤں کے اشکبار آنسو شامل ہیں، کئی نئی نویلی دلہنوں کی شبہائے عروس شامل ہیں۔ کئی نوجوانوں کی اُٹھتی ہوئی جوانیاں شامل ہیں۔

محترم صدر!

پاکستان ہم نے اس لیے حاصل کیا تھا کہ ہم اپنی عبادت آزادانہ کریں گے، ہم آزادی کی نعمت سے مالا مال ہوں گے۔ ہمیں رکوع وسجود میں آزادی ہوگی، ہمیں صدقہ وخیرات کرنے میں آزادی ہوگی ہمیں تعلیم کے حصول میں آزادی ہوگی، ہمیں خدمتِ خلق میں آزادی ہوگی، ہمیں تبلیغ

دین میں آزادی ہوگی، ہمیں تفہیم قرآن میں آزادی ہوگی، ہم جملہ امورِ حیات سرانجام دینے میں آزاد ہوں گے۔

صدرِ ذی وقار!

ہم قائداعظم محمد علی جناح اور سلف صالحین کی کوششوں سے آزاد تو ہوگئے لیکن ہم نے آزادی کا مطلب غلط سمجھ لیا، ہم مادر پدر آزاد ہوگئے، ہم اقرباء پروری میں آزاد ہوگئے، ہم رشوت ستانی میں آزاد ہوگئے، ہم سود خوری میں آزاد ہوگئے، ہم ڈاکہ زنی میں آزاد ہوگئے، ہم ملاوٹ میں آزاد ہوگئے، ہم غیر قانونی طرزِ حیات اپنانے میں آزاد ہوگئے، ہم غیر اسلامی لباس کو زیب تن کرنے میں آزاد ہوگئے۔

محترم صدر!

آج ہم اسلامی ملک میں رہائش پذیر ہونے کے باوجود غیر دینی طاقتوں کے عفریت کے جبڑے میں ہیں یہ ہماری شامت اعمال کا نتیجہ ہے، بدعملی اور بے یقینی نے ہمارے اعصاب کو مضمحل کیا ہوا ہے۔ ہمارا وکیل کرسی عدالت پر پریشان ہے، ہمارا منصف کمرۂ عدالت میں خلفشاری کا شکار ہے، ہمارا خطیب ممبر رسول پر بیٹھ کر انارکی اور بدامنی میں مبتلا ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا ملک پاکستان عظیم ملک بنے تو ہمیں آزادی کے مفہوم کو سمجھنا ہوگا۔

والسلام

آؤ چھولو آسمان

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معززاساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!
آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے:''آؤ چھولو آسمان''

صدرِ ذی وقار!
آسمان بلندی وعظمت کی علامت ہے، عروج وترقی کی علامت ہے، مجدی وسروری کی علامت ہے، آسمان کے ذکر سے مقام ومرتبہ مراد لیا جارہا ہے، آسمان کی مثال سے غرض وغایت علو مرتبت ہے، آسمان تک رسائی گویا ترقی وعروج کی معراج ہے۔

صدرِ محترم!
ہمیں عظمت کے حصول کے لیے غفلت ولاپرواہی کے پردے کو تار تار کرنا ہوگا۔تساہل و کسلمندی کے حصار سے باہر آنا ہوگا، سستی اور بے کاری کے رجحان کی نفی کرنی ہوگی، اخلاقی گراوٹ کی غلاظت کی سڑانڈ سے بچنا ہوگا، زندگی کے تمام پہلوؤں میں مثبت تبدیلی لانا ہوگی۔

جنابِ صدر!
حصول عظمت کی خاطر انتھک محنت کرنا ہوگی، سلف صالحین کے طریقے اپنانے ہوں گے، دھوکہ دہی، فریب کاری، کذب بیانی، ڈاکہ زنی، زناکاری، رشوت ستانی، اقرباء پروری جیسی قبیح عادات سے اپنے دامن کو پاک وصاف رکھنا ہوگا۔جسم کی صفائی کے ساتھ ساتھ اپنے روح کی بھی طہارت کا انتظام کرنا ہوگا۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

جنابِ صدر!
جن نابغۂ روزگار ہستیوں نے اپنے دامن کو منزّہ مطہر رکھا، جنھوں نے سلف صالحین کے نقش قدم پر چل کر اپنی منازل کا تعین کیا، جنھوں نے ہر لمحہ اپنی زندگی کی گاڑی کو شارع اسلام پر رواں

دواں رکھا، ان کا طائرِ علومرتبت فلک کی بلندیوں پر محوِ پرواز رہا۔ ان کے علم و دانش کا آفتاب و ماہتاب آسمان کی بلندیوں پر درخشاں رہا۔

جنابِ صدر!

ہم اگر چاہتے ہیں کہ ہماری عظمت کے ڈنکے چار دانگ عالم میں بجنا شروع ہو جائیں، ہماری ساکھ مضبوط ہو جائے، ہمارے معیارِ زندگی میں یکسر تبدیلی آجائے، ہمارے فلک بوس پہاڑ واقعی آسمان سے باتیں کرنے لگیں، ہمارے کھیت وکھلیان کشتِ زعفران کا نمونہ پیش کریں، ہمارے کسانوں کی محنت رنگ لائے، ہماری زمین سونا اگلنے لگے۔ تو

صدرِ محترم!

ہمیں جملہ شعبہ ہائے حیات میں انتھک محنت کرنا ہوگی، ہمارے ہمہ قسم شعبہ ہائے گیتی سے مربوط ہونا ہوگا۔ ہمیں اپنی برآمدات کو بڑھانا ہوگا، ہمیں کفایت شعاری کی خصلت صالحہ اپنانی ہوگی، ہمیں فضول خرچی کے جرم کے ارتکاب سے اجتناب کرنا ہوگا، ہمیں عدل ومساوات کا دامن تھامنا ہوگا۔

جنابِ صدر!

آسمان کو اگر ہم واقعی چھونا چاہتے ہیں تو ہمیں جہالت کے ناسور کو علم کے نشتر سے صاف کرنا ہوگا۔ جہالت کی ظلمت بھری شب کو علم وآگہی کے آفتاب و ماہتاب سے نیست و نابود کرنا ہوگا، جہالت کی ظلمت بھری شب کو علم کی نورانی صبح سے بدلنا ہوگا۔ بحرِ ظلمات میں ٹامک ٹوئیاں مارتی ہوئی ناؤ نا خدائے علم ومعرفت کے ذریعے کنارے لگانا ہوگی۔

صدرِ محترم!

جو آوارہ گردی کو چھوڑ کر کتب بینی کرتا ہے، جو سینما بینی کو چھوڑ کر مطالعہ کتب کرتا ہے، جو اپنا ہر لمحہ علم وآگہی کے لیے وقف کر دیتا ہے، پھر اس کی زندگی میں رونقیں آجاتی ہیں، مسرتیں اور راحتیں دامن گیر ہو جاتی ہیں۔ اس کا نورِ بصارت وبصیرت آسمان کی بلندیوں کا احاطہ کر لیتا ہے۔ تو پھر اس کے قلب وذہن سے یہ صدا بلند ہوتی ہے کہ آؤ جہالت دور کریں، علم حاصل کریں، کتابوں کے ساتھ دوستی کریں اور آؤ آسمان چھولیں۔ کیونکہ جو کتابوں کے ساتھ دوستی کرتا ہے وہ آسمان چھو لیتا ہے۔

والسلام

درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ باالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو! السلام علیکم! آج مجھے جس موضوع پر گفتگو کرنی ہے وہ ہے: ''درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا''

جنابِ صدر!

دکھ درد، تکلیف ہم معنی الفاظ ہیں، زندگی میں ہر شخص کو کسی نہ کسی موقع پر رنج وغم اور دکھ و تکلیف سے واسطہ پڑتا ہے خوشیاں روٹھ جاتی ہیں، رنج والم کے بادل گھٹائیں بن کر برسنا شروع ہو جاتے ہیں گھر کے آنگن میں نوید ومسرت کی چاندنی بکھیرنے والا قمر گہنا جاتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

زندگی کے نشیب وفراز سے انسان ہمکنار رہتا ہے۔ افراط وتفریط کا سلسلہ شروع رہتا ہے، کامیاب انسان وہ ہے جو ایسے حالات میں مستقل مزاج رہتا ہے ان بوقلمونیوں سے اس کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آتی اور یوں اس کی زندگی کی گاڑی رواں دواں رہتی ہے۔ بقول غالبؔ

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

صدرِ محترم!

جب کوئی چیز حد سے بڑھ جاتی ہے، اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو اس کا وجود عنقا ہو جاتا ہے اس کی حیثیت بدل جاتی ہے اس کے نفع نقصان کا تصور تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس کے مضر اثرات مصلح ہو جاتے ہیں اس میں یکسر تبدیلی آجاتی ہے اور ایّام کے ساتھ ساتھ وہ قصہ پارینہ بن جاتی ہے۔

محترم سامعین!

رات اپنی انتہا کو پہنچتی ہے تو بادِ نسیم صبح کے حیات بخش جھونکوں سے آشنا ہے۔ دن اپنی بلندیوں کو مس کرتا ہے تو قمر کی برووت بھری چاندنی قلب و ذہن کی طراوت کا باعث بنتی ہے، انسان علم و معرفت کی بلندیوں پر پہنچتا ہے تو آفتاب نصف النہار بن کر چمکتا ہے، موسم اپنی روش بدلتے ہیں تو نظامِ حیات کی قوس قزح میں رنگ بھرنا شروع ہو جاتے ہیں۔ زندگی کی دھنک ناظرین کی قوت بصارت میں اضافے کا سبب بن جاتی ہے۔

جنابِ صدر!

انسان پر تلك الايام نداولها بين الناس کے مصداق دن بدلتے رہتے ہیں کبھی خوشی آتی ہے کبھی غموں کے خزاں زدہ شجر سایہ دار کے نیچے آرام کرنا ہوتا ہے۔ کبھی نعمتوں کی صورت میں خزاں کا مالک ہوتا ہے اور کبھی دردر کی دریوزہ گری کروا کر اس کا امتحان لیا جاتا ہے۔

صدرِ محترم!

اشیاء کا حد سے بڑھ جانا اس کا ختم ہو جانا ہے، مناسب وقفے پر انسان کسی چیز کو صحیح دیکھ سکتا ہے جب زیادہ دور ہو جائے وہ پھر بھی حیطہ بصارت سے نکل جاتی ہے۔ اور اگر بہت زیادہ قریب ہو جائے تو پھر بھی نظر سے اوجھل ہو جاتی ہے، زیادہ قربت اور زیادہ بعد اس کی ہیئت کو تبدیل کر کے رکھ دیتے ہیں۔

صدرِ محترم!

بیماری کی ابتدائی صورت میں برداشت زیادہ ہوتی ہے جیسے جیسے بڑھتی جاتی ہے برداشت میں کمی آتی جاتی ہے، جب بیماری بڑھ جاتی ہے تو پھر غموں سے چھٹکارا مل جاتا ہے، مرض کی ناقابلِ برداشت تکالیف ختم ہو جاتی ہیں، روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے، اور وہی بیماری، وہی تکالیف وہی دکھ اور وہی درد جب حد سے بڑھتا ہے تو دوا بن جاتا ہے۔ انسان کو عارضی زندگی کے مصائب و آلام سے نکال کر ابدی زندگیوں کی خوشیوں سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ جناب والا یہ سچ ہے کی درد جب حد سے بڑھتا ہے تو دوا بن جاتا ہے۔ بقول شاعر:۔

کر دیا احسان دِل کو دل غم و آلام نے
زندگی ناکام ہو کر کام کی ہوتی گئی

والسلام

اتحادِ ملت

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم امّا بعد فاعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم

معززاساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

السلام علیکم! آج مجھے جس موضوع پر گفتگو کرنی ہے وہ ہے: ''اتحادملت''

جنابِ صدر!

اتحاد کا لفظ بڑی جاذبیت کا حامل ہے، اتحاد، متحد، متحدہ وغیرہ کے الفاظ اگر جائز استعمال ہو ں تو ان کے معنی میں ایک حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ چند اینٹیں متحد ہو جائیں تو ایک مکان کی تعمیر کر دیتی ہیں، ایک عمارت بنا دیتی ہیں، ایک دیوار کھڑی کر کے بے پردہ گھر کو باپردہ بنا دیتی ہیں۔ چند قطرے متحد ہو جائیں تو وُہ بحیرہ اور بحر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

اتحاد جس صورت میں بھی موجود ہو قابل صد تحسین تصور کیا جاتا ہے، جو قوم ملی اتحاد کی دولت سے مالا مال ہوتی ہے وہ ہر لحاظ سے مسرور اور خوش و خرم ہوتی ہے۔ اس کی فضاؤں میں آلودگی نہیں ہوتی، اس کے کھلیانوں میں خس و خاشاک نہیں ہوتے، اس کے حجر اور شجر پر جہالت کی گرد نہیں ہوتی، اس کے باشندگان کی عروق مردہ نہیں ہوتیں، اس کے میدان ویران نہیں ہوتے، اس کے ہسپتال آباد نہیں ہوتے۔

جنابِ صدر!

تاریخ کی ورق گردانی کریں اور مطالعہ کی میز سے تساہل اور غفلت کی گرد دور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ جو کام متحدہ اقوام نے کیا وہ اختلاف کا شکار قومیں کسی صورت سرانجام نہ دے سکیں، اور

ہمیشہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ کر، حقیر حشرات الارض کی طرح رینگ کر، مردار کے گرد گدھ کی طرح منڈلا کر زندگی گزارنے کے لئے مجبور ہوگئیں۔

جنابِ صدر!

اسلام میں اتحاد پر بڑا زور دیا گیا ہے حدیث پاکؐ میں ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، مسلمان مسلمان کو کبھی گالی نہیں دیتا، مسلمان مسلمان کو کبھی برا بھلا نہیں کہتا، ایک اور مقام پر ارشادِ رسالت مآبؐ کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا مسلمان محفوظ رہے، اسی طرح آپؐ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے کی مدد میں لگا رہتا ہے تو اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

صدرِ محترم!

اسلام کی تعلیمات سے یہ بات مترشّح ہورہی ہے کہ اتحاد ایک بڑی دولت ہے، ایک بڑی نعمت ہے، سراسر رحمت ہے، سراسر برکت ہے، اسلام کی عبادات ہی اتحاد ملی کا درس دیتی ہیں، نماز اجتماعی عبادت ہے، روزہ میں بھی انفرادی کے ساتھ ساتھ اجتماعیت کا بھی تصور پایا جاتا ہے، حج کا موقع اگر ملاحظہ فرمائیں تو وہاں بھی اجتماعی عبادت کا سیلاب نظر آتا ہے۔

جنابِ صدر!

اسلام کی روح بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ قوم، معاشرہ، ملک یہ سب متحد ہوں، آپس میں اختلافات کا شکار نہ ہوں، بے سکونی اور خلفشاری کا شکار نہ ہوں، بے سکونی، بے اطمینانی اور انارکی جیسی مسموم فضاء سے مامون ہوں، اس کی کوشش سلف صالحین اور نابغۂ روزگار ہستیاں کرتی رہی ہیں، علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ، جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ، ابن زیدون رحمۃ اللہ علیہ، ابن عبدربہ رحمۃ اللہ علیہ، ڈاکٹر طہٰ حسین اور دیگر زعماء اتحادِ ملی کے لیے عمر بھر کوشاں رہے۔

والسلام

قومی اتحاد

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معززاساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''قومی اتحاد''

جناب صدر!

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقو تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو دینِ اسلام اس فرمان کی روشنی میں قومی اتحاد کی تلقین کر رہا ہے۔قومی اتحاد ملی وحدت کی ضمانت ہے۔

محترم صدر!

اتحاد جس شکل میں بھی موجود ہو قابل تحسین تصور کیا جاتا ہے،جو قوم ملی اتحاد کی دولت سے مالا مال ہوتی ہے وہ ہر لحاظ سے خوش وخرم ہوتی ہے،اس کی فضاؤں میں آلودگی نہیں ہوتی،اس کے کھلیانوں میں خش وخاشاک نہیں ہوتے،اس کے بحر گرد جہالت سے خالی ہوتے ہیں،اس کے افراد کی عروق مردہ نہیں ہوتیں،اس کے میدان ویران نہیں ہوتے،اس کے ہسپتال آباد نہیں ہوتے۔

محترم صدر!

اتحاد جس قوم میں بھی ہو وہ دیگر اقوام میں ممتاز ہوتی ہے،اس کے وجود میں حسن اور نکھار پیدا ہو جاتا ہے۔چند اینٹیں متحد ہو جائیں تو ایک مکان تعمیر کر دیتی ہیں،ایک عمارت بنا دیتی ہیں،ایک دیوار کھڑی کر کے بے پردہ گھر کو باپردہ بنا دیتی ہیں،چند قطرے اکٹھے ہو جائیں تو ایک بحیرہ اور پھر بحر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں،چند ذرّے اکٹھے اور متحد ہو جائیں تو ریگستان وجود میں آتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

اسلام میں اتحاد پر بہت زور دیا گیا ہے، حدیث نبویؐ ہے مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، مسلمان مسلمان کو کبھی گالی نہیں دیتا، مسلمان مسلمان کو برا بھلا نہیں کہتا، اسلام کے زیور سے مرصّع شخص معاشرے کے ماتھے کا جھومر ہوتا ہے، اس کے انداز نشست و برخاست معیاری ہوتے ہیں، اس کی گفتگو میں حسن ہوتا ہے وہ اتحادِ ملی کے جذبے سے سرشار ہوتا ہے۔

جنابِ صدر!

دنیائے رنگ و بو کے تمام مظاہر ہمیں اتحاد و یگانگت کا درس دے رہے ہیں۔ ستاروں کی روشنی تاریک شب کے اندھیرے چاک کر کے رکھ دیتی ہے، سنگریزوں کے اکٹھے ہونے سے کوہسار جنم لیتے ہیں۔ بہت سے قطرے باہم مل کر سمندر کا روپ دھار لیتے ہیں۔ مختلف پھولوں کی ترتیب و تنظیم سے خوش نما اور خوش رنگ گلدستہ تیار ہوتا ہے۔ اسی طرح مسلمان اکٹھے ہو جائیں تو کفر کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہو سکتے ہیں۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر

جنابِ صدر!

مسلمان جب اکٹھے ہو جائیں تو دریاؤں کی طغیانی کو ختم کر سکتے ہیں، بحر ظلمات میں اٹھنے والی عداوت و بغض کی موجوں کا رخ موڑ سکتے ہیں، اسلام کی طرف اٹھنے والی ہر میلی آنکھ کو پھوڑ سکتے ہیں، دین اسلام کے خلاف بولنے والی زبان کو گدی سے نکال سکتے ہیں، مسلمانان عالم کی طرف اُٹھنے والے ہاتھوں کو شل کر سکتے ہیں بشرطیکہ سب ایک ہو جائیں۔

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تُورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

صدرِ ذی وقار!

ہمارے اسلاف تھے جن سے کفر وشرک خائف تھا، جن کی للکار سے کفر وشرک کے ایوانوں میں زلزلہ آجاتا تھا، جن کے کردار سے معاندین اسلام لرزہ براندام تھے، جن کی گفتار سے غیر مسلم قوموں کے در و دیوار میں دراڑ پڑ جاتی تھی، آج ہم ہیں کہ ماضی کے برعکس ہر شعبہ حیات میں زوال وانحطاط کا شکار ہیں، جس کا سبب صرف اور صرف انتشار، افتراق، پھوٹ اور اختلاف ہے۔

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

جنابِ صدر!

آج ہم ایک ہوجائیں، نیک ہوجائیں، متحد ہوجائیں، انتشار ختم کردیں، متفق ہوجائیں، اختلاف ختم کردیں، فرقہ واریت، اقرباء پروری، رشوت ستانی، تعصب، خودغرضی، بددیانتی، ملاوٹ، ڈاکہ زنی، کے اژدہا کو محبت ومودت، اخوت و بھائی چارہ اور اتحاد واتفاق کے آہنی راڈ سے کچل دیں تو ہم حفظ حرم اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا فریضہ بطریق احسن ادا کرسکتے ہیں۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

والسلام

اقبال کا تصورمردِ مومن

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صاحب صدر معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو! آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کی سعادت نصیب ہو رہی ہے وہ ہے: ''اقبال کا تصور مردِ مومن''

معزز سامعین!

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا تصور مردِ مومن کوئی نیا تصور نہیں ہے۔ یہ وہی تصور ہے جو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا۔ یہ وہی تصور ہے جو بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا۔ یہ وہی تصور ہے جو فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا۔ یہ وہی تصور ہے جو خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے نوے لاکھ کو کلمہ پڑھا کر پیش کیا۔ یہ وہی تصور ہے جو داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور کی مسجد میں کعبہ دکھا کر پیش کیا۔ یہ وہی تصور ہے جو بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے معاصرین میں اپنا لوہا منوا کر پیش کیا۔ یہ وہی تصور ہے جو غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے ہر چاند کی گیارہ کو میلادُ النبیؐ کی محفل سجا کر پیش کیا۔ یہ وہی تصور ہے جو حضرت امام حسینؑ نے سر نیزے پر چڑھا کر پیش کیا۔ یہ وہی تصور ہے جو حضرت صدیق اکبرؓ نے غار میں سانپ سے ڈسوا کر پیش کیا۔ یہ وہی تصور ہے جو محسنِ کائنات نے طائف کے میدان میں تبلیغ کے دوران پتھر کھا کر پیش کیا۔ یہ وہی تصور ہے جو اللہ تعالیٰ نے مردِ مومن کو اپنا خلیفہ بنا کر پیش کیا۔

صاحبِ صدر!

علامہ اقبالؒ نے اپنی ساری زندگی اس مساعی جمیلہ میں گزاری کہ انسان جس مقصد کے لیے تخلیق ہوا ہے اسے پورا کرے اور کامل مردِ مومن کا کردار ادا کرے۔ وہ اپنے کردار سے، گفتار سے،

تصورات ونظریات سے حقیقی اسلامی معاشرے کو استحکام بخشنے کے لئے کار ہائے نمایاں سرانجام دے۔توحید کے نور اور رسالت کی شمع سے اپنے دل کو منور و مستنیر کرتے ہوئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے۔

جو کرنی ہے جہانگیری محمدؐ کی غلامی کر
عرب کا تاج سر پر رکھ خداوند عجم ہو جا

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ جب خودی کی بات کرتے ہیں تو وہ نہیں چاہتے کہ کوئی شخص اس صفت سے متصف ہو کر گردن میں سریا ڈالے، اپنے ہاتھ پشت پر باندھے، زوردار قدم اٹھائے، طوطا چشم بنے، تحقیر آمیز انداز اپنائے، لہجے میں فرعونیت بھری آواز ہو اور وہ گلشنِ کائنات کے ہر برگ و بار کو مسلتا پھرے، وہ تو اس وصف سے متصف ایسا مردِ قلندر اور مردِ مومن دیکھنا چاہتے ہیں جو عروس وگیتی کو سنوارے اور اس کے گیسوؤں میں توحید و رسالت کی مشاطگی کرے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

غافل نہ ہو خودی سے کر اس کی پاسبانی
شاید کسی حرم کا ہے تو بھی آستانہ

معزز سامعین!

ڈاکٹر صاحب ایک ایسے مردِ مومن کے خواہشمند ہیں جو گھر میں ہو اولاد کے لیے اچھا باپ ہو، بیوی کے لیے اچھا خاوند ہو، بازار میں ہو تو معاشرے کا اہم فرد ہو، مسجد میں ہو تو اسلام کا عظیم مبلغ ہو، خاندان میں ہو، کچہری میں ہو، نرغۂ دشمنان میں ہو یا احباب کی محفل میں جہاں کہیں بھی ہو، اسلامی روایات کا امین ہو، اس کی گال سے، اس کی چال سے اس کی ڈھال سے، اس کے کردار سے، اس کی گفتار سے، اس کی رفتار سے سلف صالحین کی یاد تازہ ہو رہی ہو۔

گزر جا بن کے سیل تند رو کوہ و بیاباں سے

گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

جنابِ صدر!

آج ہم اپنا کھویا ہوا وقار بحال کرنا چاہتے تو تعلیمات اقبال رحمۃ اللہ علیہ جو قرآن وحدیث کا خلاصہ ہیں ان پر عمل پیرا ہونا ہوگا۔ بغیر عمل کے زبانی نعرہ بازی میں کوئی منفعت نظر نہیں آتی۔

خود عمل تیرا ہے صورت گر تیری تقدیر کا
شکوہ کرنا ہو تو اپنا کر مقدر کا نہ کر

والسلام

کہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں''

صدرِ ذی وقار!

امید پر دنیا قائم ہے، امید سے گلشن ہستی میں بہار ہے، امید سے رخِ کائنات پر نکھار ہے، امید پر سب کا دارو مدار ہے، امید پیامِ مسرت ہے، امید عیش وعشرت ہے، امید ضرورتِ وقت ہے، امید سے تعلق نعمت ہے۔

جنابِ صدر!

امید بر نہ آئے تو آفتاب مسرت گہنا جاتا ہے۔ گلستانِ حیات میں خزاں آجاتی ہے۔ شجر سایہ دار کے نیچے خس وخاشاک اُگ آتے ہیں، یہ خودرو غیر مفید پودے فضا کو آلودہ کرتے ہیں، مایوسی و پژمردگی کے سائے بڑھنے لگتے ہیں، یاس واُمید کا فقدان ہو جاتا ہے، نا امیدی کا مردار گدھ ماحول کو تعفن کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

صدرِ محترم!

آرزو پوری نہ ہو تو خواب پورے نہیں ہوتے، قلوب واذہان میں آسودگی نہیں آتی، حالات سازگار نہیں ہوتے، دل کے ارمان ادھورے رہ جاتے ہیں، زندگی کی بوقلمونیوں میں ٹھہراؤ آجاتا ہے، عزیز واقرباء، احباب واصدقاء کا قرب مفقود ہو جاتا ہے، زیست کی رعنائیاں دم توڑتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

جنابِ صدر!

کسان محنت کرنے اور کھیتی کشتِ زعفران نہ بنے، منصف شب و روز محنت کرے اور

درست فیصلہ نہ کر سکے۔خطیب کا روح پرور خطبہ بھی خاطر خواہ نتائج بر آمد نہ کر سکے، مجاہد کی سخت کوشی بھی دشمن کی یلغار کو روک نہ سکے، مدرس کی تدریس طلبا کے لئے سازگار اور سود مند ثابت نہ ہو، مصنف کی تصنیف نفع بخش مواد سے عاری ہو تو،

جنابِ صدر!

یہ وہ سحر نہیں جس کا انتظار تھا، یہ وہ نور نہیں جو علم کدہ حیات میں روشنی بکھیر دے، یہ وہ ضیا نہیں جس کی چمک سے زندگی کی شبِ دیجور کے نہاں خانے منور ہو جائیں، یہ وُہ آفتاب نصف النہار نہیں جس سے تاریکیاں چھٹ جائیں، یہ وہ ستارے اور نجوم نہیں جو ظلمت شب میں روشنی بکھیرتے ہیں، یہ وُہ بدر و ہلال نہیں جس کی چاندنی اکتاہٹیں اور گھبراہٹیں کافور کر دیتی ہے۔

صدرِ محترم!

زندگی کی بہاریں بھی تب اچھی لگتی ہیں جب دل کو سکون دیں، بادِنسیم کی اٹکھیلیاں بھی تب اچھی لگتی ہیں جب اندر اطمینان ہو، نسیم سحر کے جھونکوں سے تب مسرور ہوں گے جب نہاں خانہ دُل میں قرار ہو، سحر کا حسن، اس وقت دلفریب ہوگا جب دل کے غنچوں کو کھلا دے، اور اگر دل کو سرور، نظر کو نور، بدن کو فرحت اور دماغ کو مسرت نہیں بخشتی تو وہ سحر سحر ہی نہیں۔

جیسا موڈ ہو ویسا منظر ہوتا ہے
موسم تو انسان کے اندر ہوتا ہے

جنابِ صدر!

یہ تمام خوشیاں تب پوری ہوں گی جب ہماری غرض و غایت پایا تکمیل تک پہنچے گی۔ ہمارا مقصد تو تھا کہ ہمیں سکون ہوگا، اطمینان ہوگا، لیکن معاملہ اس کے برعکس نکلا، سچ کے لیے آگے بڑھے، جھوٹ مقدر بنا، شجاعت کے لیے قدم بڑھایا بزدلی نے استقبال کیا، امانت کے ہاتھ پھیلائے خیانت سے واسطہ پڑا، سپیدہ سحر کے لیے جستجو کی ظلمت شب نے معانقہ کیا تو جناب صدر! ہم کیوں نہ کہیں کہ انتظار تھا جس سحر کا یہ وہ سحر تو نہیں۔

چراغ طور جلاؤ بڑا اندھیرا ہے
ذرا نقاب اُٹھاؤ بڑا اندھیرا ہے
وہ جن کے ہوتے ہیں خورشید آستینوں میں
انھیں کہیں سے بلاؤ بڑا اندھیرا ہے

محترم صدر!

ہمارے سلف صالحین نے اس خطہ کے لئے قربانیاں دیں، گھر بار چھوڑے، عورتیں بیوہ ہوئیں، بچے یتیم ہوئے، پھر جا کر یہ دولت نصیب ہوئی، یہ وطن ہمارا مقدر بنا، اس کے در و دیوار ہمارے سکون کا سبب بنے، یہاں ہم نے سکون کا سانس لیا، اپنے دین کے مطابق زندگی گزارنا شروع کی، اور اپنی روایات کو اسلامی شکل دی۔

جنابِ صدر!

مقصد تو یہی تھا کہ زندگی اسلامی ہوگی، شب و روز اسلام کے مطابق گزاریں گے، آزادانہ طرز حیات پر عمل ہوگا، اسلام کی یہ سحر مؤذن کی اذان سے ہوگی، تلاوتِ قرآن سے ہوگی، نبیؐ پر درود و سلام سے ہوگی، پاکستان میں اخوت ہوگی، اس ارض پاک میں ہر چیز خالص اور پاک ہوگی، اس کی فضاؤں میں، اس کی ہواؤں میں، اس کے کوہساروں میں، اس کی آبشاروں میں، اس کے کھیتوں کھلیانوں میں، اس کی چٹانوں اور میدانوں میں ایک انفرادیت ہوگی۔ لیکن

محترم صدر!

ہم نے اس سے جدا پایا، یہاں دہشت گردی ہے، یہاں وحشت ہے، یہاں گراوٹ ہے، یہاں ملاوٹ ہے، یہاں اقرباء پروری ہے، یہاں رشوت ستانی ہے، یہاں دھوکہ دہی ہے، یہاں فریب کاری ہے، یہاں تعصب ہے۔ یہاں فرقہ واریت ہے، یہاں خون ریزی ہے۔

محترم صدر!

اب مجھے یہ کہنے دو!

یہ داغ داغ اجالا یہ شب گزیدہ سحر
کہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں

والسلام

کھیلوں کا کردار پر اثر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب شاہینو! آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع فراہم کیا گیا ہے وہ ہے: ''کھیلوں کا کردار پر اثر''

معزز حاضرین!

جہاں تک کردار کا تعلق ہے یہ قوموں کی زندگی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ تعلیمات اسلام اور عبادات دین کا اگر بنظرِ غائر مطالعہ اور مشاہدہ کیا جائے تو جو چیز سامنے آتی ہے وہ اچھے کردار اور اخلاق کی تخلیق ہے۔ جملہ احکام الٰہیہ بھی ایک انسان میں اچھے کردار اور اخلاق کے متمنی ہیں۔ اور قرآن جس کا موضوع انسان ہے وہ بھی ایک اچھے انسان کا خواہش مند ہے۔ جو دین و دنیا میں ہر لحاظ سے کامیاب ہو۔ بقول شاعر:

بات کردار کی ہوتی ہے وگرنہ عارفؔ
قد میں انسان سے سایہ بھی بڑا ہوتا ہے

ذہین انسان ہی باکردار ہوتا ہے۔ ماہر نفسیات کہتے ہیں کہ ذہن جب باہر آتا ہے تو کردار بن جاتا ہے کردار جب اندر جاتا ہے تو ذہن بن جاتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

یہ موضوع بہت طویل ہے میں صرف مذکورہ موضوع پر چند گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ تاریخِ اقوام عالم پر نظر دوڑائیں تو کاروبار اور محنت و مشقت کے ساتھ ساتھ آپ کو ایسے لمحات بھی دکھائی دیں گے جن میں تفریح اور کھیل کود کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ کھیل کود کا تصور اسلام میں بھی موجود ہے کہ

محسنِ کائنات حضرت محمدؐ نے بھی تیراکی اور دوڑ کے مقابلوں میں حصہ لیا۔ کھیل اور تفریحی پروگرام کردار پر بڑا اچھا اثر ڈالتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر ممالک کی طرح پاکستانی نظام تعلیم میں اور اوقات تعلیم و تدریس میں بھی باقاعدہ ڈرل کا پیریڈ ہوتا ہے۔ جس میں فریکل انسٹرکٹر مقررہ مشقیں کرواتا ہے اور طلباء دوبارہ ذہنی مشقت برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

حالات کے قدموں میں قلندر نہیں گرتا
تارا کوئی ٹوٹے تو زمیں پر نہیں گرتا
گرتے ہیں سمندر میں بڑے شوق سے دریا
لیکن کسی دریا میں سمندر نہیں گرتا

میری ملت کے نوجوانو!

کھیل انسان میں ایک اچھی خصوصیت پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ کھلاڑی نظم وضبط کی پابندی کرنا سیکھتا ہے۔ یہ بات متعدد بار مشاہدے میں آئی ہے کہ جونہی ریفری کی وسل بجی کھلاڑی جس پوزیشن میں بھی ہو فوراً کھیل چھوڑ دیتا ہے اور ریفری کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور یہ عادت ساری زندگی اس کی خصلت ثانیہ بن جاتی ہے۔

دوسری اہم خصوصیت جو ایک PLAYER میں درآتی ہے وہ قوت برداشت ہے کھیل کے دوران جیسے بھی حالات ہوں ایک کھلاڑی کو ان سے واسطہ پڑتا اور وہ ان کو خوشدلی سے برداشت کرتا ہے حالانکہ وہ اس وقت عارضہ ہتھیار سے مسلح ہوتا ہے یعنی لکڑی کی کوئی نہ کوئی چیز اس کے پاس ہوتی ہے وہ چاہے تو ہنگامہ برپا کر دے لیکن چونکہ کھیل کے قوانین کی پابندی کھیل کا حصہ ہے اس لیے وہ قوت وسطوت کے ہوتے ہوئے بھی کھیل کے میدان کو میدان کارزار نہیں بناتا۔ کھیل اس کے کردار میں مثبت اثر ڈالتی ہے جو زندگی کے دیگر میدانوں میں بھی اس کے لیے مدد و معاون ثابت ہوتا ہے اور اعلیٰ کردار کے حامل لوگ ہی آسمان علم و دانش پر مہرہ و ماہ بن کر چمکتے ہیں

کسی انگریز دانشور کا قول ہے کہ

If Wealth is lost nothing is lost
If Health is lost something is lost
If character is lost
everything is lost

الغرض کھیل سے انسان وقت کی پابندی، نظم وضبط کی پابندی، قوت برداشت، تحمل و بردباری ،خوش اخلاقی ، ذہنی ہم آہنگی ، خدمت خلق ، جذبہ مسابقت جیسی عظیم صفات سے متصف ہوتا ہے اور پھر ان صفات کا حامل شخص گھر پر، محلّہ پر، علاقہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اور ایک عظیم معاشرے کی تشکیل کا سبب بنتا ہے۔ جو ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ملک وقوم کی خدمت کے جذبے سے سرشار فرمائے۔ آمین!

والسلام

معاشرے کی تعمیر وترقی میں طلباء کا کردار

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز سامعین اور میرے ہم مکتب شاہینو! آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کرنی ہے وہ ہے:''معاشرے کی تعمیر وترقی میں طلباء کا کردار''

جنابِ صدر!

طالب علم معاشرے کا ایک اہم جزو ہے، ایک اہم حصہ ہے، معاشرے کی تسبیح کا ایک اہم دانہ ہے، ایک اہم شمار ہے، طالب علم کا وجود گھر کے لیے، خاندان کے لیے، معاشرے کے لیے، ملک وقوم کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ معاشرہ جس میں طالب علم کا کوئی کردار نہ ہو وہ حقیقت میں معاشرہ کہلانے کا حق دار نہیں ہے۔

صاحبِ صدر!

ایک ہونہار طالب علم جب علمی درسگاہ کے زیور سے مزیّن اور مرصّع ہوکر خانگی، معاشرتی، سیاسی اور قومی ماحول میں قدم رکھتا ہے تو اس کا وجود پورے ماحول کو متاثر کرتا ہے، اس کی گفتگو، اس کی نشست و برخاست، اس کا قیام وقعود معیاری ہوتا ہے، اس کا اندازِ جہاں بانی منفرد اور یکتا ہوتا ہے، اس نے دورانِ تدریس صحت منداور مفید نصاب کے اوراق اسود کی ورق گردانی کی ہوتی ہے۔

جنابِ صدر!

اس نے اگر منافقت کا باب پڑھا ہوتا ہے تو ریا کاری اور منافقت سے دور رہ کر اپنی زندگی گزارتا ہے، گل سرسبز کی طرح مضافاتی علاقے کو معطر رکھتا ہے، جو تعلیمی ادارے میں پڑھتا ہے اس پر من وعن عمل کرتا ہے، اس کی زندگی عوام النّاس کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ہوتی ہے۔

معزز سامعین!

ایک ذی فہم وفراست اور ذی شعور طالب علم، علم و دانش کے نشتر سے معاشرے کے وجود سے جہالت، نفرت، بغض، حسد، ریا کاری، نمود ونمائش، اقرباء پروری، رشوت ستانی، اور سود خوری کے ناسور کو ختم کرنے کے لیے کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ طالب علم کا وجود ہی سراپا محبت ہوتا ہے اگر وہ با مقصد علم کی تحصیل میں شب و روز گزار رہا ہو

حصولِ علم ہی اک مشغلہ ہے اہل جنت کا
محبت کا، مروت کا ، مودت کا ، اخوت کا

صدرِ محترم!

سرکارِ دو عالمؐ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ علم حاصل کرو گود سے لے کر گور تک۔ اسی طرح طالب علم ساری زندگی طالب علم ہی رہتا ہے علم کی جستجو میں کوشاں رہتا ہے، میدانِ علم و دانش کی شاہسواری کا آرزو مند رہتا ہے، آسمان علم وآگہی کا آفتاب و ماہتاب بننے کی خواہش ہمیشہ انگڑائیاں لیتی رہتی ہے۔

صدرِ ذی وقار!

معاشرے کی تعمیر وترقی میں طلباء کا کردار اوران کی مساعی جمیلہ روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے خوابیدہ قوم کو غفلت سے بیدار کیا تو وہ طالب علم تھے، جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی قوم کی باگ ڈور سنبھالی تو وہ بھی ایک طالب علم تھے، الطاف حسین حالی، مرزا غالب، میر تقی میر، میر انیس، ڈپٹی نذیر احمد، محمد حسین آزاد، یہ سب طالب علم ہی تھے جنہوں نے عمر بھر تحصیل علم کے لیے کاوش کی اور ملک وقوم کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ معاشرے کی تعمیر وترقی میں طلباء کے کردار کی ہر تہذیب، ہر مسلک، ہر مشرب اور ہر ملک معترف ہے۔

ناخدا تم ہو ہماری ناؤ کے
آنے والا کل تمھارے ہاتھ ہے

والسلام

آزادی ایک انمول نعمت ہے

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پڑی وطن کو ضرورت اگر تو ہم دیں گے
لہو کا تیل چراغوں میں روشنی کے لیے

صدرِ فطین، اساتذہ متین اور سامعین باتمکین السلام علیکم! میں آج جس موضوع پر لب کشائی کی جسارت کرنے جا رہا ہوں، اس کا عنوان ہے: ''آزادی ایک انمول نعمت ہے''

ہم نے سوکھی ہوئی شاخوں پہ لہو چھڑکا تھا
پھول اگر اب بھی نہ کھلتے تو قیامت کرتے

صدرِ ذی وقار!

آزادی خدا کی بہت بڑی نعمت ہے اور اس نعمت کا شکر ادا کرنا سب سے بڑی سعادت ہے۔ شکر دراصل نعمت کی فراوانی کا سبب ہوا کرتا ہے اور کفرانِ نعمت، نعمت کے زوال کا باعث بنتا ہے۔

سامعین محترم!

آیئے! آج ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر جھانکیں کہ ہم نے آزادی کی نعمت کا کس حد تک شکر ادا کیا ہے اور خدا اور مخلوقِ خدا سے جو وعدے کیے تھے، انہیں کہاں تک پورا کیا ہے؟

صدرِ ذی وقار!

ہم نے نعرہ لگایا تھا کہ ''ہم پاکستان میں قرآن کا قانون جاری کریں گے۔ نبی کریمؐ کی سنت کی روشنی میں زندگی کا سفر طے کریں گے، نیکی کا علم بلند کریں گے اور بدی کو سرنگوں کر کے چھوڑیں گے، گناہوں کی اندھیری رات میں نیکی کے دیئے جلائیں گے اور شب تیرہ کی تیرگی کا جنازہ نکال کر دم لیں

گے۔ جبر واستبداد کی کالی گھٹائیں چھٹ جائیں گی ،عدل وانصاف کا قاضی محمود وایاز کو ایک صف میں کھڑا کردے گا، غربت کے مہیب سائے رخصت ہو جائیں گے، تنگدستی اور محتاجی کے عفریت کو منہ کی کھانی پڑے گی ،خوشحالی کا آفتاب طلوع ہوگا اور افلاس زدہ انسان امن وعافیت کے گہوارے میں خوشی کے نغمے گاتے ہوئے زندگی بسر کریں گے۔"

ھاں سامعینِ محترم!

یہ تھے وہ مقاصد جن کے حصول کے لیے برصغیر کے لاکھوں بلکہ کروڑوں انسانوں نے ناقابل فراموش قربانیاں دیں۔ ہاں ایسی ارضِ پاک کے لیے ہمیں آگ اور خون کے دریاؤں سے گزرنا پڑا۔ یہ پاکستان نہ تو حسینوں کی اداؤں سے بنا اور نہ ہی مغنیہ کی صداؤں سے بنا، اور نہ ہی رقص وتبسم کا کرشمہ ہے، یہ نہ حنا آلود ہاتھوں کی مہک سے اور نہ ہی مشاطگی کے انداز ساحرانہ سے وجود میں آیا۔ اس کی نقش گری نہ تو سہاگ رات کی رنگ رلیوں میں ہوئی اور نہ ہی حجلۂ عروسی میں۔ جی ہاں ! لاکھوں مسلمانوں کی گردنیں اس کی نذر ہوئیں، جوانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی ، دختران اسلام کے سہاگ اجڑے، غیرت مند باپ اور غیور بھائیوں کے سامنے ان کی عصمتوں کو تار تار کیا گیا اور کتنی ہی بے گوروکفن لاشیں گنگا اور جمنا کے آبِ رواں میں تیرتی رہیں۔ ہاں ہاں میں چیخ چیخ کر یہ کہتا ہوں کہ یہ وہی ارضِ پاک ہے جسے گمنام شہیدوں کے خونی سیلاب نے رنگینی بخشی۔ (ماخوذ)

مگر افسوس کہ آج ہم نے آزادی کا مفہوم ہی بدل ڈالا، ہم نے اس کا مقصد ہی کچھ اور سمجھ لیا۔

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے
سود ایک کا لاکھوں کے لیے مرگِ مفاجات

صدرِ ذی وقار!

آج ہمارا عجب حال ہو چکا ہے، ہماری زندگی کے سیاسی، معاشی، معاشرتی اور تہذیبی بلکہ تمام پہلو چوپٹ ہو چکے ہیں، ایک بے ترتیبی اور انارکی ہے جو چہار سو پھیلی ہوئی ہے اور یوں لگتا ہے کہ ہمارا

شعور، ہمارا احساس اپنی موت آپ مر چکا ہے اور جب قوموں کے ذہن مردہ ہو جائیں اور احساس باقی نہ رہے تو قوم کی ذہنی پستی اسے اغیار کی دہلیز پر جھکنے کے لیے مجبور کر دیتی ہے اور جب قومیں خانہ اغیار کا طواف کرنے لگتی ہیں تو آبا وٗ اجداد کی میراث گم ہو جایا کرتی ہے۔

میرے طالب علم ساتھیو!

آخر میں آپ سے یہی التجا ہے کہ اپنے آبا وٗ اجداد کی اس میراث کو گم نہ ہونے دینا، میری اس ارضِ پاک کو غیروں کے حوالے نہ ہونے دینا، اسے خودکش حملے کرنے والوں اور دہشت گردوں کے حوالے نہ کرنا، میری اس ارضِ پاک پر کوئی آنچ نہ آنے دینا، آزادی کے خالی نعرے ہی نہ لگاتے رہنا۔ اقبال اور قائد کی کی بیقرار روح کا بھی دھیان رکھنا۔

مناؤ جشن آزادی مگر اس احتیاط کے ساتھ
کسی چراغ کی لو سے کسی کا گھر نہ جلے

والسلام

اقبال کا شاہین

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کرنی ہے وہ ہے: ''اقبال کا شاہین''

جنابِ صدر!

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اشعار میں جو لفظ شاہین استعمال کیا ہے، اس سے مراد ان کی صرف ظاہری طور پر نظر آنے والا شاہین نہیں ہے، صرف ایک معروف پرندے کے طور پر ذکر کیا جانے والا شاہین نہیں آسمان کی بلندیوں پر محوِ پرواز طائر نہیں ہے۔

جناب صدر!

شاہین سے مراد وہ نوجوان نسل لیتے ہیں، شاہین کی خصوصیات وہ نوجوان نسل میں پیدا کرنا چاہتے ہیں، نوجوان نسل کی اصلاح ہی ان کے لیے تعمیر وطن میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے، وہ شاہیں کا ذکر کر کے انسانیت کو ان کا اصل مقام دلانے کی مساعی جمیلہ کرتے ہیں، وہ شاہین کی خصوصیات کے قائل ہیں، وہ نوجوان نسل کو ارفع مقام پر متمکن کرنے کے خواہشمند ہیں۔

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

صدرِ ذی وقار!

اقبال کا حکیمانہ فلسفہ ''شاہین کے روپ میں ہمیں یہ باور کراتا ہے کہ مسلمان کا مقصد حیات اس سرزمین پر خلافت الٰہی قائم کرنا ہے، دینِ اسلام کا بول بالا کرنا ہے، اپنے فکر و عمل سے سنسار

کوگلزار بنانا ہے، بلندی کردار اور پختگی اعمال سے اس جہاں کو امن و آشتی کا گہوارہ بنانا ہے۔علم و حکمت کی روشن کرنوں سے دنیا پر چھائی گھٹاٹوپ تاریکیوں کو ختم کرنا ہے، اس لیے علامہ اقبالؒ نوجوان نسل سے یہ تمنا اور امید لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ شاہین کی طرح اپنی بلند ہمتی، عمل پیہم، جہدِ مسلسل، انتھک کوشش سے اپنے اوپر چھائی ہوئی سستی، کاہلی اور جہالت کو اُتار پھینکیں۔

جھپٹنا، پلٹنا ، پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ

صدرِ محترم!

ملت اسلامیہ کو آج پہلے سے زیادہ خطرات لاحق ہیں، فرعون صفت باطل قوتیں اپنے بھیانک عزائم سے ظلم وستم، جبر وتشدد، درندگی وسفاکی کی نئی تاریخ رقم کر رہی ہیں۔طاغوتی طاقتیں مسلمانوں کے وسائل ہڑپ کر رہی ہیں۔ذہن خریدے جا رہے ہیں، نصاب تعلیم بدلے جا رہے ہیں، اسلام دشمن قوتیں اس امت کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے جمع ہو چکی ہیں۔اس وقت شاہین جیسی بلند پروازی اور ہمت وحوصلے کی اشد ضرورت ہے۔

محترم صدر!

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح اپنے افکار کے ذریعے قوم میں بیداری پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اس طرح نسلِ نو کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے شاہین کا استعارہ استعمال کیا ہے، وہ چاہتے ہیں کہ نوجوان نسل سے ایسے افعال سرزد ہوں جو قابلِ صد مبارکباد ہوں۔وہ یہ نہیں چاہتے کہ میری ملت کا نوجواں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے، اور من وسلویٰ کا انتظار کرتا رہے، وہ اپنے ملت کے نوجوانوں میں شاہین صفت پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ جس طرح شاہین کسی کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا اس طرح تو بھی صرف اپنے قوت بازو پر بھروسہ کر، کسی پر اعتماد نہ کر اسی میں ملک وقوم کی بقا اور اسی میں دنیوی واُخروی کامیابی ہے۔

چڑیوں کی طرح، دانوں پہ گرتا ہے کس طرح
پرواز رکھ بلند کہ بن جائے تو عقاب

والسلام

میں اک اور اقبال کے انتظار میں ہوں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز سامعین اور میرے ہم مکتب شاہینو! آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کرنی ہے وہ ہے:''میں اک اور اقبال کے انتظار میں ہوں''

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

جنابِ صدر!

اقبال رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابغۂ روزگار اور عظیم المرتبت شخصیت صدیوں بعد پیدا ہوتی ہے۔ان کے افکار و خیالات،نظریات اور عمل کے اثرات صدیوں تک منارۂ نور کی طرح جھلملاتے رہتے ہیں۔خالق کائنات نے اقبال کو ایسی قوت ادراک اور بصیرت عطا فرمائی تھی کہ جو کائنات کے سربستہ رازوں کو دیکھنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔وہ ایک مسلمان کی طرح سوچتے اور مومن کی طرح محسوس کرتے تھے۔وہ دیدہ ور اور دانائے راز تھے۔آپ نے حکیم الامت بن کر ملت اسلامیہ کے مرض کہن کی نشاندہی کی۔قرآنی فکر اور فلسفہ سے اسے دور ہٹانے کی کوشش کی ، اقبال کی فکر اور وجدان کا ماٰخذ اور مرکز عقیدہ توحید اور رسالت ہے۔یہ وہ بنیاد ہے جس نے روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو یکجا کر دیا ہے۔

ٹپک اے شمع آنسو بن کے پروانے کی آنکھوں سے
سراپا درد ہوں حسرت بھری ہے داستاں میری

معزز سامعین!

اقبال رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے تھے کہ مسلمان تارک قران ہو کر خوار ہوئے ہیں۔ اس لیے آپ مسلمانوں کی حالت زار پر بہت رنجیدہ تھے۔ ذات پات، رنگ، نسل، ملک وقوم کی تقسیم نے مسلمانوں سے ان کا جو حقیقی مشن چھین لیا ہے۔ فکروعمل کی دوری سے مسلمان کمزور ہوتے چلے گئے۔ اپنے مقصد حیات سے دور ہٹنے کی وجہ سے غیروں کی محکومی انکا مقدر بن گئی۔ انتشار وافتراق نے ان کی رہی سہی طاقت بھی ختم کر دی۔ ان حالات میں اقبال نے حسرت و یاس میں امید کی ایک کرن دکھائی۔ ان کو ایک خدا، ایک رسول اور ایک مرکز کی طرف واپس لانے کی سعی کی۔ اپنے اجداد کے کارناموں پر فخر اور عمل پیرا ہونیکی تلقین کی۔ بکھرے ہوؤں کو ایک ہی تسبیح میں پرونے کی کوشش کی۔ ملت سے رابطہ استوار رکھنے کا درس دیا۔ شاہین جیسی صفات اور مردِ مومن جیسے کمالات پیدا کرنے کا حوصلہ دیا تا کہ قرآنی فکر اور اسوۂ رسولؐ پر عمل پیرا ہو کر اقوام عالم میں کھویا ہوا مقام حاصل کریں۔

جنابِ صدر!

ملت اسلامیہ کو آج پہلے سے زیادہ خطرات لاحق ہیں ،فرعون صفت باطل قوتیں اپنے بھیانک عزائم سے ظلم وستم، جبروتشدد، درندگی وسفاکی کی نئی تاریخ رقم کر رہی ہیں۔ طاغوتی طاقتیں مسلمانوں کے وسائل ہڑپ کر رہی ہیں۔ ذہن خریدے جا رہے ہیں، نصاب تعلیم بدلے جا رہے ہیں، اسلام دشمن قوتیں اس امت کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے جمع ہو چکی ہیں۔

نشاں یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا
کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں
کمالِ صدق و مروت ہے زندگی ان کی
معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تقصیریں

عزیز ساتھیو!

حسرت و یاس کی اس دلدل میں بندگانِ خدا کی نگاہیں رہ رہ کر آسمان کی طرف اُٹھ رہی ہیں

اور رب العالمین کے حضور دعا کر رہی ہیں کہ ''اے اللہ ہمیں اقبال جیسا مردِ قلندر، درویش صفت، مد بر ورہبر عطا فرما۔''

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

جنابِ صدر!

میری نگاہیں آج بھی اس عامل قرآن کی راہ تک رہی ہیں، جو ماضی کا تجربہ رکھتا ہو، حال پر گرفت رکھتا ہو اور مستقبل میں جھانکنے کا ملکہ رکھتا ہو۔ میں اس کے انتظار میں ہوں جو بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم لے چلے۔ میں اس معلم کے انتظار میں ہوں جو ہمیں عدالت، شجاعت، امانت اور صداقت کا علم پڑھائے، میں اس امام کے انتظار میں ہوں جو حقِ امامت ادا کرے، میں اس ہستی کے انتظار میں ہوں جو میرے اسلاف کے کارنامے سنائے اور میرے اندر کا مردمومن جگا دے، میں اس مجاہد کے انتظار میں ہوں جس کے نعرۂ تکبیر سے دل سینوں میں دہل جائیں۔ شبستان لرز جائیں میں اس دانا کے انتظار میں ہوں جس کی آنکھوں کے سامنے کائنات کے اسرار ورموز آشکارا ہوں۔ ایسے رہنما کے انتظار میں ہوں جو صبح وشام بدلتے حالات، نئے رجحانات سے آگاہ ہو، ہر چیلنج سے نبرد آزما ہونا جانتا ہو، علم وعمل اور فکر کی حقیقت سے آشنا ہو۔ میں اس حکیم کے انتظار میں ہوں جو ملت کے مرض کہن کو بخوبی جانتا ہو اور اس کے علاج پر دسترس رکھتا ہو۔ میں ایک ایسے مسیحا کے انتظار میں ہوں جو مشکل میں پڑی امت کو سہارا دے۔ دنیا کے تمام نقشوں کو زیروزبر کردے اور اپنی مسیحائی کا حق ادا کردے۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ اے باری تعالیٰ ''میں اک اقبال کے انتظار میں ہوں'' میں نے یہ خواب دیکھا ہے، خواب پورا کردے۔ (آمین)

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ رُوح الامیں پیدا

والسلام

احساس مُروّت کو کچل دیتے ہیں حالات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تلک الایام نداولھا بین الناس -- صدق اللہ العظیم -

صدرِ ذی وقار معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع فراہم کیا گیا ہے وہ ہے: ''احساس مُروّت کو کچل دیتے ہیں حالات''

جنابِ صدر!

احساس سے مراد محسوس کرنا ہے، اور اس کا تعلق قوتِ عقل سے ہے جو عقل کی دولت سے مالا مال ہے، جو گلستانِ عقل و شعور کا گل سر سبز ہے، جو بحرِ آگہی کی اٹھتی ہوئی موج ہے، جو آسمان فہم و فراست کا قطب ستارہ ہے، جو میدانِ ادراک و وجدان کا شاہسوار ہے وہ احساس جیسی متاع گراں کا بھی مالک ہے۔ وہ نہ صرف جہاندیدہ ہے بلکہ گرم سرد چشیدہ بھی ہے۔

اگر چہ اس کائنات میں غیر ذوی العقول مخلوق بھی کچھ احساس کا پاس رکھتی ہے لیکن احساس کی تمام جزئیات وکلیات سے کماحقہٗ باخبر اشرف المخلوقات انسان ہی ہوتا ہے۔

بندوں میں خدا ڈھونڈ رہا، عشق کے بندے
میں عشق کے بندوں میں خدا ڈھونڈ رہا ہوں

معزز سامعین!

حواس خمسہ میں سے کسی حس کے ذریعے جب کوئی چیز معلوم کی جاتی ہے یا کسی کا ادراک حاصل کیا جاتا ہے تو وہ احساس ہی ہوتا ہے۔ قوت لامسہ، سامعہ یہ جملہ قوتیں معلومات اکٹھی کرتی

ہیں۔اگر خارجی عوامل کارفرما نہ ہوں اور یہ جملہ قوی قوانین فطرت کے مطابق عمل کررہے ہوں تو اس کائناتِ رنگ و بو کے گلستان میں بہار آجاتی ہے۔نرگس و گلاب کھلکھلا اُٹھتے ہیں، عنادل وقمریاں سریلے گیت گانا شروع کردیتی ہیں،ان کی آواز سے گلشن ہستی کا سارا ماحول خوشگوار ہوجاتا ہے۔فرمانِ الٰہی ہے کہ ہم لوگوں کے درمیان ایّام بدلتے رہتے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

مُروّت، رعایت، اخلاق اور انسانیت کا احساس ہی ایک ایسی صفت ہے جو انسان کو زمین کی اتھاہ گہرائیوں سے اُٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک لے جاتی ہے، اگر کسی کے ساتھ مروت ہوتی ہے تو اس کی ہیئت وصورت آنکھ کو بھلی بھلی لگتی ہے، کان اس کی آواز سن کر اپنے اندر رس گھلتا ہوا محسوس کرتے ہیں،اس کا اُٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا سب اچھا لگتا ہے،

صدرِ محترم!

دنیا میں ایسی بہت سی شخصیات گزری ہیں جن کو پسند کرنے والے بڑی مروت اور محبت سے انہیں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں اور ان کا احساسِ مروت دیدنی ہوتا ہے۔

افسانہ نگاری اور ادب سے پیار کرنے والے شیکسپیئر کو یاد کرتے ہیں۔

فن طب کے متوالے بوعلی سینا کے حالات کی ورق گردانی کرتے ہیں۔

اشتراکی نظریات کی رعایت کرنے والے نفیس اور کارل مارکس کی بات کرتے ہیں۔

ہندوازم کے رسیا نہرو اور مسٹر گاندھی کو موضوع خیال بناتے ہیں۔

جرأت و بہادری پسند کرنے والے رستم وسہراب کے کارنامے لکھتے ہیں۔

ظلم و بربریت کے خواہشمند ہٹلر کو تحریر کرتے ہیں۔

سفاکیت اور وحشت کو مروت کی نظروں سے دیکھنے والے چنگیز خاں اور ہلاکو خاں کے کارناموں کو قلمبند کرتے ہیں۔

جنابِ والا!

جس کو جتنی محبت، عقیدت، رواداری، مروت، لحاظ، کسی کے ساتھ رعایت اور قلبی لگاؤ ہوتا ہے وہ اتنا ہی اس کا ذکر کرتا ہے اور اتنا ہی اس کے ساتھ تعلق استوار کرتا ہے۔ احساس مروت اتنا ہی مستحکم ہوگا جتنا کسی کے ساتھ قلبی تعلق ہوگا۔ اور اتنا نحیف اور غیر مستحکم ہوگا جتنا قلبی تعلق کا فقدان ہوگا۔ وہ کتنا عظیم شخص ہوتا ہے جس کو مخلوق خدا سے محبت ہوتی ہے۔ بقول اقبال:۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہو گا

صاحبِ صدر!

مروت کا احساس برقرار ہے تو چاند کی چاندنی برقرار رہتی ہے، سورج کی روشنی برقرار رہتی ہے، ستاروں کی چمک برقرار رہتی ہے، سیاروں کی دمک برقرار رہتی ہے، چمنستانِ قلب و روح کی طراوت برقرار رہتی ہے۔ صحراؤں کی سنسناہٹ برقرار رہتی ہے، فضاؤں کی سرسراہٹ برقرار رہتی ہے، گلوں کی تازگی برقرار رہتی ہے، بادِ صباء کی فرحت برقرار رہتی ہے، فضاؤں میں موجود طیور کی بلند پروازی برقرار رہتی ہے، فلک بوس پہاڑوں کی رفعت و بلندی برقرار رہتی ہے، کلیوں کی چٹک برقرار رہتی ہے اور گلوں کی مہک برقرار رہتی ہے۔

معزز سامعین!

جب حالات بگڑ جائیں، ذہن پژمردگی کا شکار ہو جائے، اپنے پرائے بن جائیں، جانے انجانے بن جائیں، دوست دشمن بن جائیں، کھوٹے اور کھرے کی تمیز ختم ہو جائے، خودغرضی، خود پرستی، اقرباء پروری، رشوت ستانی کا دور دورہ ہو جائے، احساس مروت اور رواداری کا فقدان ہو جائے۔ تو وجود عدم میں بدلتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ہست نیست کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

محترم صدر!

احساس مروت جو حالات کے ظلم و استبداد کی چکی میں بری طرح پس چکا ہے جو زمانے کے دو پاٹوں کے درمیان بری طرح کچلا جا چکا ہے۔ جس کو زمانہ کی مسموم ہوائیں اپنے زہر ہلاہل سے

صفحہ ہستی سے مٹا چکی ہیں، ایسے میں عروسِ گیتی کے گیسوؤں میں مشاطگی ناممکن ہے۔گلستانِ ہستی میں نظر آنیوالے پھول حقیقت نہیں بلکہ کاغذ کے ہوتے ہیں۔

صاحبِ صدر!

جب احساس مروت حالات کی بھینٹ چڑھ کر ختم ہو جائے تو پھر تو واعظ کا وعظ کام دیتا ہے نہ ناصح کی نصیحت کام دیتی ہے، نہ صدیق کی صداقت کام دیتی ہے، نہ رفیق کی رفاقت کام دیتی ہے نہ خطیب کی خطابت کام دیتی ہے اور نہ فقیہ کی فقاہت کام دیتی ہے، کیونکہ ان کے ضمیر مردہ اور احساس مروت ختم ہو چکا ہوتا ہے۔کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:۔

حرم فروش فقیہوں کے حوضِ کوثر سے
مُغنیّہ کے لبوں کی شراب بہتر ہے

جنابِ والا!

انسان کے احساس مروت کو کچلنے والے عوامل کچھ خارجی ہوتے ہیں اور کئی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا تعلق داخلی طور پر ہوتا ہے۔اخلاقی بیماریاں اور عاداتِ قبیحہ جب انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہیں تو ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں جس سے رواداری، محبت، مودت، مروت، خوش اخلاقی، راست بازی، ایفائے عہد، دستگیری، مردم شناسی، قوانین کی پابندی، نظم وضبط کی پاسداری، جذبہ ایثار جیسی خصائل حمیدہ رُخصت ہو جاتی ہیں اور انسان کی ناؤ بحرِ ظلمات میں غوطے لگانا شروع کر دیتی ہے۔یہ جملہ بیماریاں انسان کے قلب اور روح کو زنگ آلود کر دیتی ہیں اور اس کو احساس تک نہیں رہتا۔احساسِ مروت کو حالات کے عفریت کے خوفناک جبڑوں نے کچل دیا ہوتا ہے۔بقول شاعر:۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دِل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

والسلام

ملکی ترقی میں نوجوانوں کا کردار

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم

صدرِ ذی وقار، معزز اساتذہ کرام اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع فراہم کیا گیا ہے وہ ہے: ''ملکی ترقی میں نوجوانوں کا کردار''

جنابِ صدر!

ملک کے ساتھ محبت وطن کے ساتھ محبت ہوتی ہے اور وطن سے محبت کی تائید دینِ اسلام بھی کرتا ہے۔ وطن اور ملک کے ساتھ ہمارا قلبی لگاؤ اس بات کا متقاضی ہے کہ ہم اس کی ہر شے کی حفاظت کریں۔ اس کے تحفظ اور بقا کی خاطر انتھک محنت کریں اس کی ترقی اور عروج کے لیے جہد مسلسل کریں۔

جنابِ صدر!

ملک کی ترقی سے مراد اشجار و احجار کی ترقی نہ ہے، صحراؤں دریاؤں کی ترقی نہ ہے، کھیتوں اور کھلیانوں کی ترقی نہ ہے، بلکہ اس سے مراد عوام النّاس میں شعور کو اجاگر کرنا ہے۔ اچھے برے کا فرق واضح کرنا ہے اپنے تعلیمی نصاب کو معاشرتی اقدار کے مطابق ترتیب دینا ہے، باشندگان ملک و ریاست کا عروج ہی دراصل ملک کی ترقی اور عروج ہے۔

جہانِ تازہ کی افکار تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا

صدرِ ذی وقار!

ملک کی ترقی میں نوجوان ایک عظیم کردار ادا کر سکتے ہیں وہ اپنی سوچ کو مثبت

کریں، پروپیگنڈہ پر اکسانے والی سوچ سے کنارہ کش ہو جائیں۔ حصولِ تعلیم کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔ اپنی زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہ کریں۔ ان کے انہی اقدام سے ہمارا ملک ترقی یافتہ اقوام کی صف میں کھڑا ہو جائے گا۔

جنابِ صدر!

ملکی ترقی میں نوجوان کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے، نوجوان کسی قوم کا عظیم سرمایہ ہوتے ہیں۔ اقوام ان سپوتوں پر ناز کرتی ہے۔ جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت ہو یا نظریاتی سرحدوں کی حفاظت نوجوان کا کردار لازوال ہوتا ہے، وہ ہر روز اپنے ملک کی ترقی کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

صدرِ محترم!

نوجوان انتھک محنت کے عادی ہوں گے تو وہ ہر میدان میں کامیاب و کامران ہوں گے۔ نوجوان ملک وقوم کی بہتری کے لیے احسن کردار ادا کر سکتے ہیں، نوجوان تعلیم کے میدان میں ،نوجوان کھیل کے میدان میں، صنعت کاری کے شعبے میں، زراعت اور کاشتکاری کے ڈیپارٹمنٹ میں ہو جہاں بھی ہوگا ملک کے لیے آفتاب و ماہتاب ہوگا۔

جنابِ صدر!

دنیا بھر کی اقوام نوجوانوں کی زندگیوں پر ناز کرتی ہیں۔ اس لیے کہ ان کے ذہن جواں ہوتے ہیں، امن کے اقوال وافعال میں ہم آہنگی ہوتی ہے، ان کے حواسِ خمسہ اپنی قوم اور ریاست کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں، نوجوان عاداتِ قبیحہ کو ترک کر دیں۔ ان کی قوت بصارت، ان کی قوت بصیرت، ان کی قوت سماعت کسی کج فہمی اور کور ذوقی کا شکار نہ ہو۔ ان کی سوچ کے دریچے اپنے ملک کے استحکام کے لیے ہوں، ان کے گلشن علم ومعرفت میں ملک وقوم کے گلہائے رنگارنگ کی بہتات ہو، ان کے میدان تصورات وتخیلات میں ملک وقوم کی محبت ومودّت کا اسپ تازی چھلانگیں لگا رہا ہو تو اس صورت میں نوجوان اپنی قوم اور ملک کے لیے اہم کردار ادا کر سکتے ہیں اور انہیں ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتے ہیں۔

والسلام

بچوں کے مشاغل

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدرِ ذی وقار اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع فراہم کیا گیا ہے وہ ہے: ''بچوں کے مشاغل''

جنابِ صدر!

بچہ بچہ ہوتا ہے خواہ وُہ دولت مند گھرانے میں پیدا ہوا ہو یا اس کی پیدائش فقر و فاقہ سے بھرپور ماحول میں ہوئی ہو، اس کے والدین ترنوالے والے ہوں یا افلاس و غربت کے مارے ہوئے، اس کے خاندان کا ایک نام ہو یا گلی کوچوں میں پڑے ہوئے تنکے کی طرح گمنام۔ بچہ والدین کو بہت پیارا اور آنکھ کا تارا ہوتا ہے۔ خواہ اس نے حریر و پرنیاں کا لباس زیب تن کیا ہو یا چیتھڑوں میں ملبوس غربت و افلاس کی تصویر بنے ہوئے اپنے کچے آنگن میں مٹی سے کھیل رہا ہو۔

صدرِ ذی وقار!

بچہ جو بھی ہے وہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے بعد اس کے والدین پر انحصار ہے کہ وہ اسے یہودی بنائیں یا نصرانی۔ بچے کی اپنی ایک دنیا ہوتی ہے۔ بچے کا اپنا ایک ذوق ہوتا ہے۔ بچے کی اپنی ایک نفسیات ہوتی ہے بچے کا اپنا ایک مشغلہ ہوتا ہے۔

معزز سامعین!

زمانہ رضاعت میں تو بچے کے مشاغل مختلف نوعیت کے حامل ہوتے ہیں، شیر خوار بچہ کبھی اپنی والدہ کی پھولدار قمیض کی طرف دیکھ کر محظوظ ہو رہا ہوتا ہے۔ کبھی اس کی انگلی روشن بلب کی طرف اٹھ رہی ہوتی ہے، کبھی اس کی آنکھ رنگین پردے پر ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے میں مشغول ہوتی ہے۔

سامعین حضرات!

یونہی بچے شیر خوارگی کی عمر سے آگے نکلتا ہے تو اس کے مشاغل تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس کی

سوچ کچھ پروان چڑھتی ہے اس کے ذوق میں تبدیلی آجاتی ہے اس کا انداز بدل جاتا ہے وہ پنگھوڑے میں لیٹے ہوئے چیخنے کو پسند کرتا ہے، کبھی چھوٹے بال کے ساتھ کھیلنے کو ترجیح دیتا ہے۔ کبھی بھاگتا ہے اور گر پڑتا ہے، چلتا ہے تو لڑکھڑانے لگتا ہے۔ ماں کے ساتھ لپٹتا ہے، باپ کے کندھوں پر سوار ہوتا ہے یہ عرصہ اس کا اسی طرح گزر جاتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

بچہ جب بھی سکول جانے کی عمر کو پہنچتا ہے تو اس کے مشاغل میں تبدیلی آجاتی ہے، اس کی گفتگو میں تبدیلی، اس کی نشست و برخاست میں تبدیلی، اس کی فہم وفراست میں تبدیلی، اس کی حرکات میں تبدیلی رونما ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ سکول کے ماحول میں اس کے مشاغل مختلف ہوتے ہیں۔ گھر کے ماحول میں اس کا انداز مختلف ہوتا ہے۔

جنابِ صدر!

یہی وقت ہوتا ہے بچوں کے سنورنے اور بگڑنے کا اگر اس وقت استاد کی شفقت، باپ کی محبت، ماں کا پیار بچے کے ساتھ وابستہ رہے اور وہ اس کی مناسب خطوط پر دیکھ بھال شروع کر دیں اور اس کو غلط ماحول سے منسلک ہونے سے بچائیں، صحت مند عادات اپنانے کی رغبت دلائیں کار آمد مشاغل کی طرف راہنمائی کریں تو ایک بچہ مستقبل میں ایک اچھا شہری اور پاکستانی بننے کے خواب کو شرمند تعبیر کر سکے گا۔

معزز سامعین حضرات!

اگر ایک بچہ سکول میں موجودگی کے دوران ہی اپنے مشاغل کا تعین کر لے تو اس کے لیے نہ صرف سودمند ثابت ہوں گے بلکہ صحتمند معاشرے کا اہم فرد بننے کے لیے بھی وہ ایک اہم کردار ادا کریں گے۔ پڑھنے والے بچے کے لیے مطالعہ کتب، ورزش جسمانی، کھیل، تحریر و تقریر سے دلچسپی، معلوماتِ عامہ، دینی پروگراموں میں حاضری، صحت مند مشاغل ہیں جس سے ایک بچے کی علمی، ادبی، جسمانی، روحانی صحت میں نکھار آجاتا ہے۔

تصوّر ہے جو کارِ خیر کا اس ذہن میں راشدؔ
تو موتی چن مشاغل کے تُو دنیا کے سمندر سے

والسلام

معاشی ترقی میں تعلیم کا کردار

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز سامعین اور میرے ہم مکتب ساتھیو!

آج مجھے جس موضوع پر لب کشائی کا موقع فراہم کیا گیا ہے وہ ہے: ''معاشی ترقی میں تعلیم کا کردار''

جنابِ صدر!

ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ معاشرے میں میرا مقام بلند ہو جائے ، مجھے لوگ امیر انسان تصور کریں۔ میرے مشوروں پر عمل کیا جائے ، میری رائے کو اہمیت دی جائے ، میری شخصیت مسحور کن ہوں ، میری عادات متوازن ہوں ، میرا اٹھنا بیٹھنا معیاری ہو ، میری نشت و برخاست میں آن بان اور شان کی جھلک نمایاں ہو۔ میں طلسماتی شخصیت کا مالک ہوں۔

جنابِ صدر!

ان تمام اعزازات کے حصول کے لیے درِ علم وحکمت پر دستک دینا پڑے گی ، اپنی معاشی حیثیت کو بحال کرنا ہوگا ، کیونکہ جس کے گھر میں خورد ونوش کا سامان نہ ہو ، اس کی سوچ کے انداز تبدیل ہو جاتے ہیں وہ صرف یہ سوچتا ہے کہ رات کا کھانا کہاں سے آئے گا ، بچوں کا پیٹ کس طرح پالا جائے گا ، بچوں کو ڈھانپنے کے لیے کپڑے کہاں سے آئیں گے۔ اس کو اور کسی بات سے غرض نہیں۔

محترم صدر!

معاشی ترقی کے لیے تعلیم اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تعلیم کے حصول سے نہ صرف انسان معاشی طور پر مضبوط ہو جاتا ہے بلکہ اس کی ترقی مثالی ہو جاتی ہے۔ جسمانی لوازمات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ تعلیم اس کو روحانی تازگی اور تراوٹ بھی فراہم کرتی ہے اور ناجائز ذرائع سے معاشی آسودگی کا خواہش مند تحصیل علم کے بعد اپنی اسی خواہش کی تکمیل میں کوشاں رہتا ہے۔

لاتی ہے گلستاں میں معیشت کی یہ بہار

تعلیم کی یہ جستجو ضائع نہیں جاتی

جنابِ صدر!

تعلیم انسان میں انسانیت پیدا کرتی ہے، صاحب علم کبھی چوری نہیں کرتا، علم کے زیور سے مرصّع انسان کبھی ڈاکہ زنی نہیں کرتا۔ علم کے آسمان کی بلندیوں پر محوِ پرواز شخص کبھی مردار پر نہیں گرتا، علمی محفلوں میں بیٹھنے والا عقاب کبھی گدھوں کی ہم نشینی نہیں کرتا، علم کی شمع سے منور کبھی معاشی نحوست کے اندھیروں سے نہیں گھبراتا۔ علم کے گلشن سے آتی ہوئی بادِ نسیم کبھی بھی دماغ کو معاش کے خطروں سے متعفن نہیں ہونے دیتی۔

صدرِ محترم!

علم ایک زیور ہے، علم ایک زینت ہے، علم کی دولت کبھی مفلس نہیں ہونے دیتی، علم وہنر سے مزیّن شخص معاش کے بارے میں مطمئن ہوتا ہے۔ معاش کے وہم وگمان اس کو پریشان نہیں کر سکتے۔ اس کی سوچ اس پریشانی سے کوسوں دور ہوتی ہے۔ دیگر شعبوں کی نسبت اگر ایک شخص تحصیلِ علم جو فرض ہے پر اپنے بچوں پر روپیہ یا مال صرف کرتا ہے تو ماہرین معاشیات شاہد ہیں کہ اس کا مال دیگر شعبوں میں لگائے گئے مال کی نسبت زیادہ منافع حاصل کرتا ہے۔

جنابِ صدر!

دیگر شعبوں میں صرف کیا گیا مال تو صرف ظاہر آمدنی کا سبب بنتا ہے اور ان میں نقصان کا گمان بھی رہتا ہے۔ لیکن علم حاصل کرنے کے لیے خرچ کیا گیا مال ضائع نہیں جاتا نہ صرف اسے معاشی طور پر مضبوط کرتا ہے بلکہ دیگر شعبوں میں بھی اس کے لیے فتح ونصرت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ہر میدان میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

آج اگر ہم اپنے آپ کو معاشی طور پر مضبوط بنانا چاہتے ہیں تو تعلیم کی طرف توجہ دینا ہوگی اس کے باعث ہم دیگر ممالک میں اپنا وقار بلند کر سکتے ہیں۔ خورد ونوش سے بے فکری دیگر شعبوں میں ترقی کا باعث بن سکتی ہے۔ معاشی پریشانیوں کے اندھیروں میں گھرا ہوا انسان دیگر شعبوں میں اہم کردار ادا نہیں کر سکتا ہے۔ اس مرض کے خاتمے کے لیے تعلیم کے ذریعے علاج ناگزیر ہے۔

والسلام

دورِ حاضر میں فنی تعلیم کی ضرورت

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز سامعین اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہارِ خیال کرنا ہے وہ ہے: ''دورِ حاضر میں فنی تعلیم کی ضرورت''

صدرِ ذی وقار!

علم ایک نور ہے، علم ایک روشنی ہے، علم ایک دولت ہے، علم ہی سے گلشن ہستی کے گل وگلزار میں تازگی اور طراوت ہے، علم ہی سے میدانِ حیات وزیست میں شاہسواری کی جاتی ہے، علم ہی کی بدولت آسمانِ علم ودانش پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکتا ہے۔

صدرِ محترم!

علم نام ہے واقفیت کا، علم نام ہے ادراک کا، علم نام ہے شعور اور قویٰ کو پروان چڑھانے کا، علم سے زندگی ہے، علم ہی بندگی کا انداز سکھاتا ہے، علم ہی سے نشت وبرخاست کا ڈھنگ آتا ہے، علم ہی سے لغت حجازی کا فرہنگ بنتا ہے، علم ہی سے تہذیب وتمدن کی فضاء ہموار ہوتی ہے۔

معزز صدر!

علم کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے، علم ہی کی بدولت آج ہم اپنی تاریخ سے باخبر ہیں، علم جو بھی ہو انسان کو انسانیت سکھاتا ہے، اگر علم نافع ہے تو صاحب علم کی قدریں بڑھ جاتی ہیں، اگر علم غیر نافع ہے تو صاحب علم اپنے آپ کو محفوظ ومامون رکھتا ہے۔

معزز صدر!

علم جب عقل وشعور کو منور کر کے اپنی روشنی کی کرنیں خارجی طور پر ظاہر کرتا ہے، صاحب علم کے اعضاء سے اس کا اظہار ہوتا ہے، ایک غنی کی شکل اختیار کرتا ہے۔ ایک ہنر کی صورت میں نظر آتا

ہے۔تو اس وقت اس کی اہمیت کو چار چاند لگ جاتے ہیں، معاشرے میں خوشحالی کے درواز وا ہو جاتے ہیں،غربت وافلاس کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔زندگی بارونق ہوجاتی ہے۔

معزز صدر!

فنی تعلیم کا حصول موجودہ دور میں جز ولاینفک ہے، ازحد ناگزیر ہے،جس معاشرے میں، جس قوم میں، جس ریاست میں، بے روزگاری عام ہو، مہنگائی کا دوردورہ ہولوگ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہوں ان کو فنی تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا ان کی راتوں کو لیلتہ القدر اور دونوں کو روز عید بنانا ہے۔

معزز صدر!

ہنرمند افراد معاشرے کے ماتھے کا جھومر ہوتے ہیں، وہ معاشرے کی، قوم کی، ملک کی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، ان کی توانائیاں، ان کے شعور کا تقدس ان کی ہنرمندانہ مہارتیں اپنی قوم کے ہر دور میں مشاطگی کرتی ہیں۔ یہ ہنرمند افراد اپنے ملک کا عظیم سرمایہ ہوتے ہیں۔

معزز صدر!

اس وقت جتنی ضرورت فنی تعلیم کی ہے کسی اور کی نہیں ہے، ایک ہنرمند لڑکی، ایک سلائی کڑھائی کا کام کرنے والی عورت اپنے گھر کے جملہ افراد کو غربت وافلاس کی دلدل سے نکال سکتی ہے، ایک پیشہ ورانہ مہارت رکھنے والا فرد کسی کا دست نگر نہیں ہوتا، چوبیس گھنٹے ان کی دہلیز پر خوشی دستک دیتی رہتی ہے۔

معزز سامعین!

دولت وثروت کا شاہین اس کے مکان کی منڈیر پر بیٹھا رہتا ہے۔اس کی جملہ ساعتیں بے فکری سے گزرتی ہیں، اس کے گھر کے کونے کھدرے دولت کی شمع سے منور ہوتے ہیں، اس کے گھر کا ماحول افلاس کی طاقتوں سے ناآشنا ہوتا ہے۔فنی تعلیم کی بدولت وہ فرد آسمان پر مہر نیم روز کی طرح چمکتا ہے تو پھر ہم کیوں نہ کہیں کہ فنی تعلیم دور حاضر کی اہم ضرورت ہے۔

والسلام

ٹیلی ویژن کی اہمیت

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم امّا بعد فاعوذ باالله من الشیطٰن الرجیم

بسم الله الرحمٰن الرحیم

معزز سامعین اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہارِ خیال کرنا ہے وہ ہے: ''ٹیلی ویژن کی اہمیت''

جنابِ صدر!

ترقی انسان کا مقدر ہے، یہ انسان ہمیشہ سے آگے بڑھتا آیا ہے مختلف قسم کی ایجادیں ہوئیں، مختلف حوالوں سے ترقی ہوئی، مختلف شعبوں میں انسان نے ترقی کیلئے سرتوڑ کوشش کی اور پھر اس میں کامیابی حاصل ہوئی، انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کے لیے جتنی کوشش کرتا ہے، جتنی کدوکاوش کرتا ہے، اس کو اس کی محنت کا پھل اللہ تعالیٰ ضرور عطا فرماتا ہے۔

صدرِ ذی وقار!

کچھ عرصہ قبل کی بات ہے کہ ریڈیو کی ایجاد نے دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا، اس میں ترقی ہوئی تو ٹیلی ویژن ایجاد ہو گیا، ٹیلی ویژن کی ایجاد ایک اہم ایجاد ہے، ریڈیو نے کائنات کی وسعتیں اور فاصلے سمیٹے اور انسانی آوازوں کو ہزاروں میلوں تک پہنچایا تو ٹیلی ویژن نے اس سے بڑھ کر کام کیا، اس نے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ آپ ٹیلی ویژن میں انسانوں کو گفتگو کرتے اور متحرک دیکھ سکتے ہیں۔

صدرِ محترم!

ہم ٹیلی ویژن میں انسانوں کو اپنی آواز میں، ان کی اپنی شکل وصورت میں، ان کے اپنے رنگ ڈھنگ میں، ان کے اپنے طور طریقوں میں دیکھ سکتے ہیں، ٹیلی ویژن کی ایجاد اس جدید دور

میں ایک نعمت سے کم نہیں ہے۔مختلف پروگرام پیش کرتا ہے۔مختلف علاقوں کی ثقافت سے متعارف کرواتا ہے،مختلف علاقوں کے خوبصورت مناظر سے قاری کی قوت بصارت کوتقویت دینے کا سبب بنتا ہے،تفریح کے مواقع پیش کرتا ہے۔

معزز سامعین!

پاکستان میں ٹیلی ویژن کی ابتدا1964ء میں ہوئی، ٹیلی ویژن کے ذریعےتعلیم وتدریس میں آسانی پیدا کردی گئی ہے۔پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں جہاں ایسے ایسے ادارے بھی موجود ہیں کہ ان میں فرنیچر موجونہیں ہےطلباء ٹاٹ پر بیٹھ کرتعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہیں۔کئی ایسے ادارے ہیں کہ عمارت نہیں ہے،لوگ کھلے آسمان تلےتعلیم حاصل کرنے پر مجبور ہیں، ٹیلی ویژن کے ذریعےاس کی کمی کوکسی حدتک دورکردیا گیا ہے۔ٹیلی ویژن پرعظیم اساتذہ عظیم ماحول میں تعلیم دے سکتے ہیں۔

صدرِ ذی وقار!

تعلیم کے میدان میں ٹیلی ویژن کا کردار بہت اہم ہےجس طرح ٹیلی ویژن پر سبق اچھی تیارکر کے پیش کیا جاتا ہےاس طرح عام کلاس میں سبق تیارکر کےنہیں پڑھایا جاتا، عام کلاس میں زیادہ سے زیادہ70 طلبا کومستفیض کیا جاسکے گا۔جبکہ ٹیلی ویژن پر لاکھوں طلباء اپنے گھر کے آنگن میں،اپنی اقامت گاہ کے دامن میں،اپنے بستر استراحت پر بیٹھ کرزیورِتعلیم سے آراستہ ہوسکتے ہیں اورعلمی شعور سے مالا مال ہوسکتے ہیں۔

صدرِ محترم!

ٹیلی ویژن سےتعلیم وتدریس کا دائرہ کاروسیع ترکیا جاسکتا ہے۔وہ ترقی پذیر ملک جہاں استادوں کی کمی ہو، جہاں سائنسی تجربہ گاہوں کی کمی ہو، جہاں آپریشن تھیٹر کم ہوں، جہاں زیرِتربیت ڈاکٹروں کی مقدار زیادہ ہو، وہاں ٹیلی ویژن کی اہمیت سے صرف نظرنہیں کیا جاسکتا، ٹیلی ویژن کے ذریعہ ایک استاداور تجربےاورسرجن ایک آپریشن کواس انداز سے پیش کرسکتا ہے کہ اس سے لاکھوں

ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

معززِ سامعین!

ٹیلی ویژن ایک اہم ایجاد ہے، یہ ہر ایک کو اس کے ذوق کے مطابق تفریح مہیا کرتا ہے، ایسا ملک جہاں المیوں اور پریشانیوں کے بادل ہر وقت منڈلاتے رہتے ہوں، دہشت گردی، مہنگائی، بے روزگاری، رشوت ستانی، اقربا پروری، فریب دہی، ڈاکہ زنی، چوری کے المیوں کے عفریت نے ایک کسمپرسی کے شکار شخص کو اپنے جبڑوں اور خونی پنجوں میں لینے کا تہیہ کر رکھا ہو وہاں کے افراد ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھ کر اپنے ذوق کے مطابق پروگرام دیکھ لیں تو یہ اس کے لیے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے۔

صدرِ ذی وقار!

ٹیلی ویژن پر معلوماتی پروگرام دیکھے جا سکتے ہیں، اس پر نعتوں کی سماعت کی جا سکتی ہے، عظیم قاری کی آواز میں تلاوت کلام پاک سنی جا سکتی ہے، مذہبی، اسلامی اور روحانی پروگرام کی سماعت کی جا سکتی ہے۔ ٹیلی ویژن پر اس شخص کی زیارت کی جا سکتی ہے جس کا عام حالت میں دیدار جوئے شیر لانے کے مترادف ہو، آج کل تو مختلف چینلوں پر زیارت مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بھی باقاعدہ کروائی جا رہی ہے، کعبہ شریف کا طواف، صفا مروا کی سعی، مقام ابراہیم کے نفل، زم زم کا استعمال الغرض ہر چیز سے ٹیلی ویژن کے ذریعے ایک عام شخص مستفید ہو رہا ہے۔ واقعی یہ ایک اہم ایجاد ہے اور انتہائی اہمیت کی حامل ہے کتنا ہی اچھا ہو کہ ارباب حل وعقد سے غیر اخلاقی پروگرام کو ختم کر کے اس کے حسن کو چار چاند لگائیں اور اس کو مزید مفید اور سود مند بنا دیں۔

والسلام

علامہ اقبال کا پیغام خودی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز سامعین اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''علامہ اقبال کا پیغام خودی''

ہر چیز ہے جو خود نمائی
ہر ذرہ شاہد کبریائی
بے ذوق نمود زندگی موت
تعمیر خودی میں ہے خدائی

جنابِ صدر!

قابل صد احترام صدرِ مدرسہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خودی کے معنی خود شناسی اور خود آگاہی کے ہیں وہ اپنی شاعری میں خودی کی تعلیم دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اپنے اندر خودی پیدا کرو۔ اپنے آپ کو پہچانو اور اپنے اندر خداداد صلاحیتوں کو اجاگر کر کے بیروئے کار لاؤ۔

معزز سامعین!

علامہ اقبال کا پیام خودی کوئی نیا پیغام نہیں ہے۔ یہ وہی پیغام ہے جو بزرگانِ دین نے اپنے پیروکاروں کو دیا، یہ وہی پیغام خودی ہے جو حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا، یہ وہی پیغام خودی ہے جو بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا، یہ وہی پیغام خودی ہے جو فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے دیا، یہ وہی پیام خودی ہے جو معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے نوے لاکھ ہندو

قوم کو دے کر کلمہ پڑھایا، یہ وہی پیغام خودی ہے جو داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور کے منکرین کرامت کو مسجد میں نماز کی حالت میں کعبہ دکھا کر دیا، یہ وہی پیغام خودی ہے جو بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حاضرین کو دیکر اپنا لوہا منوایا، یہ وہی پیغام خودی ہے جو حضرت امام حسینؓ نے نیزے پر قرآن سنا کرامت مسلمہ کو دیا، یہ وہی پیغام خودی ہے جس کا درس محسنِ کائناتؐ نے اپنے علم وعمل سے اُمت محمدی کو دیا اور فرمایا ''**من عرف نفسہ فقد عرف ربہ**''جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے اللہ کو پہچان لیا۔ بقول اقبال:

تری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود
مری نگاہ میں ثابت نہیں وجود ترا
وجود کیا ہے ، فقط جوہرِ خودی کی نمود
کر اپنی فکر کہ جوہر ہے بے نمود ترا

صدرِ محترم!

اپنے آپ کو بچانا، اپنی فطری صلاحیتوں کی نوعیت کو سمجھنا، ان کی نوعیت کے مطابق ان کی تربیت کرنا اوران کو بروئے کار لانا وہ مسلسل عمل ہے جسے اقبال اپنی زبان میں خودی کا تحفظ ترقی اور کھیل کہتے ہیں ظاہر ہے کہ خودی کی تکمیل عمل کے بغیر ناممکن ہے۔

خود عمل تیرا ہے صورت گر تری تقدیر کا
شکوہ کرنا ہو تو اپنا کر مقدر کا نہ کر

معزز سامعین!

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ جب خودی کی بات کرتے ہیں تو وہ نہیں چاہتے کہ کوئی شخص اس صفت سے متصف ہو کر گردن میں تیر نہ ڈالے، اپنے ہاتھ پشت پر نا باندھے، زمین پر اکڑ کے چلے تحقیر آمیز انداز اپنائے ، لہجے میں فرعونیت بھری آواز ہو اور گلشنِ کائنات کے ہر برگ و بار کو مسلتا پھرے وہ تو انسان کو اس وصف سے متصف ایسا مرد قلندر، مرد مومن اور شاہکار دیکھنا چاہتے ہیں

جو عروسِ گیتی کو سنوارے اور اس سے گیسوؤں میں توحید و رسالت کی مشاطگی کرے۔

غافل نہ ہو خودی سے، کر اس کی پاسبانی
شاید کسی حرم کا ہے تُو بھی آستانہ

جنابِ صدر!

آج ہم اگر اپنا کھویا ہوا وقار بحال کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں تعلیماتِ اقبال جو قرآن و حدیث کا خلاصہ ہیں ان پر عمل پیرا ہونا ہوگا۔ کیونکہ زبانی نعرہ بازی میں کوئی منفعت نظر نہیں آتی۔

یہ ذکر نیم شبی ، یہ مراقبے ، یہ سُرور
تری خودی کے نگہ باں نہیں تو کچھ بھی نہیں

والسلام

تحریک پاکستان میں مادرِملت کا کردار

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معزز سامعین اور میرے ہم مکتب شاہینو!

آج مجھے جس موضوع پر اظہار خیال کرنا ہے وہ ہے: ''مادرِملت محترمہ فاطمہ جناح''

جنابِ صدر!

مادر ملت سے مراد فاطمہ جناح ہے۔محترمہ فاطمہ جناح بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی بہن تھیں۔ان کی ساری زندگی بانئ پاکستان اور پاکستان کے لیے وقف تھی۔ محترمہ فاطمہ جناح قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی معتمد ساتھی اور تحریک پاکستان میں ان کی معاون اور رفیق کار رہیں۔تحریک پاکستان کے ہر موڑ پر محترمہ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔انہوں نے اپنی پوری زندگی قومی خدمات کے لیے وقف کر دی تھی۔تحریک پاکستان کے دوران خواتین کی مختلف تنظیموں کی راہنمائی کے علاوہ عام مسلمان خواتین کے مسائل میں گہری دلچسپی لیتی رہیں۔آپ خواتین میں بے حد مقبول تھیں وہ ہمیشہ مسلمان خواتین کو تحریک پاکستان کے لیے عملی کام کرنے پر آمادہ کرتیں۔انہیں ان کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے قومی خدمت کے لیے تیار کرتیں۔خواتین کے محاذ پر تحریک پاکستان کے تمام امور کی نگرانی محترمہ فاطمہ جناح کے ذمہ تھی۔

قیام پاکستان کے بعد بھی آپ کی قومی خدمات کا سلسلہ جاری رہا۔تعلیم نسواں کا مسئلہ ہو یا مہاجرین کی آبادکاری کشمیری مہاجرین کی دستگیری ہو، بہبود اطفال اور حفظان صحت کے مسائل آپ کی خدمات ہر شعبے میں جلی حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔محترمہ فاطمہ جناح کی قومی خدمات کی

بناپرانہیں قوم نے بجاطور پر مادرملت کا لقب دیا۔ مادرملت نے قومی مسائل میں اپنے بھائی کی طرح اپنی صحت اور پیرانہ سالی کی بھی پرواہ نہیں کی۔ 1964ء کی تحریک بحالی جمہوریت کے سلسلے میں مادر ملت نے قوم کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنے آپ کو بطور صدارتی امیدوار پیش کیا۔ اگرچہ وہ خود نا کام ہوگئیں مگران کی یہ ناکامی آئندہ آنے والی کئی کامیابیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

صدرِ ذی وقار!

وہ قوم کتنی باشعور اور خوش نصیب ہوتی ہے جو اپنے عظیم سپوتوں کو یاد رکھتی ہے اور ان کے کارناموں کا تذکرہ اپنے نونہالان چمن کے ذہن نشین کرنے کے لیے گاہے بگاہے کرتی رہتی ہے۔ اس لیے حکومت پاکستان نے بھی مادرملت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے اس سال کو مادرملت کا سال قرار دیا۔ اور کوچہ کوچہ قریہ قریہ گاؤں گاؤں بستی بستی میں مادرملت کے تذکرے ہوئے نیز مادر ملت ٹرین چلائی جس کو حکام بالا کی طرف سے ہدایت تھی کہ ہر چھوٹے بڑے اسٹیشن پر رکے اور مادر ملت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے عوام الناس کو روشناس کرایا جائے۔ آج بھی اگر خواتین قوم مادر ملت کا روپ اپنائیں تو ہر شعبے میں کامیابی یقینی ہے۔ آخر میں انہی اشعار پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں:۔

دھوپ میں وہ سائباں تھی اپنے بھائی کی طرح
قوم پر وہ مہرباں تھی اپنے بھائی کی طرح
دیکھنے میں گو سبک اندام تھی تابؔ مگر
عزم میں کوہِ گراں تھی اپنے بھائی کی طرح

والسلام

☆☆☆☆☆☆☆☆☆